ادبی ذوق کی آبیاری کے لئے ایک خود آموز کتاب

شعریات

(POETICS)

نصیر ترابی

اس حرف شناس کے نام!

[illegible]

۲۲ ستمبر سن ۲۰۱۶ء
ٹورنٹو —

اعلا ثانوی تعلیمی بورڈ (سندھ) سے منظور شدہ

شعریات

(ترمیم و اضافہ)

(POETICS)

نصیر ترابی

پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹرپرائز
کراچی، لاہور، اسلام آباد، فیصل آباد، پشاور، ایبٹ آباد

شعریات

مصنّف : نصیر ترابی

اشاعتِ اوّل : ۲۰۱۲ء

دوسرا ایڈیشن : ۲۰۱۳ء

پیش کش : اقبال صالح محمد

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر و طابع : پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹرپرائز، کراچی

تقسیم کار : پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹرپرائز، کراچی
O/۱۵۲ بلاک نمبر ۲ پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس، کراچی
فون: ۳۴۳۱۰۰۳۰، فیکس: ۳۴۵۵۳۷۷۲

قیمت مجلّد : ۴۴۵ روپے

آئی۔ایس۔بی۔این : 978-969-494-934-5

راشد ترابی اور دانش ترابی

کے توسط سے

میرے بعد آنے والی

اُردو اَدب کی گرویدہ نسلوں کے نام

شاخسار

حرفِ چند

نصیر ترابی ایک خاص اُسلوب کے شاعر کی حیثیت سے محتاجِ تعارف نہیں۔ اِن کی شخصیت اور شعر و اَدب سے اِن کی شیفتگی اِس شہر ہی کے لیے نہیں بلکہ پورے اُردو معاشرے کے لیے نیک فال ہے۔ وہ تخلیقی سطح پر کس قدر اِنہماک سے کام کرتے ہیں، اِس کا مجھے ذاتی تجربہ ہے۔ ذہانت کی چمک اور عملی اِستعداد کی مہک نصیر ترابی کو اضطرابِ دروں سے کبھی فارغ نہیں رہنے دیتی۔ اِسی لیے بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ وہ متلوّن مزاج ہیں اور شاید ہی جم کے کوئی کام کر سکیں لیکن یہ رائے ظاہر بین افراد کی، یا جو نصیر ترابی سے قریب نہیں رہے، اُن کی ہو سکتی ہے۔ ایک زمانے میں یہ بھی مَیں نے دیکھا کہ صبح ہی صبح نصیر ترابی غریب خانے پر تشریف لائے۔ آنکھیں سُرخ، چہرے پر قدرے گم شدگی کے آثار۔ مَیں پوچھتا: ''بھائی، خیریت؟'' جواب مِلتا: ''کچھ نہیں، رات سویا نہیں، کچھ اَشعار ذہن میں گشت کرتے رہے۔ ایک غزل ہوئی ہے۔'' اب جو غزل سُنی تو اَندازہ ہُوا کہ وہ جو کہا جاتا ہے کہ:

Creation is one percent inspiration and ninety nine percent perspiration.

''تخلیق ایک فی صد وَدیعت اور ننانوے فی صد محنت و ریاضت کا نام ہے'' وہ نصیر ترابی پر پوری طرح صادِق آتا ہے۔ وہ لفظ و معنی اور اِظہار و ترسیل کے ایک ایک پہلو پر بہت غور و خوض کرتے ہیں اور جب تک مطلوبہ نتیجہ حاصل نہ ہو جائے مطمئن نہیں ہوتے۔

دُنیا میں آنے والا ہر انسان وجود اور تکمیلِ وجود (Being and Becoming) کے مراحل سے گزرتا ہے۔ اُس کا وجود نہ محض فطرت (Nature) سے عبارت ہوتا ہے اور نہ فقط ثقافت (Culture) سے۔ وہ فطرت (Nature) اور ثقافت (Culture) کی آمیزش کا حاصل ہوتا ہے۔ نصیر ترابی کی ذاتی اور شخصی صِفات تو اِنھی سے مختص ہیں لیکن اِنھوں نے جس علمی گھوارے میں پرورش پائی اُس کے سربراہ علامہ رشید ترابی جیسی جیّد

اور نابغۂ روزگار شخصیت تھی۔ علامہ مرحوم کے فضایل کی بابت دفتر لکھے جا چکے ہیں اور ہر اہلِ بصیرت اِس بات پر مُتّفق ہے کہ علامہ رشید ترابی کی مثل کوئی خطیب اور منتہیِ الفاظ و اِظہار اُن کے بعد سے آج تک منبر نشین نہیں ہو سکا۔ علامہ رشید ترابی کی حیثیت ایک Legend کی ہے۔ نصیر ترابی خوش نصیب ہیں کہ علامہ سے جہاں زیست گزاری کے مختلف اَسرار و رَموز اِنھوں نے سیکھے وہیں زبان، اَلفاظ، معنی و مفہوم کی نزاکتیں اور اُن کے بارے میں تحقیقی مزاج بھی نصیر ترابی کے حصّے میں آ گیا۔ مولانا حالؔی نے الفاظ و معنی کے اِرتباط کی بابت تلاش و جستجو کو ''تفحصِ الفاظ'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ رُجحان نصیر ترابی میں بہ درجۂ اَتم موجود ہے۔ زُبان و بیان سے اِس شغف کا نتیجہ اِن کی تازہ ترین تالیف ''شعریات'' (Poetics) ہے۔

دَورِ حاضر میں خصوصاً پاکستانی معاشرے اور ذرایع ابلاغ نے اُردو کی جو دُرگت بنا رکھی ہے اِس کو رُو بہ اِصلاح لانے کی جانب بہت کم توجہ دی گئی ہے۔

علمی اَدبی دِل چسپیاں گھروں اور خاندانوں سے دُور ہوتی جا رہی ہیں، اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ اوّلاً متعدّد والدین، اَساتذہ اور پھر طالب علم اُس لسانی تربیّت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جو کسی بھی شایستہ معاشرے کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم ایسا نہیں کہ اِس تشویش ناک صُورتِ حال سے سبھی بے خبر یا بے نیاز ہیں۔ کسی نہ کسی سطح پر اِصلاحِ احوال کا کام ہو رہا ہے لیکن اُن کی حیثیت شبِ تاریک میں چمکنے والے جگنوؤں کی سی ہے۔ نصیر ترابی نے یہ جو کاوش کی ہے وہ اِس زمانے کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ اِس میں جو مباحث اور نکات درج کیے گئے ہیں اُنہیں اَساتذہ، طلبہ، مبتدی اور منتہی دونوں کو افادی نُقطۂ نظر سے دیکھنا اور برتنا چاہیے۔

اَرَسطو نے فنِ شاعری پر جو کتاب ''Poetica'' کے نام سے مُرتّب کی تھی اُس کی معرّب شکل ''بوطیقا'' ہے۔ اَرَسطو کی اِس کتاب کو دُنیا بھر میں نہیں تو کم از کم یورپ میں اَدبی تنقید کی پہلی کتاب مانا جاتا ہے۔ ''بوطیقا'' کے معنی ہیں Art of poetry۔ یونان میں شاعری کو دیگر فنون پر فوقیت اور افضلیت حاصل تھی۔ اُسی بوطیقا میں اَرَسطو نے شاعری کو تاریخ سے زیادہ فلسفیانہ قرار دیا ہے۔ نصیر ترابی نے بات کا آغاز شعری تعریف سے ہی کیا ہے۔ اِس کے بعد جتنی وضاحتیں اِصطلاحات کے ضمن میں اِنھوں نے کی ہیں اُن میں

پیش چہرہ

اُردو محض بولی ٹھولی نہیں بلکہ مختلف تہذیبوں کی ایک لِسانی جامعہ ہے۔ اِس جامعہ کی سَندِ عُظما کو اَدب کہتے ہیں۔ اَدب کے مُلحقات سے وابستگی کو گزشتہ سے پیوستہ رکھنے اور موجود سے ناموجود کی طرف اَمانتاً ارسال کرنے کی ایک واثق ضرورت ہے۔ یہ ضرورت اپنی تکمیل کے لیے گاہ بہ گاہ کسی گسترانہ توفیق کو پُکارتی رہتی ہے۔

شعریات (Poetics) کی جانب راغب ہونے والے کسی بھی تازہ خُو کے رُو بہ رُو یہ رِسالہ مکتبی نوعیت کا ایک حوالہ ہے۔ لمحۂ حاضر میں شعر کی سُوجھ بُوجھ کے لیے دَرسی اور اَتالیقی آسایش یکسر ناپید ہے لہٰذا ایسی صُورت میں اِس رِسالے کو ایک خود آموز ذریعہ بھی گردانا جا سکتا ہے۔ اِس رِسالے میں نووَاردَوں کے علاوہ ذوق کی نگہ داشت کے لیے مطالعے کا رجحان رکھنے والے عمومی اَذہان کی اعانت کا سامان بھی مہیا ہے۔

یہ کاوش دَراصل شعریہ اور نثریہ مصنوعات سے کوئی مکتوبی رشتہ بحال رکھنے کی تمنّا ہے۔ اِس تمنّا کے دَرپردہ شاید ہماری گُم کردہ اَدبی تہذیب کے اِعادے کی ایک دیرینہ حَسرت بھی سانس لے رہی ہے۔

شعریات (Poetics) کی بابَت صرف سماعی اِنحصار کرنا گویا کسی اِنتشار کے ہاتھوں اِغوا ہو جانا ہے۔ سماعتی سَیر چشمی ذوق کو ایسے پراگندہ کرتی ہے جیسے غلط سُر، ساز کو ناسازی کی سِمت نکل جانے پر مجبور کرتا ہے۔

ذوق کی تشنگی کو مطالعے کی سقّائی دَرکار ہوتی ہے۔ مطالعہ، فی الجملہ، ذوق کی اُستواری کے لیے ایک جوہری توانائی ہے۔ مطالعہ، ذوق کی صلاحیتوں میں، اِستعداد اور مقدرت کے دائرے کو وسیع کرتا ہے۔ یہ مقدرت آدمی کی فکری آرایش کو جمع، تفریق اور ضرب، تقسیم کے آداب سکھاتی ہے۔ اِس تربیت سے مطالعہ ایک کرامت کا حامل ہو جاتا ہے اور یہ کرامت اپنی ریاضتوں سے ایک دل گداز آہنگ میں سرایت کر جاتی ہے۔ یہ آہنگ لہجہ ہے اور پھر یہ لہجہ ذوق کا معنوی قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لہجہ سازی کے اُمور میں زبان کا برمحل برتاؤ اور بیان

اُسلوبِ بیان اَدبی اور منفرد ہے۔ یہ بیان قواعد کی عام کتابوں جیسا نہیں ہے۔ اِس میں اِصطلاحات کے علاوہ غیر اِصطلاحی زُبان میں بھی عروض، اوزان و بحور، قافیہ، ردیف، تقطیع، اِملا، تلفظ وغیرہ کی مثالیں اُن اَساتذہ اور مُستند شعرا کے کلام سے پیش کی گئی ہیں جن سے ہمارے اَدب کے عام قاری بھی واقف ہیں۔ علمِ بیان و بدیع کے نکات و مباحث بھی اُسی انداز سے پیش کیے گئے ہیں۔ ناقدین اور مبصرین کے مختصر اور برمحل اِقتباسات سے تحریر میں استناد کی کیفیّت قایم رہتی ہے۔ اِس سے یہ بھی ہوگا کہ قارئین اُن کے اصل مآخذ تک رسائی حاصل کر کے زیادہ تفصیل سے مباحث کا مطالعہ کر سکیں گے۔

کتاب کو کئی عنوانات کے تحت مختلف نکات کی تشریح و توضیح کے لیے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اِس میں مجھے سب سے اہم باب ''غلط العام'' کا محسوس ہُوا۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ عموماً گفتگو اور تحریر میں جو غلطیاں کی جاتی ہیں اُن کے لیے جو توجہ درکار ہوتی ہے وہ عام طور پر ہمارے گرد و پیش کے ماحول میں مفقود ہے۔

''شعریات'' (Poetics) کے آخری حصّے میں اُردو لُغات کا تاریخی جائزہ اور تعارف پیش کیا گیا ہے جو بہت مفید ہے۔ شعر گوئی کے لیے کیا وہبی اور اکتسابی شرائط ہیں؟ اِس ضمن میں بھی نظم و نثر سے اِستفادہ کیا گیا ہے۔ یوں تو مُلّا وجہی سے لے کر میر، غالب، میر انیس، حالی، داغ اور جوش ملیح آبادی کے کلام میں معایب ومحاسنِ شعری کا تذکرہ مل جاتا ہے تاہم نصیر ترابی نے اُن میں سے بعض شعرا کی مثالیں دے کر کتاب کے اِس حصّے کو بھی وقیع بنا دیا ہے۔ صنایع بدایع کی مثالیں اور ترجیحات نے اِس کتاب کو اہلِ ذوق اور شایقینِ اَدب کے لیے ناگزیر بنا دیا ہے۔

مَیں نصیر ترابی کو اِس کاوشِ علمی پر دِلی مبارک باد پیش کرتا ہُوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب اساتذہ، طلبہ اور اُردو زُبان و اَدب، شعر و سخن سے دِل چسپی رکھنے والوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ نصیر ترابی کی ''شعریات'' (Poetics) کو ہماری دَرس گاہوں کے ہر نصابی مَرحلے کا جزو ہونا چاہیے۔

(پروفیسر) سَحَر انصاری
سابق صدرِ شعبۂ اُردو
جامعہ کراچی

کی صراحت ایک کیمیائی مُرکّب ہے۔ یہ دونوں اَجزا ذوق کی تشفّی کے مطالبات میں سرِفہرست شمار ہوتے ہیں۔

شاعری کا مطالعہ ذوق کی ایک منطقی احتیاج ہے۔ شعرفی الاصل زخم خوردہ لبوں سے نَے نوائی کی وہ والہانہ ترنگ ہے جس کے بعد آدمی نفسی مَراتب کے مراحل بہ قدرِ ظرف طے کر لیتا ہے۔ اِن مراحل کے لیے تمیزِ لفظ اور تعبیرِ معنیٰ کا زادِ سفر ضروری ہوتا ہے۔ لفظ کے استعمال کا ہدف بھی یہی کچھ ہونا چاہیے کہ معنیٰ کی حُرمت پر کسی طرح کوئی حَرف نہ آنے پائے۔ معنیٰ اِیجاد نہیں کیے جاتے بلکہ تجربے اور مشاہدے کی اِشترا کی سرگرمی سے دریافت ہُوا کرتے ہیں۔ اِس دریافت کی تاثیر کے لیے ذوق ہمہ وقت ایک سنجیدہ صُورتِ حال کا اِنتظار کرتا ہے۔ ذوق کی سنجیدگی سے طبیعت میں شایستگی وجود کرتی ہے۔ اِس شایستگی کا تعلّق داخلی شخصیّت سے ہوتا ہے۔ یہ شایستگی آدمی کو ظاہر داری اور نمایش کاری سے اِجتنابی حد تک روک رکھتی ہے۔ اِس روک ٹوک کے سبب غیریت سے ایک عبوری سامنا تو کرنا پڑتا ہے لیکن آدمی کی شخصیّت کے مصدّقہ ذوقی نتائج دوسروں کی قبولیت کے احاطے میں بے دستک بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ اِس بے غرض باریابی سے آدمی اَدب کے سنجیدہ طبقے میں اعتبار کا اہل اور توجہ کے قابل ہو جاتا ہے۔

شعریات (Poetics) کا یہ رِسالہ وہ آئینہ ہے جس کی تَراش میں آپ کے عکسی زاویوں کی آراستگی کا نزاکتاً خیال رکھا گیا ہے۔ یہ اَدنا سی کارگُزاری کم وبیش ہفت سالہ ریزہ ریزی سے گزر کر آپ کے سامنے آئی ہے۔ تخنی لکھنے اور پڑھنے والوں کی نئی کھیپ کے واسطے لفظ شناسی اور سَطر فہمی کے لیے مواد کی جمع آوری پر کچھ تحقیق بھی کی گئی ہے۔

احتیاطوں کے باوجود اِس رِسالے میں نقائص کی گنجایش یقیناً ہوگی۔ بہ جُز معذرت خواہی، سرِ دست، میری کم مایہ اِستطاعت کی گِرہ میں کوئی اور حَل نہیں۔

توقع ہے کہ آیندہ محرمانِ حرف، اِس نوعیت کی کار جوئی میں بے سُقم حالتوں کے ساتھ، کچھ اور کشادگی ہم وار کریں گے۔

احسان، خوش گوار کیفیت ہی نہیں بلکہ ایک اِلتفاتی روّیہ بھی ہے۔ احسان گزاری صرف لائقِ تشکّر نہیں، سرِ عام موردِ اعتراف بھی ہے لہٰذا مَیں پروفیسر سَحرؔ انصاری کا معترف بھی ہُوں اور احسان مند بھی۔

پیراماونٹ پبلشنگ کے اِیشوَر، اقبال صالح محمّد، ہرچند کہ میرے ایک عزیز دوست ہیں لیکن اب وہ اِس تدوِین کے ناشر بھی ہو گئے ہیں۔ میں اِس کرم فرمائی پر اُن کے نام اپنی دُعائیہ ممنونیت محفوظ رکھتا ہُوں۔

نصیر ترابی

تعریفات

DEFINITIONS

شعر: اِصطلاح میں چند بامعنی لفظوں پر مشتمل اُس کلام کو شعر کہا جاتا ہے جو ایک مجوزہ وزن کا حامل ہو اور جسے قصداً مُرتّب کیا جائے۔ شعر کہنے کے لیے بنیادی طور پر پانچ عناصر درکار ہوتے ہیں: (۱) موزونیِ طبع، (۲) شعری مطالعہ، (۳) زُبان آشنائی، (۴) خیال بندی، (۵) مَشقِ سُخن۔

ہر شعر کے دو حصّے ہوتے ہیں اور ہر حصّے کو مصرع کہتے ہیں۔ مصرعے کی عَلامت کے لیے ''ع'' لکھتے ہیں۔ دو مصرعوں کی یک جائی کو شعر کہا جاتا ہے۔ پہلے مصرعے کو اُولیٰ اور دوسرے مصرعے کو ثانی کہہ کر امتیاز کرتے ہیں۔ طرحی مصرع اُس بہ طورِ نمونہ مصرعے کو کہتے ہیں جس کی بحر، قافیے اور رَدیف کے حوالے سے شعرا اپنے اَشعار کہتے ہیں۔ جہاں اِن اَشعار کو سُنایا جائے اُسے ''طرحی مشاعرہ'' کہا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے شاعر کے معنی خالقِ شعر یا صاحبِ شعر کے ہوتے ہیں۔ اہلِ خبر و نظر کے نزدیک شاعر کی چار اقسام ہیں: (۱) بڑا شاعر Major Poet، (۲) اہم شاعر Important Poet، (۳) معتبر شاعر Reliable Poet، (۴) شاعر Poet۔

بڑا شاعر وہ ہے جو اِیجادی سطح پر زُبان و بیان کے لحاظ سے ایک مرکزی دھارے (Main Stream) کی منزلت رکھتا ہے۔ ایسے بڑے شاعر اُردو میں پانچ ہیں: میؔر، غالبؔ، انیسؔ، اقبالؔ اور جوشؔ۔ اہم شاعر وہ ہے جو توجہ گیری کے باعث عہد ساز ہوتا ہے۔ اُس کی ایک مجدّدی حیثیت ہوتی ہے۔ اُردو کی جدید شاعری میں آٹھ اہم شاعر ہیں: یگانہؔ، فراقؔ، فیضؔ، راشدؔ، میراؔ جی، عزیز حامد مدنیؔ، ناصرؔ کاظمی اور مجیدؔ امجد۔

معتبر شاعر وہ ہوتا ہے جو اہلِ ذوق کے درمیان مجموعی طور پر قابلِ قبول ہو۔ شاعر کے خانے میں وہ

تمام شاعر درج کیے جاسکتے ہیں جن کے بعض اَشعار کسی معتبر انتخاب کے لیے ممکن ہو سکتے ہیں۔ ویسے بہ قول محبوبؔ خزاں

بات یہ ہے کہ آدمی شاعر
یا تو ہوتا ہے یا نہیں ہوتا

بحر: شعر کہنے کے لیے ایک معینہ وزن کو بحر کہتے ہیں اور معینہ اَوزان کے مختلف طریقوں کو بحُور کہا جاتا ہے۔

مَطلع: کسی بھی صنف کے ابتدائی شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ مطلع کے لغوی معنیٰ طلوع کے ہیں۔ اِس طلوع کے ذریعے قاری یا سامع کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ غزل کی زمین کیا ہے۔ زمین کا تعیّن بحر، قافیے اور رَدِیف سے ہوتا ہے۔ مطلع کے دونوں مصرعوں میں قافیے اور رَدِیف کی پابندی ہوتی ہے۔

حُسنِ مَطلع: مطلع کے بعد دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں بھی مطلع کی طرح قافیے اور رَدِیف کو ملحوظ رکھا جائے تو اُسے حُسنِ مطلع یا زیبِ مطلع کہتے ہیں۔

مقطع: وہ شعر جس میں شاعر اپنا نام یا تخلّص استعمال کرے۔ یہ شعر عموماً اُس پارۂ صنف کا آخری شعر ہوتا ہے لیکن مقطع کے لیے محض آخری شعر ہونے کی تاکید بھی نہیں ہے۔

رَدِیف و قافیہ: رَدِیف اور قافیے میں واضح فرق یہ ہے کہ قافیے کے الفاظ بہ لحاظ معنیٰ مُتفرق لیکن صوتی اعتبار سے ہم آواز ہوتے ہیں۔ رَدِیف کا لفظ یا الفاظ معنیٰ اور آواز کی مناسبت سے مُشابہت رکھتے ہیں۔ مثلاً مہماں کیے ہوے، چراغاں کیے ہوے۔ اِن دونوں ٹکڑوں میں مہماں اور چراغاں قافیے ہیں اور کیے ہوے رَدِیف۔ وہ اَشعار، جن میں صرف قافیہ ہوتا ہے اور رَدِیف نہیں ہوتی، اُنہیں غیر مردّف کہا جاتا ہے۔ رَدِیف دراصل اہلِ فارس کی اِیجاد ہے۔ رَدِیف شعر کی وہ کشش ہے جو قافیے کے آہنگ میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ رَدِیف شعر کا ایک ایسا حُسن ہے جس کے سبب شعر کی غنائیت کو ایک قوت حاصل ہوتی ہے۔ قواعد میں رَدِیف وہ مستقل کلمہ ہے جو اَشعار کے آخر میں قافیے کے بعد تکراراً شامل ہوتا رہتا ہے اور بیشتر شعروں میں ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ رَدِیف کی بھرپور تعریف یہ ہے کہ اُس کے بغیر شعر مؤثّر نہیں ہوتا یعنی رَدِیف کسی خانہ پُری کا

جواز نہیں ہوسکتی۔ رَدِیف ایک لفظ یا دو تین لفظوں پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے۔ قافیہ عربی شعریات میں اُس لفظ کو کہتے ہیں جس پر شعر کا اختتام ہو۔ چونکہ عربی شاعری میں رَدِیف کا رواج نہیں ہوتا لہٰذا قافیے کو شعر کا آخری لفظ کہا جاتا ہے۔ جن اَشعار میں صرف قافیہ ہو اُسے مقفّٰی کہتے ہیں۔ فارسی اور اُردو شاعری میں آخری لفظ رَدِیف ہوتا ہے۔ رَدِیف سے پہلے آنے والے الفاظ قافیے ہوتے ہیں۔ عیوبِ قافیہ یوں تو متعدّد ہیں لیکن مطلعے میں اِیطا کا عیب بڑا واضح ہے۔ اِس کے معنی قافیے کی تکرار ہے۔ اِیطا کو شایگاں بھی کہتے ہیں۔ اِس کی دو قسمیں ہیں: اِیطائے جلی اور اِیطائے خفی۔

اِیطائے جلی کی پہچان یہ ہے کہ اگر مشترکہ حروف کو منہا کر دیا جائے اور باقی ماندہ حروف کو بامعنی کر دیں تو یہ اِیطا ہے۔ ثناگر اور خوگر میں ''گر'' کو نکال دیں تو ثنا اور خو باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ بامعنی لفظ ہیں لیکن ثنا اور خُو آپس میں قافیہ نہیں ہوسکتے۔

اِیطائے خفی: یہ وہ عیب ہے جہاں قافیوں کے الفاظ میں آخری دو یا تین حرف مشترک ہوتے ہیں اور قافیے کی تکرار علانیہ ظاہر نہیں ہوتی مثلاً ایمان، مان، گلاب اور آب۔

قافیہ: قافیے کی بابت ابتدائی معلومات کے لیے مختصر اور مفید بیان یہ ہے کہ حرفِ رَوی قافیہ کا بنیادی جُز ہوتا ہے۔ وہ آخری حرف جو قافیے کے آخر میں آئے مثلاً دمیدہ اور کشیدہ میں ''ہ'' حرفِ رَوی ہے۔ قافیے میں حرفِ رَدَف سے مُراد وہ ساکن اَلِف، واوٴ اور یے کہ جس کے اور حرفِ رَوی کے درمیان کسی طرح کا واسطہ نہ ہو، مثلاً ''قالیں اور زرّیں'' میں اگر ''ن'' کو حرفِ رَوی لیا جائے تو ''یے'' حرفِ رَدف ہوگا۔ جو حرف اَلِف، واو اور یا کہ علاوہ رَوی سے ماقبل آئے اُسے حرفِ قید کہتے ہیں۔ مثلاً عزم اور جزم کی ''زے''۔ رَوی سے پہلے حرف کی حَرکت اگر مختلف ہو تو اُسے عیوبِ قافیہ میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً ''شبنم'' کے ساتھ اگر ''نادِم'' باندھا جائے۔ اِس کے علاوہ جس قافیے میں حرفِ رَوی کا اختلاف نمایاں ہو، مثلاً ''خسیس'' کا قافیہ ''تخصیص'' لکھا جائے تو اِسے بھی عیب سمجھا گیا ہے۔ فی زمانہ اِس عیب کو رَفع کرنے کے لیے اِسے صوتی قافیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً شاد اور یاد کے ساتھ رعد اور بعد کا قافیہ۔ جمع کے ہم آواز لفظوں یعنی قوافی کو واحد کے ذریعے پرکھنا

چاہیے۔ مثلاً گلوں اور دِل بروں۔ واحد میں یہ دونوں لفظ گُل اور دِل بر قوافی شمار نہیں ہوں گے۔

عروض: یہ ایک باضابطہ علم ہے۔ اِس علم کے حصول کے لیے اِسے بالاستیعاب کسی عروض داں معلّم سے درساً درساً پڑھنا ہوگا۔ سادہ الفاظ میں عروض کو اَشعار کا میزان کہا جاتا ہے۔ تمام بحور کے ناموں کو ایک قطعے میں اِس طرح نظم کیا گیا ہے۔

رجز ، خفیف ، رَمل ، منسرح دگر مُجتث — بسیط و وَافر و کامل ، ہزج ، طویل و جدید
مشاکل و متقارب ، سریع و مقتضب است — مضارع و متدارک قریب و نیز مدید

مذکورہ اُنیس بحور کے علاوہ نَو بحریں وہ بھی ہیں جو فارسی میں نافذ ہیں۔

حریم، کبیر، بدیل، حمید، اصیم، جذب، عریض، عمیق اور صوفیہ۔

زحاف: اِصطلاحاً تغیرِ بحر کو کہا جاتا ہے یعنی زحاف سے مُراد مصرعے میں کسی کمی یا بیشی سے کام لیا جائے۔

تقطیع: علمِ عروض کی اِصطلاح میں مِصرعوں کو صَوتی حرکات کے خانوں میں بانٹ کر ارکانِ افاعیل کی مناسبت سے ہم وزن کرنے کو کہتے ہیں۔

★ ★ ★ ★ ★

اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ جو شعر زُبان یا قلم سے بے ساختہ ٹپک پڑتا ہے وہ اُس شعر سے زیادہ لطیف ہے جو غور وفکر کے بعد آراستہ کیا گیا ہو۔ پہلی صُورت کا نام اُنہوں نے آمد رکھا ہے اور دوسری کا آورد۔ اِس موقع پر وہ یہ مثال دیتے ہیں کہ شیرہ انگور سے پک جانے کے بعد خود بہ خود ٹپکتا ہے وہ یقیناً اُس شیرے کی نسبت بہت بہتر ہے جو دیر میں تیار ہوتا ہے اور کچّے یا اَدھ کچّے انگور سے نچوڑ کر نکالا جاتا ہے۔ مستثنےٰ حالتوں کے سوا ہمیشہ وہی شعر زیادہ مقبول، زیادہ لطیف، زیادہ سنجیدہ اور زیادہ مؤثّر ہوتا ہے جو کمالِ غور وفکر کے بعد مُرتّب کیا گیا ہو ___

الطاف حسین حاؔلی

(مُقدّمۂ شعر و شاعری)

مُروّجہ اَصنافِ سُخن

ساختیہ اور موضوعاتی

PREVAILING FORMS

اُردو میں مروّجہ اَصنافِ سُخن کی فہرست یہ ہے۔

حمد، مُناجات، نعت، قصیدہ، منقبت، سَلام، مرثیہ، نَوحہ، غزل، ہزل، مثنوی، رُباعی، قطعہ، تضمین، تاریخ گوئی، سہرا/رُخصتی، گیت، دوہے، نظمِ معریٰ، نظمِ آزاد، ہائیکو، پیروڈی۔

حمد: اُردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی حمد کی صِنف کو باری تعالیٰ کی صفات کی تعریف وتوصیف سے منسوب کیا گیا ہے۔ حمد کی کوئی خاص ہیئت نہیں ہوتی۔ حمد ایک پوری نظم کا موضوع بھی ہوسکتا ہے۔ کسی نظم یا غزل کے چند اَشعار میں بھی توصیفِ باری ہوسکتی ہے۔

نعت: نعت خالصتاً عربی کا لفظ ہے اور یہ صنف بھی عربی سے اُردو اور فارسی میں آئی ہے۔ وہ نظم، جو ختمیؐ مرتبت کی مِدحت سے وابستہ ہوتی ہے، نعت کہلاتی ہے۔ نعت کی کوئی خاص ہیئت تجویز نہیں کی گئی ہے۔ نعت کو عموماً نُوری اور بشری حوالوں سے نظم کیا جاتا ہے:

ع لَوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب (اقبال)

یہ نُوری نعت کے ذیل میں آتی ہے۔

ع مَیں اے سیمابؔ طوطیٔ گلستانِ محمدؐ ہُوں (سیماب)

یہ بشری نعت میں شُمار ہوتی ہے۔ رُوئے زمین پر سب سے پہلی نعت ختمیؐ مرتبت کے چچا حضرت ابوطالب نے ارشاد فرمائی تھی۔ نعت کی محفل کو "نعتیہ مشاعرہ" کہا جاتا ہے۔

مُناجات: ایسی نظم یا اَشعار جس میں اپنے ممدوح کی ثنا کے بعد اپنی ذات کے لیے اِمداد طلب کی جائے، مُناجات کہتے ہیں۔ یہ کسی بھی صِنف میں لکھی جا سکتی ہے۔

قصیدہ: سَرخوشی اور مسرّت کے اظہار کی صِنف ہے۔ اِس صِنف کی عموماً دو مقبول قسمیں ہیں: ایک مدحیہ دوسرے بہاریہ۔ قصیدے میں کم از کم تین سے بیس (۲۰) اَشعار ہوتے ہیں۔ کسی قصیدے کے آخر میں ''میم'' ہے تو اُسے ''میمیہ'' اور ''لام'' ہو تو اُسے ''قصیدۂ لامیہ'' کہتے ہیں۔ قصیدہ مُردّف اور غیر مُردّف ہو سکتا ہے۔ یہ کسی بھی بحر میں کہا جا سکتا ہے۔ قصیدے میں تَمہید یا تشبیب، گُریز، خِطاب، مَدح، مُدّعا اور دُعا ترتیبی مراحل ہوتے ہیں۔ قصیدے کے لیے عموماً غزل کی ہیئت معروف ہے۔ اِس صِنف میں لفظی آرائش اور شوکتِ بیان پر توجہ دی جاتی ہے۔ قصیدے کی محفل کو ''مَقاصدہ'' کہا جاتا ہے۔

مَنقبت: کسی بھی روحانی ممدوح کی مَدح و ثنا میں لکھے گئے اَشعار منقبت کے ذیل میں آتے ہیں۔ اِس موضوع کے لیے بھی کوئی خاص ہیئت مقرّر نہیں ہے۔ منقبتی محفل کو مناقبہ کہتے ہیں۔

سلام: اظہارِ فضیلت اور بیانِ مصائب کے لیے بہ اندازِ غزل کہے گئے اَشعار کو سلام کہتے ہیں۔ یہ اَشعار عموماً شہدائے کربلا کے فضائل اور مصائب سے متعلّق ہوتے ہیں۔ کلاسیکی سلاموں کے مطلعوں کی ابتدا میں مجرئی یا سلامی جیسے تخاطبی الفاظ نمایاں نظر آتے ہیں۔ سلام کی محفل کو ''مَسالمہ'' کہا جاتا ہے۔

مرثیہ: لغوی اعتبار سے اِس صِنف کے معنیٰ رحلت کرنے والے پر گریہ کُناں ہونا اور اپنی افسردہ خیالی سے دوسروں کو مُطلع کرنا ہے۔ اُردو میں اِصطلاحاً مرثیہ شُہدائے کربلا کی شہادت کے واقعاتی تذکرے کو کہا جاتا ہے۔ بیسویں صدی میں ممتاز شخصیات کی بابَت لکھے گئے مرثیوں کو ''شخصی مرثیہ'' کہتے ہیں۔ اُردو میں گزشتہ دو صدیوں سے مرثیے مُسدس کی ہیئت میں لکھے جا رہے ہیں۔ میر ضمیرؔ اور میر خلیقؔ سے قبل مرثیہ دیگر اَصناف میں بھی لکھا گیا ہے۔ اَساتذہ نے کلاسیکی مرثیے کے لیے نو اَجزائے ترکیبی مقرر کیے ہیں:

۱۔چہرہ ۲۔ماجرا ۳۔سَراپا ۴۔رُخصت ۵۔آمد ۶۔رَجز ۷۔جنگ اور سامانِ جنگ ۸۔شہادت ۹۔بَین

جدید مرثیہ موضوعی مُسدس ہوتا ہے۔ اِس میں ماقبلِ کربلا اور مابعدِ کربلا کی صُورتِ حال پر ایک تجزیاتی فکر

پیش کی جاتی ہے۔ مُسدس کے چھ مصرعوں کو بند اور پہلے بند کو مَطلع کہا جاتا ہے۔ مرثیے میں ہر پانچویں اور چھٹے مصرعے کو بَیت کہتے ہیں۔ دوسری اَصناف میں بَیت سب سے اچھے شعر کو کہا جاتا ہے۔

میر انیسؔ کے نواسے پیارے صاحب رشیدؔ نے اُردو مرثیے کے چہرے میں ''ساقی نامے'' کی بُنیاد رکھی تھی۔ ضمیرؔ کے شاگرد مشیرؔ لکھنوی بھی مرثیوں میں ساقی نامے کے حوالے سے ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

کلاسیکی مرثیوں کی مقبولیت میں تحت اللفظ مرثیہ خوانی کا بھی بڑا عمل دخل رہا ہے۔ مرثیہ گو شعرا کے علاوہ مرثیے کی پڑھت میں مہارت کا مظاہرہ اہلِ ذوق شائقین کی طرف سے بھی بہ طورِ فن سامنے آیا ہے۔ مرثیے کی محفل کو ''مجلسِ تحت اللفظ'' کہتے ہیں۔

نَوحہ: برجستہ اور بے ساختہ بین کو نوحہ کہتے ہیں۔ یہ صِنف بھی شہدائے کربلا سے منسوب ہے۔ عموماً یہ غزل کی ہیئت میں لکھا جاتا ہے لیکن نوحہ مختلف ہیئت میں بھی کہا گیا ہے تاکہ اَوزان کی مُناسبت سے سِینہ زَنی کی لے قائم ہو سکے۔ عام طور پر نوحے غنائیت آمیز بحُور میں لکھے جاتے ہیں۔

غزل: فارسی اور اُردو کی مرکزی صِنف ہے۔ شعرا کی اکثریت اپنی تخلیق کاری کا آغاز عموماً غزل سے کرتی آئی ہے۔ غزل کسی بھی شاعر کے لیے ایک آزمائشی صِنف ہوتی ہے۔ غزل میں تغزّل کے عنصر کا نمایاں ہونا ضروری ہے۔ جدید غزل لغوی اِصطلاح سے صریحاً انحراف کر چکی ہے۔ عہدِ حاضر کی غزل زندگی کے برتاؤ اور پھیلاؤ سے اخذ شدہ تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ردّ و قبول کے رویّوں کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ غزل میں چار اجزائے ترتیبی ہوتے ہیں: مَطلع، قافیہ، ردیف، مَقطع۔

بعدِ مطلع غزل کے تمام اَشعار میں پہلا مصرع قافیے کا پابند نہیں ہوتا لیکن سارے ثانی مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر غزل مُردّف یعنی رَدیف کے ساتھ ہوتی ہے لیکن رَدِیف کے بغیر غیر مُردّف غزل کا رواج بھی مقبولِ عام ہے۔ اگلے وقتوں میں غزل کثرتِ اَشعار پر مبنی تھی اِسی لیے غزلِ مسلسل کے علاوہ دوغزلے اور سہ غزلے کا سلسلہ بھی خاصا عمومی تھا۔ جدید غزل پانچ، سات یا نو اَشعار پر مشتمل ہوتی ہے۔ غزل کے اَشعار کے لیے تعداد کی نسبت سے طاق عدد مرغوب ہے لیکن اِس پر کوئی پابندی نہیں۔ غزل کے سب سے اچھے شعر کو

"بیتُ الغزل" کہتے ہیں۔ غزل کسی بھی مروّجہ بحر میں کہی جا سکتی ہے۔ غزل کا ہر شعر اپنا جُداگانہ مضمون یعنی اپنے خیال کی ایک الگ اِکائی رکھتا ہے۔ ایک مکمّل خیال کو صرف دو مصرعوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ تمام اَشعار اپنے مضمون کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں لیکن قافیے کے اِختلاف اور رَدیف کی یکسانی کے باوجود اپنی بُنَت میں متّحد رہتے ہیں۔ غزل میں اِستعارات، تشبیہات اور کنایات کے محاسن کا بھر پور استعمال ہوتا ہے۔ غزل کی محفل کو "مُشاعرہ" کہا جاتا ہے۔

ہَزَل: غزل کی ہیئت میں کہے گئے تمسخرانہ اَشعار کو ہزل کہتے ہیں۔ اِسے مزاحیہ کلام یا کلامِ ظرافت بھی کہا جاتا ہے۔ پھبتی، پھکڑ پن اور بذلہ سنجی بھی اِسی صنف کے تحت شمار کیے جاتے ہیں۔

مثنوی: اُس نظم کو کہا جاتا ہے جس کے تمام اَشعار ایک بحر میں ہوتے ہیں لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں گے۔ ہر شعر کا قافیہ مختلف ہوگا۔ اِس صنف میں اکثر اَشعار بغیر رَدیف کے ہوتے ہیں۔ اُردو مثنوی میں موضوع کو عموماً حکایتاً بیان کیا جاتا ہے۔ اَشعار کی تعداد معیّن نہیں ہوتی۔ مثلاً "مثنویِ معنوی" یعنی مولانا رومؔ کی شہرہ آفاق مثنوی ۲۶۰۰۰ اَشعار پر مشتمل ہے۔ اُردو میں میر حسنؔ کی "سحر البیان"، دیا شنکر کی "گلزارِ نسیم" اور نواب مرزا شوقؔ کی "زہرِ عشق" اِمتیازی مثنویاں ہیں۔ اقبالؔ کی مثنویاں حکایتی نہیں بلکہ فکری و علمی ہیں۔

رُباعی: رُباعی اہلِ فارس کی اِیجاد ہے اور یہ صنف چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے۔ رُباعی کے اَوزان مخصوص ہوتے ہیں۔ رُباعی کی سب سے ممتاز بحر "لاحول وَلاقوۃ اِلّا بِاللہ" کو اَساتذہ نے متفقہ تسلیم کیا ہے۔ رُباعی اُردو اور فارسی میں سب سے مختصر اور جامع نظم ہے۔ اِس صنف میں عموماً فکری مسائل کو نظم کیا جاتا ہے۔ رُباعی کے پہلے تین مصرعوں میں فکر کا تسلسل اور چوتھے مِصرعے میں فکر کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ غزل کی طرح رُباعی بھی مُردّف اور غیر مُردّف ہوتی ہے۔

قطعہ: اِصطلاحاً قطعہ اُن اَشعار کو کہا جاتا ہے جن کے پہلے مصرعے میں عموماً قافیہ نہیں ہوتا لیکن اِس کے لیے کوئی تاکید بھی نہیں ہے۔ قطعے میں ایک ہی خیال کے مضمون کا تسلسل ہوتا ہے۔ قطعہ کسی بھی بحر میں لکھا جا سکتا

ہے۔ قطعے میں کم از کم دو شعر ہوتے ہیں لیکن اَشعار کی تعداد مُعیّن نہیں ہوتی۔ قطعہ جُداگانہ ہونے کے علاوہ کسی غزل کا درمیانی حصّہ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر غزل میں تسلسلِ خیال آجائے تو اُن اشعار سے پہلے "ق" کی علامت کے ذریعے قطعے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط سے روزناموں کے اِدارتی صفحات میں عُنوان کے ساتھ دو اَشعار پر مشتمل قطعہ نگاری کا آغاز ہُوا تھا۔ اب یہ نگارش بہ طورِ صحافتی لازمہ ایک مستقل نوعیت اختیار کر چکی ہے۔

تضمین و تخمیس: کسی معروف مصرعے یا شعر پر مزید مصرعے یا شعر کہنے کو تضمین کہتے ہیں۔ تضمین کے لیے شرط یہ ہے کہ اِس کاوش کے ذریعہ مصرعے یا شعر میں معنیٰ کی کوئی اضافی گنجائش نکالی جائے۔ علاوہ ازیں تخمیس بھی عموماً تضمین کے زُمرے میں شمار کی جاتی ہے۔ اِس صنفی نوعیت کے لیے غزل یا نظم کے ہر شعر پر تین مصرعے کہے جاتے ہیں۔

تاریخ گوئی: حروفِ ابجد کے اعداد جمع کر کے تاریخِ پیدائش، شادی، سالِ رحلت اور تعمیرات کا سنِ وقوع نکالنے سے عبارت ہے۔ حروفِ تہجی عربی میں ۲۸، فارسی میں ۳۲ اور اُردو میں ۳۵ ہیں۔ تاریخ اخذ کرنے کے تین طریقے ہیں:

(الف) کسی بھی مصرعے یا شعر کے ملفوظی حروف، یعنی جو پڑھنے اور بولنے میں آتے ہیں، اُن کی عددی قوت کو جمع کیا جائے اور اُس سے تاریخ برآمد ہو۔ یعنی سالم الاعداد۔

(ب) دوسرا طریقہ تدخلہ ہے جس میں مقررہ تاریخ نکالنے کے لیے کچھ اعداد کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

(ج) تیسرا طریقہ تخرجہ ہے۔ یہاں مصرعے میں کچھ عدد منہا کرتے ہیں تاکہ مطلوبہ عدد حاصل ہو جائے۔ حروفِ ابجد کو اِس طرح مُرکب کیا گیا ہے: ابجد، ہوز، حُطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ۔ ابجد سے حُطی تک ہر حرف کے اعداد ایک سے لے کر دس تک ہوتے ہیں۔ کلمن اور سعفص میں جو حروف ہیں اُن میں دس دس کے اضافے سے اعداد ۹۰ تک پہنچ جاتے ہیں۔ قرشت، ثخذ اور ضظغ کے حروف میں سو سو اعداد کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ بالآخر، بالترتیب اِن تمام ابجدی حروف کے اعداد ہزار تک ہوجاتے ہیں۔ تاریخ گوئی میں

عربی حروف مستعمل ہیں۔

پ، ٹ، چ، ڈ، ڑ، ژ، گ کی جگہ ب، ت، ج، د، ر، ز، اور ک کے علاوہ ہندی دوچشمی "ھ" کے عدد بھی شمار کیے جاتے ہیں۔

سہرا اور رُخصتی: ایک تہذیبی صنف ہے اور معاشرتی مقبولیت رکھتی ہے۔ شادی کے حوالے سے اِس موضوعی نظم کو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھا جاتا ہے۔ دولھا کا سَراپا اور اُس کے حسب نسب سے متعلّق تعریفی اَشعار نظم ہوتے ہیں۔ آخر میں دولھا اور دلھن کے لیے دُعائیہ اَشعار تحریر کیے جاتے ہیں۔ رُخصتی وہ نظم ہوتی ہے جو کسی بھی ہیئت میں لکھی جا سکتی ہے۔ اِس نظم میں دلھن والوں کی طرف سے بیٹی کی جُدائی کے موقعے پر سوگ وار فضا میں دُعا کی جاتی ہے۔

گیت: گیت کی صنف اُردو میں ہندی سے آئی ہے۔ گیت کا خمیر ابتدا میں رومانیت سے اُٹھا تھا لیکن مکاشفے اور مراقبے کی حالتوں نے بعد میں اِس صنف کو حمدیہ، نعتیہ اور صُوفیانہ کیفیتوں سے مُزیّن کیا ہے۔ گیت ہر ہیئت میں لکھا جا سکتا ہے۔ اِس میں عموماً سلیس اور عام فہم الفاظ ہوتے ہیں۔ گیتوں میں ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کی وجہ سے ایک خاص موسیقیت اُجاگر ہوتی ہے۔

دوہے: اِس صنف کے موجد امیر خسرو ہیں۔ بھاشا اور ہندی میں دوہے ایک مقبولِ عام روحانی صنف ہے۔ اُردو میں یہ صنف خال خال ہے اور اِس صنف سے اُردو والوں نے کسی سنجیدہ فکری روایت یا روحانیت کی کوئی تخلیقی سبیل نہیں نکالی۔

نظم: یہ موضوعاتی صنف ہے اور کسی بھی موضوع پر لکھی جانے والی نظم رَدیف قافیے کی پابند ہوتی ہے لہٰذا اِسے پابند نظم کہتے ہیں۔ نظم میں اَشعار کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ نظم کے پہلے شعر میں دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا۔ بیسویں صدی میں نظم نے اُردو اور فارسی میں بہ یک وقت بڑی ترقی کی ہے۔ نظم میں موضوع کی وضاحت چونکہ مصرع بہ مصرع سلسلہ وار کی جاتی ہے لہٰذا لکھنے اور سُننے والا دونوں سیراب ہو جاتے ہیں۔

نظمِ معریٰ (Blank Verse): اُردو میں یہ نظم بیسویں صدی کی سوغات ہے۔ اِس نظم کو کسی بھی بحر میں لکھا جا سکتا ہے۔ اِس میں ہر مصرعے کا قافیہ جُدا ہوتا ہے یا پھر کسی مصرعے یا شعر میں قافیہ بھی نہیں ہوتا۔ نظمِ معریٰ میں مصرعوں کے ارکان کی تعداد مساوی ہوتی ہے۔

نظمِ آزاد (Free Verse): اِسے جدید نظم بھی کہتے ہیں۔ اِس میں بحر کے ارکان کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ کہیں مصرع مختصر تو کہیں طویل ہوتا ہے۔ اِس نظم میں قافیے، رَدیف اور ارکانِ بحر کی تعداد مُعیّن نہیں ہوتی۔ مصرعوں کی طوالت جذبات اور کیفیات پر منطبق ہوتی رہتی ہے۔ اِس نظم میں متضاد بحروں اور الفاظ میں پوشیدہ غنائیّت کی مدد سے موضوع کو بیان کیا جاتا ہے۔

ہائیکو: ہائیکو جاپان کی ایک مقبول صنفِ سخن ہے۔ اختصار اِس نظم کی اَساس ہے۔ یہ صنف تین مصرعوں کی مختصر سی نظم ہے۔ ہائیکو کے صوتی آہنگ کا نظام اُردو میں بحرِ مُتقارِب کے مطابق ہے۔ اِس نظم میں اَوزان کی پابندی لازم ہے۔ اُردو میں ہائیکو کا پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہو سکتا ہے۔ عروضی ارکان کے مطابق پہلا اور تیسرا مصرع ڈھائی رُکنی تقسیم اور دوسرا مصرع ساڑھے تین رُکنی تقسیم پر ہوتا ہے۔

پیروڈی (Parody): یہ خالصتاً فرنگی لفظ ہے اور اب اُردو میں کثرتِ استعمال سے مروّج ہو چکا ہے۔ اِس کے معنیٰ ایسا مصرع یا ایسے اَشعار ہیں جس میں کسی مقبول کلام سے تمسخرانہ اِستفادہ کیا جائے۔ مثلاً جب ضیاالحق کے دَور میں ممتاز شاعر ضیا جالندھری ایک ابلاغی اِدارے کے سربراہ مقرر ہوئے تو احمد فراز نے اقبال کے ایک مِصرعے کو اِس طرح استعمال کیا:

خُوش آ گئی ہے ضیا کو جلندری میری
"وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے؟"

متروکہ اَصناف

OBSOLETE FORMS

فی زمانہ جن اصناف کو تخلیقاً متروک رکھا گیا ہے اُن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

مُثلّث: اِس نظم کے ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔ دو مصرعے ہم قافیہ اور تیسرا مصرع کسی اور قافیے میں ہوتا ہے۔ تینوں مصرعوں کی بحر ایک ہی ہوتی ہے۔

مُربّع: اِصطلاحاً اُس نظم کو کہتے ہیں جس کے چاروں مصرعے ہم وزن اور ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اِبتدا میں اُردو مرثیے مُربّع کی ہیئت میں کہے گئے تھے۔

مُخمّس: اِس نظم کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔ پانچوں مصرعوں کو ہم قافیہ رکھا جاتا ہے۔ دوسرے بند کے چاروں مصرعے مختلف قافیوں میں ہونے کے باوجود پانچواں مصرع پہلے بند کے پانچویں مصرعے کا ہم قافیہ رہتا ہے۔

مُسبّع: اِس نظم میں ہر بند سات مصرعوں کا ہوتا ہے۔ پہلے بند میں ساتوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بند میں پہلے چھے مصرعے ہم قافیہ اور ساتواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

مُثمّن: اِس نظم کا ہر بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند کے آٹھوں مصرعے ہم قافیہ اور بعد کے بند میں پہلے سات مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن آٹھواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

مزید برآں مُتسّع اور مُعشّر کی اَصناف میں نو مصرعوں اور دس مصرعوں کے بند ہوتے ہیں۔ قاعدے کے مطابق اِن نظموں کا قافیائی نظام بھی مُسبّع اور مُثمّن جیسا ہوتا ہے۔

واسوخت: اِصطلاح میں واسوخت اُس صنف کو کہتے ہیں جس میں عاشق اپنے محبوب کی بے نیازی اور کج اَدائی

سے تنگ آ کر ترکِ تعلّق کا برملا اظہار کرتا ہے۔ یہ موضوعی نظم ہر ہیئت میں لکھی جا سکتی ہے۔

شہر آشوب: اِس نظم میں کسی شہر یا کسی عہد کی تباہی کا ذِکر بڑی دردمندی سے کیا جاتا ہے۔ یہ کسی خاص ہیئت میں نہیں لکھی جاتی۔ نظیر اکبر آبادی کا مقبولِ عام ''شہر آشوب'' مُسدس کی ہیئت میں ہے۔

ہجو: یہ وہ نظم ہے جس میں کُھل کر مذمّت کی جاتی ہے۔ اِبتدا میں یہ صنف قصیدے کی ایک منفی شکل تھی۔ موضوعی اعتبار سے یہ نظم ایک جُداگانہ صنفی حیثیت رکھتی ہے۔ سَودا کی مشہورِ زمانہ ہجو ''تضحیکِ روزگار'' اِس صنف کی نمایاں مِثال ہے۔ اِس کے برعکس، اَشعار میں کسی کی ایسی مذمّت کرنا کہ بہ ظاہر تعریف نظر آئے، ہجوِ ملیح کہلاتی ہے۔

ہَرسیہ: بہ صُورتِ اِختلاف کسی کے بارے میں بہ طرزِ مُسدس فُحش کلامی کرنا ہرسیہ کہلاتا ہے۔ یہ صنف بھی ہجو کی ایک توسیعی شکل ہے۔

ریختی: ریختی کا تعلّق خالصتاً اُردو بھاشا سے ہے۔ ریختی سے مُراد وہ نظم ہے جو نِسائی زُبان اور لب و لہجے میں لکھی جاتی ہے۔ لکھنؤ کے ایک مشہور ریختی گو شاعر جان صاحب کا سارا دیوان اِسی صِنف پر مشتمل ہے۔

ترکیب بند: یہ نظم، غزل کی ہیئت میں کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ اَشعار کی ہوتی ہے۔ اِن اَشعار کے بعد ایک شعر، جو اِسی بحر میں ہوتا ہے، کسی دوسرے قافیے میں لکھا جاتا ہے اور اِس طرح ایک بند کی تشکیل ہوتی ہے۔ یہ نظم اِسی انداز کے مختلف بند پر لکھی جاتی ہے۔

ترجیع بند: اِصطلاح میں ترجیع بند اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں غزل یا قصیدے کی طرح اَشعار ہوتے ہیں۔ ہر بند کے آخر میں ایک شعر یا ایک ہی مصرع بار بار آتا ہے۔ ہر بند میں اَشعار کی تعداد یکساں رکھی جاتی ہے۔ اَشعار عموماً پانچ سے پندرہ تک ہوتے ہیں لیکن بند کی تعداد مقرّر نہیں ہوتی۔

مُستزاد: اِس نظم کے لغوی معنیٰ ہیں ''زاید کیا جانا''۔ اِس صنف میں عموماً رُباعی یا غزل کے مصرعوں میں رکن یا ارکان کا اضافہ کیا جاتا ہے جو اِسی بحر کا جُزو ہوتا ہے۔ یہ صنف کسی بھی بحر اور وزن میں نظم کی جا سکتی ہے۔

خُمریات: یہ وہ صنف ہے جس میں مے خانے کی تہذیب اور مے خواری کے اَسباب و آداب کی نسبت سے

اَشعار نظم کیے جاتے ہیں۔ زیادہ تر یہ غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ ریاضؔ خیر آبادی اِس موضوعی صنف کے نمایاں شاعر ہیں۔

مُکرنی: یہ صنف امیر خسروؔ کی ایجاد ہے اور یہ بھی ایک طرح کی پہیلی ہوتی ہے یعنی کہنا اور مکر جانا۔ آج کل اُردو سے زیادہ ہندی میں مُستعمل ہے۔ شانؔ الحق حقّی نے ''نذرِ خسروؔ'' میں مکرنی اور اِس سے ملحقہ سلسلوں پر خاصا کام کیا ہے۔

سانیٹ (Sonnet): یہ فرنگی صنف ہے۔ چودہ مصرعوں کی وہ نظم جس کو دو بند میں لکھا جاتا ہے۔ یہ کسی بھی بحر میں لکھی جا سکتی ہے۔ پہلا بند آٹھ مصرعوں اور دوسرا چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی پہلا بند مُثمّن اور دوسرا مُسدس ہوتا ہے۔ پہلا ایک مصرع پہلے رَدِیف اور قافیے کا ہم وزن اسی بحر میں لکھ کر بند مکمّل کرتے ہیں۔ جب تین بند نظم ہو جاتے ہیں تب آخر میں ایک مَطلع کسی مختلف رَدِیف اور قافیے کے ساتھ لکھ کر نظم کو تمام کر دیا جاتا ہے۔

★★★★★

اگر ایک شخص اچھا شاعر ہے تو ہم اُسے سُخن گو کہتے ہیں۔ لیکن دوسرا، جو شاعر نہیں ہے مگر ذوقِ شعری رکھتا ہے، اُسے سخن فہم کہا جاتا ہے، پھر جس طرح ہر سخن فہم کا سخن گو ہونا ضروری نہیں اُسی طرح ہر سخن گو کا سخن فہم ہونا بھی لازم نہیں ہوتا۔ اِس کی نمایاں ترین مثال میں ہم میرؔ کو پیش کرتے ہیں کہ یوں تو میرؔ سخن گوئی کے لحاظ سے یقیناً خُدائے تغزّل ہے لیکن جس وقت وہ خود اپنے اَشعار کا انتخاب کرتا ہے تو ہم کو حیرت ہوتی ہے کہ دُنیا جن اشعار کو میرؔ کے نشتر سمجھتی ہے وہ خود میرؔ کے نزدیک دِل میں پھانس چبھونے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے۔ مَیں نے قوّتِ انتخاب کا یہ نقص اکثر اچھے شعرا میں پایا ہے۔ اَشعار کا حق ادا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گریبان میرا ہو اور ہاتھ آپ کا...... مَیں خود اپنے ہاتھوں اپنے گریبان کی وسعت اور تنگی کی داد نہیں دے سکتا۔

نیاز فتح پوری

(اَدبیات اور اُصولِ نقد)

حرکات وسکنات

VOWEL SOUNDS

حرکات وسکنات کو اِعراب کہا جاتا ہے۔

جس حرف پر کوئی بھی اِعرابی علامت ہو اُسے متحرّک کہتے ہیں۔ جس حرف پر کوئی علامت نہ ہو وہ ساکن کہلاتا ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو میں ہر لفظ کا پہلا حرف متحرّک ہوتا ہے۔ اُردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن رہتا ہے۔

زَبر: عربی میں اِسے فتحہ کہتے ہیں۔ یہ علامت حروف کے اُوپر آتی ہے لہٰذا اِس کی آواز کُھل کر سُنائی دیتی ہے۔
زَبر کی آواز ''اَلِف'' کی خفیف سی آواز ہوتی ہے۔

زِیر: اِسے عربی میں کَسرہ کہتے ہیں۔ یہ علامت حرف کے نیچے درج کی جاتی ہے۔ زیر کی آواز ''ی'' کی ہلکی سی آواز کی مانند ہوتی ہے۔

پیش: عربی میں اِسے ضمہ کہتے ہیں۔ یہ حروف کے اُوپر آتا ہے۔ پیش کی آواز واؤ کی سُبک سی آواز ہوتی ہے۔

تشدید: اگر مخرج میں دو مرتبہ آنے والا حرف پہلی بار ساکن اور دوسری بار متحرّک ہو تو اُسے صرف ایک بار لکھ کر اُس پر تشدید کی علامت لگائی جائے گی مثلاً عمّاز، نبّاض چونکہ مشدّد حروف کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا دونوں حروف شمار ہوں گے۔

مَد: مَد کے معنی کھینچنے کے ہیں۔ اَلف کو جب کھینچ کر بولا جائے تب یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ ایسے اَلف کو ممدودہ کہتے ہیں۔ اَلِف ممدودہ دو اَلف کے برابر ہوتا ہے۔

ہمزہ: ہمزہ حرف ''ے'' اور ''واؤ'' کے لیے وہی کام کرتا ہے جو مَد اَلف کے لیے۔ یعنی جہاں ''ے'' کی آواز

دو ''ے'' کے برابر ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے وہاں بہ طور علامت اِسے لکھتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ''ے'' اور ''واؤ'' کے ساتھ آتا ہے جیسے گئی، سُناؤں وغیرہ۔ ہمزہ اُسی حرف پر لگایا جائے گا جسے کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔

جَزم یا سُکون: اِس کے معنیٰ سکوت کے ہیں۔ یہ علامت حروف کے اُوپر لگائی جاتی ہے۔ جس حرف پر کوئی حَرکت ہو اُسے متحرّک اور جس پر کوئی حرکت نہ ہو اُسے ساکن کہتے ہیں۔ وہ ''اَلِف''، جس کی آواز کو کھینچا نہیں جاتا، اب بعض عربی اَلفاظ میں اِس ''اَلِف'' کے لیے ''ی'' کے اُوپر ایک چھوٹا اَلِف لکھتے ہیں۔ مثلاً دعوٰی۔ عقبٰی۔

نُون: نُون کی دو آوازیں ہوتی ہیں: ایک نُون پوری آواز سے اَدا ہوتا ہے مثلاً دھان، کان۔ دوسرے وہ جس میں ناک سے ''ن'' کی ایک خفیف سی آواز نکلتی ہے: رَواں، کنوؤاں۔ اِسے نُون غنّہ کہتے ہیں۔ نُون غنّہ جب لفظ کے آخر میں آئے تو اُسے نقطہ نہیں دیتے لیکن جب لفظ درمیان میں ہو تو اُس پر اُلٹا جزم لگاتے ہیں۔ مصرعے میں نُون غنّہ شمار نہیں کیا جاتا۔

واؤ: واؤ بعض الفاظ کے تلفّظ میں ظاہر نہیں کی جاتی۔ یہ واؤ ہمیشہ ''خ'' کے بعد آتی ہے۔ مثلاً خواب، خوش۔ اِسے واؤ مَعدولہ کہتے ہیں۔ بعض الفاظ میں واؤ کی آواز نِصف نکالی جاتی ہے۔ اِس قسم کی واؤ کے بعد اَلِف آتا ہے۔ مثلاً خواستہ۔ خواندہ۔ دو لفظوں کے درمیان جو واؤ آتی ہے اُسے واؤ عاطفہ کہتے ہیں۔ مثلاً دُنیا و دِین۔ اگر ''واؤ'' کو کھینچ کر نہ پڑھا گیا تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اَلفِ وصل: وہ اَلِف، جو اَلفاظ کے شروع میں آئے اور اُس سے پہلے کا حرف ساکن ہو، اِس ساکن حرف کو متحرّک کر کے اَلِف کے بعد آنے والے حرف سے مِلا کر اَلِف کو ساقط کر دیتے ہیں۔ مثلاً تیر اَنداز۔

تَنوین: یہ نُون کی آواز ہوتی ہے۔ یہ علامت کسی بھی حرف پر ہو سکتی ہے۔ یہ دو زیر، دو زَبر اور دو پیش کی صُورت میں لکھی جاتی ہے۔ اُردو میں زیادہ تر زَبر ہی کی تنوین آتی ہے۔ زَبر کی تَنوین میں ایک اَلِف بڑھا کر تَنوین لگاتے ہیں۔ مثلاً فوراً۔ جن اَلفاظ کے آخر میں گول ت (ۃ) ہوتی ہے وہاں اَلِف نہیں لگاتے جیسے دَفعتہً۔ اگر حرف کے آخر میں پہلے ہی سے اَلِف ہو تو اُس کے بعد (ء) بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔ مثلاً اِبتداءً۔ تقطیع میں

تنوین کی جگہ ''نُون'' شمار کرتے ہیں۔ مثلاً فوراً کا فورن۔

ہائے مختفی: یہ صرف اظہارِ حَرکت کے لیے ہوتی ہے، شمار میں نہیں آتی۔ مثلاً چگونہ، چہ، وہ، نہ اور کہ میں ہائے مختفی ہائے مخلوط بھی شامل نہیں کی جاتی۔ اُردو میں مخلوط حروف مثلاً بھ، چھ، پھ، وغیرہ صرف ایک ہی آواز کو واضح کرتے ہیں اِس لیے انھیں دو حروف کے بجائے صرف ایک ہی حرف مانا جاتا ہے۔ مثلاً ''پھر'' اور ''کھا'' میں دو حرف شمار ہوتے ہیں۔ ''نگاہ اور شجرہ'' میں ہائے مظہر کو اکثر ساقط رکھا جاتا ہے لیکن پڑھت میں یہ ایک حرف شمار ہوتا ہے۔ اُردو الفاظ میں یائے مخلوط ''کیا'' اور ''کیوں'' شمار نہیں کیے جاتے لیکن یائے مظہر ''کِیا، دِیا، لِیا'' شُمار کی جاتی ہے۔

اُردو الفاظ کے آخر میں حروفِ علّت ا۔و۔ی دَب کر نکلتے ہیں اور شُمار نہیں ہوتے۔ مثلاً ''بھی'' اور ''نے'' میں ''ی یے''، ''کا'' میں اَلِف اور ''ہو'' میں واؤ شامل نہیں کئے جاتے۔

حَرکات وسَکنات کے بارے میں جوشؔ صاحب اور تقلیداً مصطفٰی زیدی، بڑے کَٹّر تھے۔ دونوں صاحبین اپنی نظم ونثر میں اِعراب لگانے پر ایماناً پابند تھے۔

★ ★ ★ ★ ★

جس اُصول پر بیج سے کونپل پُھوٹتی ہے، پتّے نکلتے ہیں، شاخیں پھیلتی اور پَھل پُھول لگتے ہیں اور پھر ایک دن ایسا آتا ہے جب وہی ننھا پَودا ایک تَناور درخت ہو جاتا ہے اُسی اُصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی ہے، بڑھتی ہے اور پھیلتی پھولتی رہتی ہے۔ تحریری لفظ بے حِس اور جامِد ہوتے ہیں، کیونکہ تحریر میں لفظ ایک ہی صُورت اور ایک ہی حالت میں رہتا ہے، لیکن بول چال میں لہجے اور موقعے کے لحاظ سے ایک لفظ کی مختلف صُورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مولوی عبدالحق

(قواعدِ اُردو)

اَوقافی عَلامات

PUNCTUATIONS

اَوقافی علامات سے مُراد اَوقاف کے وہ نشانات ہیں جو کسی بھی تحریر میں الفاظ کے مابین درج ہوتے ہیں۔ علامت کی وجہ سے جملوں کے اَجزا کی تقسیم، اور اُن کا باہمی ربط، اِس طرح رُونُما ہوتا ہے کہ مفہوم کو سمجھنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔

اَٹھارویں صدی تک اُردو میں قرأت کے لیے اوقاف کا استعمال بالکل ناپید تھا۔ حتّیٰ کہ جملے کے خاتمے پر بھی کوئی نشان نہیں ہوتا تھا۔ اُنیسویں صدی کی تیسری دہائی میں فورٹ ولیم کالج کی شایع کردہ کتابوں میں جملوں کے اختتام پر ستارے کا نشان ملتا ہے۔ یہی نشان سرسیّد کے ''تہذیب الاخلاق'' میں بھی نظر آتا ہے۔ اُردو میں سب سے پہلے الطاف حسین حالؔی کی کتاب ''یادگارِ غالبؔ'' (۱۸۹۷ء) میں اوقاف کی باضابطہ پابندی کی گئی۔ لہٰذا حالؔی کو علامت منضبط کرنے کے تعلّق سے بھی تقدّم کی فضیلت حاصل ہے۔ عِبارت میں ''اوقاف بہ طرزِ فرنگ'' کی بابت سرسیّد نے ''تہذیب الاخلاق'' (جلد۵، یکم رمضان، ۱۲۹۱ھ) میں اپنے تأثرات کا اظہار کیا تھا۔ یہ مضمون ''مقالاتِ سرسیّد'' مرتبہ اسماعیؔل پانی پتی کے حصّہ ہفتم میں بھی شامل ہے۔

علامات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

فرنگی	اُردو	علامت
Full Stop	ختمہ	۔ (بہ شکلِ نقطہ)
Comma	سکتہ	،
Semi Colon	وقفہ	؛
Colon	رابطہ	:
Colon & Dash	تفصیلیہ	:۔
Interrogation	سوالیہ	؟
Exclamation	فجائیہ، ندائیہ	!
Brackets	قوسین	( )
Dash	خط	-
Inverted Commas	واوَین	" "
Hyphen	زَنجیرہ	......

علامات کا مَحلِّ استعمال

ختمہ (Full Stop):

یہ ٹھیرنے کی علامت ہے اور جملے کے خاتمے پر درج کی جاتی ہے۔ فرنگی مخففات (Abbreviations) میں بھی استعمال ہوتی ہے، مثلاً U.N.O, P.I.A وغیرہ۔

سکتہ (Comma):

یہ ایک خفیف وقفے کی علامت ہے اور کثرت سے استعمال ہوتی ہے، بالخصوص جملے کے اُن تین یا زیادہ لفظوں کے بیچ میں جو ساتھ ساتھ استعمال کیے گئے ہیں، اِس اعتبار سے یہ علامت عطف کا بدل ہو جاتی ہے اور اصل عَطف کو صرف آخری لفظ سے قبل لانا کافی ہوتا ہے۔

مثلاً: پیر، منگل، بدھ اور جمعرات۔

اَشعار میں ایسے مقامات پر سکتہ (کاما) ضرور لگانا چاہیے جہاں مصرعے کے لفظوں سے تعقید و گنجلک دُور ہو جائے اور مطلب خبط نہ ہو۔

مثلاً: غالبؔ ......

ع نکتہ چیں ہے غمِ دِل اُس کو سُنائے نہ بنے

''نکتہ چیں ہے'' کے بعد سکتہ اِس لیے ضروری ہے کہ یہاں ''وہ'' کا محذوف ہونا ظاہر ہو جائے ورنہ غمِ دِل نکتہ چیں ہو جائے گا۔

لہٰذا:

نکتہ چیں ہے (وہ)، غمِ دِل اُس کو سُنائے نہ بنے

فراقؔ گورکھپوری:

ے ہم سے کیا ہو سکا محبّت میں
خیر، تم نے تو بے وفائی کی

عزیزؔ حامد مدنی:

ے یہ شاخِ گُل ہے، آئینِ نمو سے آپ واقف ہے
سمجھتی ہے کہ موسم کے ستم ہوتے ہی رہتے ہیں

ناصرؔ کاظمی:

ے نیّتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
تُو بھی، دل سے اُتر نہ جائے کہیں

وقفہ (Semi Colon):

سکتے کے بعد نصف وقف یعنی وقفہ (Semi Colon) آتا ہے۔ یہ علامت (؛) سکتے کے مقابلے میں ذرا اِضافی ٹھیراؤ ظاہر کرتی ہے، جیسے:

محشرؔ بدایونی:

ے سایہ طلب گئے جدھر، بول اُٹھے وہیں شجر
آئے ہو اب مسافرو؛ جب ہمیں دھوپ کھا گئی

اِس علامت کا اِستعمال کم کم نظر آتا ہے۔ عموماً وقفے کی جگہ سکتے ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ جہاں بھی جملوں کے مختلف اَجزا پر تاکید کی ضرورت ہو وہاں وقفہ استعمال ہونا چاہیے۔

رابطہ (Colon):

یہ علامت وقفے کی بہ نسبت زِیادہ ٹھیراؤ کے لیے آتی ہے، مثلاً بہ قول شخصے:

تفصیلیہ (Colon & Dash):

یہ علامت کسی فہرست کو پیش کرنے سے قبل درج ہوتی ہے۔ مثلاً: ہجری تقویم کی ترتیب اِس طرح ہے:۔ محرّم، صَفر، ربیع الاوّل اور......

سوالیہ (Interrogation):

یہ علامت عموماً سوالیہ الفاظ یا جملے کے بعد لگائی جاتی ہے۔ مثلاً:

شاذؔ تمکنت:

ے آگے آگے کوئی مشعل سی لیے چلتا ہے
کیا خبر کون ہے؟ مَیں نے کبھی پوچھا بھی نہیں

فجائیہ، ندائیہ (Exclamation):

یہ علامت جذبے کا اِظہار کرنے والے الفاظ اور جملوں کے بعد آتی ہے اور ندا و خطاب کے الفاظ کے بعد بھی، مثلاً:

مصحفیؔ:

ے شاہد رہیو تو اے شبِ ہجر!
جھپکی نہیں آنکھ مصحفیؔ کی

غالبؔ:

کی مِرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے! اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا

یاسؔ یگانہ:

پچھلا پہر ہے، کاتبِ اعمال، ہوشیار!
آمادۂ گناہ ، کوئی جاگتا نہ ہو

مصطفیٰ زیدی:

شاید تمھیں نصیب ہو اے کُشتگانِ شب !
رُوئے اُفق پہ صبح کے آثار دیکھنا

قوسین (Brackets):

یہ علامت جملۂ معترضہ کے پہلے اور آخر میں درج ہوتی ہے۔عبارت کے درمیان کسی کلمے کا اِضافہ کرنے یا پھر مآخذ کا حوالہ دینے کے لیے قوسین کا استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً :

جون ایلیا:

اے خُدا (جو کہیں نہیں موجود)
کیا لکھا ہے ہماری قسمت میں

زنجیرہ (Hyphen):

مولوی عبدالحق نے ہائفن کی جگہ زنجیرے کی علامت تجویز کی ہے۔ اُن کے نزدیک اِصطلاحوں میں اِس کا استعمال ہونا چاہیے۔ اِس تجویز کے باوجود اُردو میں اِس کا رواج نہ ہوسکا۔

واوین (Inverted Commas):

یہ علامت عموماً اِقتباس کے اوّل و آخر لگائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں تضمین اور گرہ والے مصرعوں پر بھی واوین استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً:

احمد فرازؔ:

فرازؔ، مصرعۂ آتشؔ پہ کیا غزل لکھتے؟ ”زُبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے“

مذکورہ بالا بعض علامتوں کا رواج اُردو میں خال خال سہی لیکن تفہیم کی آسانی کے لیے معیاری علامتوں کا استعمال ضرور ہونا چاہیے۔ختمِ جملہ اور سکتے کی علامتوں کے علاوہ واوین، قوسین، فجائیہ، ندائیہ اور سوالیہ علامات کو مُروّج رکھنا حُسنِ قرأت کا تقاضا ہے۔

★★★★★

شاعر کو قطرے میں دَجلہ دیکھنا ہی نہیں دِکھانا بھی ہوتا ہے۔شاعر کا کام محض مُشاہدہ نہیں، مُجاہدہ بھی ہے۔ زندگی کے دَجلے کا مُشاہدہ اُس کی بینائی پر ہے، اُسے دوسروں کو دِکھانا اُس کی فنّی دست رس پر، اُس کے بہاؤ میں دَخل انداز ہونا اُس کے شوق کی صلابت اور لہو کی حرارت پر...... اور یہ تینوں کام مسلسل جدّ و جُہد چاہتے ہیں۔شاعر کے مجاہدے کا کوئی زَروان نہیں...... یہ مجاہدہ ایک دائمی کوشش ہے۔لیکن کوشش کیسی بھی حقیر کیوں نہ ہو زندگی یا فن سے فرار اور شرم ساری پر فائق ہے۔

فیض احمد فیضؔ

(دستِ صبا)

دُرست اِملا

CORRECT SPELLING

رَسمُ الخَط دراصل کسی بھی زبان کو لکھنے کی معیاری حالت کا جواز اور مجاز ہے۔ رائجہ رَسم الخط کے مطابق دُرستی کے ساتھ لفظ کی لِکھاوٹ کو اِملا کہتے ہیں۔

اِملا کا تعلّق مفرد لفظوں سے ہوتا ہے۔ مُرکبات کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس میں اَجزا کی صُورت نویسی عدم صحت سے تعلّق رکھتی ہے۔

بیسویں صدی کے عشرۂ چہارم میں انجمن ترقیٔ اُردو (ہِند) کی طرف سے یہ قاعدہ تجویز ہوا تھا کہ امکانی حد تک لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔ اہلِ اُردو نے اِس تجویز کو تسلیم کیا اور بَرتا بھی۔ چنانچہ مُرکب لفظوں کو جُدا جُدا لکھنا اب اِملا کی صحت سمجھا جاتا ہے۔

اِس قاعدے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ حَرکات یا علامات اور رَموزِ اوقاف نفسِ اِملا میں شامل نہیں ہیں۔ یہ تمام امورصحتِ تَلفظ کے ذیل میں آتے ہیں لہٰذا اِس تلفظی تعلّق سے اِن کی اہمیّت بھی دوچند ہے۔ خوش نویسی اور خطّاطی کے لیے ہر چند کہ جُداگانہ ضابطے مقرّر ہیں لیکن یہ اِملائی سے زیادہ نِگارشی مُباحث میں غور طلب ہوسکتے ہیں۔ اوائل میں اِملا کے فروعی اِصلاحاتی سلسلے سے خصوصاً دو باتوں پر بہت اِصرار تھا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ ہم آواز حرفوں میں ایک حرف کو چھوڑ کر باقی کو حروفِ تہجّی سے خارج کر دیا جائے۔ مثلاً: س، ث، ص، میں سے صرف ''سِین'' کو قائم رکھیں اور باقی دونوں حروف کو منسوخ سمجھا جائے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ جو حرف پڑھنے میں نہیں آتے اُن کو لکھا بھی نہ جائے۔ مثلاً: بالکل کو ''بِل کُل'' لکھنا چاہیے۔ اِسی طرح خُوش کو ''خُش'' اور خواب کو ''خاب'' لکھا جائے۔ یہ دونوں تجاویز اِصلاح کے بجائے تبدیلی کا حکم رکھتی ہیں۔ اصلاح اور صحت

کے لیے جس طرح کی گنجائش ہوتی ہے تبدیلی کو اُس طرح کی آسایش میسّر نہیں ہے۔ نئی تجاویز سے تأثر تو قائم ہوجاتا ہے لیکن نفاذ کی تگ ودَو اِنتشار کی طرف نکل جاتی ہے۔ اِس بابَت یہ کُلّیہ سامنے رہنا چاہیے کہ اِصلاح نافذ کی جاتی ہے، تغیّر رُونُما ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے مطابق...... ''خان آرزو غالباً پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اُردو میں دخیل الفاظ کے اِملا اور تَلفظ کے متعلّق یہ رائے دی کہ وہی صُورت اختیار کی جائے جو اہلِ زبان میں رواج پذیر ہوچکی ہے اور ایسے الفاظ کے لیے اصل زبان کی پیروی ضروری نہیں ہے۔'' ازاں بعد ''دریائے لطافت'' میں اِنشا اللہ خاں اِنشا نے اِملا کی تصریحات پر بالتفصیل گفتگو کی ہے۔ اِنشا کی یہ کاوش رواج اور روایت کے زیرِ اثر مرتّب شدہ ذوق اور وجدان کی سوغات تھی۔

اِنشا کے بعد غالب نے بھی مختلف تحریروں اور مکتوبات میں وقتاً فوقتاً اِملا کے مَسائل پر اپنی خلّاقانہ رائے کا اظہار کِیا ہے۔

مابعدِ غالب اُنیّسویں صدی کے آخری چار عشروں میں نحوی قواعد پر کام ہوا لیکن اِملا کا چرچا نسبتاً کم رہا۔ بالآخر بیسویں صدی کے پہلے عشرے یعنی ۷ مئی ۱۹۰۵ء کے رِسالے ''فصیح الملک'' میں اِملا پر احسن مارہروی کا باضابطہ کام سامنے آیا۔ احسن کے بعد ''مکتوباتِ غالب'' کے مُرتّبِ اوّل منشی مہیش پرشاد نے اِملا کی تشریحات میں خاصی پیش رفت کی۔

صدی کی چوتھی دہائی کے وسط میں انجمن ترقیِ اُردو (ہِند) نے اپنی قائم کردہ اِصلاحِ اِملا کی مجلسِ قائمہ والی سفارشات کو ''رِسالہ اُردو'' میں شائع کیا تھا۔

بیسویں صدی کا ساتواں عشرہ اِس اعتبار سے اہم ہے کہ تحقیقی اور سائنسی بُنیادوں پر دہلی یونیورسٹی کے صدرِ شعبۂ اُردو رشید حسن خاں کی ایک جامع کتاب ''اُردو اِملا'' آئی۔

اِنشا کی طرح غالب بھی قائل تھے کہ جن لفظوں کی اصل فارسی یا عربی نہیں ہے اُن میں ہائے مختفی نہیں آسکتی لہٰذا آخری حرف ''اَلِف'' ہونا چاہیے۔

مثلاً: بھروسا، پتا، اڈّا، بچارا، برآمدا، بگولا، بُلبلا، بھتّا، پٹارا، تارا، جھروکا، پُرسا، سندیسا، سمجھوتا، مسالا، ملیدا، ملغوبا، ملبا، مورچا، مہینا، نخرا، نقشا، خرچا۔ کچھ شہروں کے نام ''ہ'' سے لکھے جاتے ہیں جیسے آگرہ، پٹنہ، امروہہ، کلکتہ۔ اِن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ یہ خاص نام ہیں۔

بعض ہندی الفاظ ایسے ہیں جو صحافتی استعمال میں آتے ہیں اور اُنہیں استثنیٰ حاصل ہے۔ مثلاً: بھارتیہ، مدھیہ، راشٹریہ، شاستریہ، ساہتیہ۔ ''پَر'' کا مُخفّف ''پہ'' بھی اِستثنائی فہرست میں آتا ہے۔ مثلاً غالبؔ:

ع اُس ''پہ'' بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

عربی کے کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں ''اَلِف'' نہیں لکھتے مگر ''اَلِف'' پڑھا جاتا ہے۔ جیسے رحمٰن۔ اُردو میں اسحاق، اسماعیل، زکات، صلات، لُقمان، رحمان، مِشکات اور یاسین کو ''اَلِف'' کے ساتھ لکھنا چاہیے۔

اللہ، اِلٰہ، الٰہی، الٰہیات، اِن لفظوں کو اِسی طرح تحریر ہونا چاہیے، یہ مُستثنا الفاظ ہیں۔

عربی کے بعض الفاظ کے آخر میں ''ی'' آتی ہے مگر پڑھنے میں ''اَلِف'' آتا ہے جیسے اعلیٰ۔

موجودہ قواعد کے مطابق اِن الفاظ کو ''اَلِف'' سے لکھنا چاہیے۔ مثلاً: اعلا، مَولا، اَدنا، اولا، بُشرا، تقوا، تعالا، تولّا، حُسنا، شُورا، دعوا، طُوبا، صُغرا، عُظما، فتوا، کبرا، ماوا، ماجرا، مُصطفاً، مجتباً، مرتضاً، مجلّا، مدّعا، مصفّا، مصلّا، معمّا، وسطا، ہُدا، ہیولا۔

عیساؑ، موساؑ، یحیاؑ خاص نام سہی، اِنہیں بھی مصطفاً اور مرتضاً کی طرح اَلِف سے لکھنا زیبا ہے۔

بدرالدّجا، نورالہُدا، شمس الضُّحا نام سہی لیکن اِنہیں بھی اَلِف سے لکھنا مناسب ہے۔

مولیٰنا، علیحدہ اور علیحدگی کو اب مَولانا، علاحدہ اور علاحدگی کے جدید اِملا کے ساتھ لکھنا فصیح ہے۔

مندرجہ ذیل الفاظ کے آخر میں ''اَلِف'' ہے۔ اکثر ''ہ'' سے لکھا جاتا ہے۔ یہ فاش غلطی ہے۔

حلوا، تماشا، بقایا، تقاضا، چُغا، خُرما، سَقّا، شوربا، عاشورا، طُغرا، قورما، معمّا، ملغوبا، ملبا، مُربّا، ناشتا، مَچلکا، تمغا۔

آج کل ''تمغا'' کو ''تمغہ'' لکھا جارہا ہے۔ تمغۂ خدمت اور تمغۂ جُرات کے بجائے تمغائے خدمت اور تمغائے جُرات ہونا چاہیے۔

طالبِ علم کی جمع ''طلبہ'' ہے۔ اِس کو ''طلبا'' نہیں لکھنا چاہے۔ صوفی کی جمع ''صُوفیہ'' ہے، ''صُوفیا'' لکھنا دُرست نہیں۔ دَوا کی جمع اَدویہ لکھنا درست ہے البتہ عزیز کی جمع اَعزّہ اور اعزّا دونوں طرح جائز ہے۔

کچھ لفظ ایسے ہیں جو ایک معنیٰ میں ''اَلِف'' سے اور دوسرے معنیٰ میں ''ہ'' سے دُرست ہیں۔ مثلاً:

لفظ	معنیٰ	لفظ	معنیٰ
آسیا	چکّی	آسیہ	زوجۂ فرعون
پارا	سیماب	پارہ	ٹکڑا
پلّا	پلّے داریعنی حمّال	پلّہ	درجہ، مرتبہ
چارا	حیوانی خوراک	چارہ	تدبیر
خاصا	موزوں، اَچّھا	خاصہ	وہ نفیس چیز جو اُمرا کے لائق ہو
دانا	عقل مند	دانہ	آب ودانہ
سایا	معروف پوشاک	سایہ	دیوار کا سایہ
شیوا	فصیح وبلیغ	شیوہ	طرز ورَوِش
میانا	پالکی	میانہ	اَوسَط
نالا	ندِی نالا	نالہ	فریاد

عربی سے ایک لفظ ''اناالبحر'' اُردو میں آیا ہے۔ اِس میں دو اَلِف ہیں۔ ایک انا کے آخر میں جو لفظ کا جُز ہے اور دوسرا البحر کے شروع میں ہے۔ اِس کو ''انابحر'' لکھا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ مثلاً غالبؔ:

ے دِلِ ہر قطرہ ہے سازِ اناالبحر ہم اُس کے ہیں، ہمارا پُوچھنا کیا؟

بارات اور داوات اِن دونوں لفظوں کا دُرست اِملا ''اَلِف'' کے بغیر برات اور دوات ہے۔ ''اعلانیہ'' اطلاع دینے کے معنوں میں ہے اور ''اَلِف'' پر زَبر ہے۔ بغیر ''اَلِف'' ''علانیہ'' کُھلّم کُھلّا اور ظاہرا کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ دونوں لفظ دُرست ہیں۔

عربی میں ''ت'' کی دوصُورتیں ہیں: ت اور ۃ، جیسے صلوٰۃ۔ مروّجہ قواعد کے مطابق عربی ''ۃ'' کو اُردو میں ''ت'' لکھنا چاہیے۔ جیسے صَلات، زکات، مِشکات، مُسمّات، طُرفت العین۔

عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ جس لفظ کے آخر میں ''ت'' ہوتی ہے اُس پر تنوین کے دو زَبر لگانے سے پہلے ''ت'' کے بعد ''اَلِف'' بڑھا دیتے ہیں، مثلاً ''وقتاً''۔ جن لفظوں کے آخر میں ''ۃ'' ہوتی ہے تو اُن میں ''اَلِف'' کا اضافہ نہیں کیا جاتا بلکہ اُسی ''ۃ'' پر دو زَبر لگائے جاتے ہیں، جیسے عادۃً، نسبۃً۔

تنوین کے ذیل میں اساتذہ نے اُردو میں صرف ''ت'' پر ختم ہونے والے الفاظ کے آخر میں ''اَلِف'' بڑھانے کی تاکید کی ہے، مثلاً: مروتاً، عادتاً، ضرورتاً، فطرتاً، حقیقتاً۔ تنوین کا عام قاعدہ بھی یہی ہے کہ دو زَبر کے لیے لفظ کے آخر میں ''اَلِف'' بڑھا دیا جائے جیسے اتّفاق سے اتّفاقاً، مثال سے مثالاً۔

کچھ لفظ ایسے بھی ہیں جن کو کبھی ''ت'' سے لکھا جاتا ہے اور کبھی ''ط'' سے۔ اِن سب الفاظ کو ''ت'' سے لکھنا چاہیے۔ تپش، تپاں، تشت، تشتری، تماچا، تنبورہ، توتا، تہران، تیار، تیاری، غلتاں، ناتا، تلاطُم۔ طیّار کے معنی ہیں اُڑنے والا، اِسی نسبت سے ہوائی جہاز کے لیے طیّارہ نہایت دُرست ہے۔

ذال اور زے میں عموماً اِملا کی فاش غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اَوقات لفظ کے معنی ہی بدل جاتے ہیں، جیسے ایک لفظ ہے ''گزارش''۔ اِس کے معنی ہیں عرض کرنا۔ اگر اِسے ''ذال'' سے گذارش لکھا جائے تو اِس کے معنی ہوں گے چھوڑنا۔ نماز گزار کے معنی ہیں نماز پڑھنے والا اور اگر نماز گذار لکھا جائے گا تو مطلب ہوگا نماز چھوڑنے والا۔ یا جیسے آذر کے معنی ہیں آگ اور آزر ہے حضرت ابراہیمؑ کے چچّا کا نام۔ اِسی سے ''بُتانِ آزری'' کی ترکیب وضع ہوئی ہے۔

زرتشت — آتش پرستوں کا پیغمبر
زکریّا — ایک پیغمبر کا نام
آزوقہ — مختصر غذا
زخّار — موجیں مارتا ہوا

جزر — جزرومد یعنی جوار بھاٹا

مذکورہ بالا تمام الفاظ میں ''زے'' ہے:

آذر — آگ
آذرکدہ — آتش کدہ
آذربائیجان — ایک شہر
ابوذرؓ — ممتاز صحابی
ذیابطیس — بیماری
بذلہ — لطیفہ، چٹکلا
ذی — ذی شان، ذِی علم
ذرا — یہ لفظ ''ذرہ'' سے بنا ہے جیسے ذرا سی بات
جذب — اِسی سے جاذب، مجذوب، جذبہ اور جذبات ہیں
نذیر — ڈرانے والا
نذر — نذرانہ
جذر — حسابی اصطلاح
جُذام — بیماری
رذیل — اَرذل، ذَلالت

مندرجہ بالا تمام الفاظ میں ''ذال'' ہے:

گذشتن، گذاشتن، گذاردن، پذیرتن۔ یہ چاروں مصدر ایک ہی قبیل کے ہیں۔ اِن سے جتنے مُرکب بنے ہیں اُن سب کو ''ذال'' سے لکھنا چاہیے، مثلاً:

گذشتہ، گذشتگان، رفت و گذشت، سرگذشت، واگذاشت، گذرگاہ، راہ گذر، درگذر، نیزہ گذار،

عُمرِ گذراں۔ غالبًا یہ فراقؔ گورکھپوری کا شعر ہے:

بوئے گُل ، رنگِ چمن اور یہ عُمرِ گذراں　　سب ٹھہر جائیں گے، کوئی اُسے روکے تو سہی

ایسے ناداں بھی نہ تھے جاں سے گزرنے والے　　ناصحو ، پندگرو ، راہ گذر تو دیکھو

فیض احمد فیضؔ

گُزیدن: پسند کرنا، اختیار کرنا، گزیدن: کاٹنا۔ اِن دونوں مصدروں میں ''زے'' ہے۔ اِن کے مشتقات، مثلاً: گزیدہ، برگزیدہ، جاگزیں، خلوت گزیں اور سگ گزیدگی، مارگزیدہ، مردم گزیدہ میں ''زے'' آئے گی۔

گزند، گزیر اور ناگزیر اِن سب لفظوں میں ''زے'' ہے۔

گزرنا، گزارنا چونکہ اُردو کے مصدر ہیں لہٰذا اِن کے مشتقات میں بھی ''زے'' لکھی جائے گی۔ مثلاً ذوقؔ:

اَے شمع تیری عُمرِ طبیعی ہے ایک رات　　ہنس کر گزار یا اِسے رو کر گزار دے

یہ بات ایک اُصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ اُردو، ہندی اور فرنگی الفاظ میں ہمیشہ ''زے'' ہوگی۔ ''ذال'' کا تعلّق صرف فارسی اور عربی الفاظ سے ہے۔

جن الفاظ میں ''ژ'' ہے اُن کو لازماً ''ژ'' کے ساتھ ہی لکھا جائے گا۔

مثلاً: اَژدر، اژدہا، ارژنگ، پَژمُردہ، حق پژوہ، ژالہ باری، ژرف، ژولیدگی، مِژدہ، مِژگاں، شیرِژیاں، واژگوں، نِژاد، بورژوَا۔

''ازدحام'' اصلاً ''زے'' سے ہے مگر اِسے ''اژدحام'' لکھ دیا جاتا ہے، یہ دُرست نہیں، صحیح لفظ ''ازدحام'' ہے۔

مَسالا: اِس کا پُرانا اِملا ''مصالح'' ہے۔ دبستانِ دہلی میں یہ اِسی طرح رائج ہے مگر اب اُردو میں مَسالا ''سین'' سے لکھا جاتا ہے اور یہی فصیح ہے۔ امیرؔ مینائی مَسالا ''سین'' سے لکھتے ہیں۔ مقدّمے کی ''مسل'' کو پچھلے وقتوں میں ''مثل'' لکھتے تھے۔ اب ''سمن'' اور ''مسل'' دونوں لفظوں میں ''ثے'' کے بجائے ''سین'' لکھنا چاہیے۔

عربی یا فارسی الفاظ میں ساکن ''نون'' کے بعد ''ب'' ہو تو پڑھنے میں ''میم'' آتا ہے۔ مثلاً: منبر، منبع، گُنبد، انبار، جنبش، انبساط، زنبیل، سُنبل، شَنبہ۔ ہندی اور فرنگی لفظوں میں ایسے مقامات پر ''میم'' ہی لکھا جائے گا،

مثلاً: اَمبر، اَمبالہ، امبولینس، امبیسی، تمباکو، ستمبر، کمبل، گھمبیر، لمبا، ممبر، نمبر۔ علاوہ ازیں مُنہ، منہدی، مہنگا، لہنگا۔ اِن سب لفظوں میں ''ن'' کو ''ہ'' سے پہلے لکھنا چاہیے۔ مُنہ میں ''ن'' ''ہ'' سے پہلے ہے اور اِسی طرح ''منہدی'' میں بھی۔

بانہہ کی جمع ''بانہیں'' ہے، اِس کو باہیں لکھنا دُرست نہیں۔

''سنہ'' کو ''سَن'' لکھنا غلط ہے۔ سال کے معنی میں ''سنہ'' ہے۔ جب اِس پر عدد لکھ دیا جائے تو ''ن'' کا نقطہ ختم ہو جاتا ہے۔ ''سِن'' ایک دوسرا لفظ ہے جس کے معنی ''عُمر'' کے ہیں۔

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سِن　　مُرادوں کی راتیں، جوانی کے دن

میر حسنؔ

''خُوناب''، اِسی سے ''خُونابہ فشانی'' ہے۔ اِس کو ''خُونباب'' لکھنا دُرست نہیں۔

''خُوناب'' اصل میں آبِ خون'' کی بدلی ہوئی صُورت ہے۔ برفاب، زہراب اور سیلاب کی طرح۔

پأنو، آنو، چھأنو، گأنو۔ اِن الفاظ کے آخر میں ''واؤ'' آئے گا اور اُس سے پہلے نُون غنّہ۔

ع　　ہو کر اسیر دابتے ہیں راہ زن کے پانو　　غالبؔ

ع　　بیٹھ جاتا ہُوں جہاں چھانو گھنی ہوتی ہے　　حفیظؔ جونپوری

بُل ہوس، بُل عجب، اِن دونوں لفظوں میں پہلا لفظ ''بُل'' ہے۔ یہ عربی ہے اور ''ابو'' کا مُخَفّف ہے۔ اِس لفظ کو ''واؤ'' کے ساتھ ہی لکھنا چاہیے، یعنی ''بولہوس''۔

بہت سے مُرکبات ایسے ہیں جن کا پہلا لفظ ''دو'' ہے، اُن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے، جیسے: دوپٹا، دوبارہ، دوپلّی، دوچار، دوشالہ، دوشاخہ، دوگانہ، دوہتّڑ، دوبالا۔ دوپٹے کو ''دال'' کے بجائے ''ڈال'' سے لکھنا غلط ہے۔

کچھ لفظوں میں ''واؤ'' لکھا جاتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔ اِس ''واؤ'' کو ''واؤ معدولہ'' کہتے ہیں۔ مثلاً: خُوش، خُوشی، خواب، خوار، درخواست، خواہش، خوانچہ، خواندہ، خوردبرد، تن خواہ، خوراک، خود، خودی، خُوش نُود، خُوش نُما، خوشامد، خواہر، خورشید، کم خواب۔

لفظ خورشید کو غالبؔ بغیر واؤ ''خُرشید'' لکھتے تھے۔ البتہ حرف ''خُر'' کو التباس سے بچانے کی خاطر ''واؤ'' کے ساتھ ''خور'' لکھا کرتے۔ غالبؔ کے اِس اِجتہاد کے باوجود اُردو میں رواج اب بھی ''خورشید'' کا ہے۔

"خُرشید" کی طرح "کم خاب" لکھا جا رہا ہے لیکن اِس لفظ کو مع واؤ "کم خواب" لکھنا چاہیے۔

"خُرد" کے معنی ہیں چھوٹا۔ یہ بزرگ کی ضد ہے۔ اِس کو واؤ معدولہ کے ساتھ "خورد" لکھنا غلط ہے۔

"خورد" ایک اور لفظ ہے "خوردن" مصدر سے۔ اِس کے معنی ہیں کھایا۔ خُرد سے نکلنے والے الفاظ یہ ہیں: خُرد وکلاں، خُرد سال، خُردی و بزرگی۔

"ذو" عربی کا ایک سابقہ ہے۔ جب اِس کے بعد "اَلف لام" آئے تو "واؤ" پڑھنے میں نہیں آئے گا لیکن اِسے لکھنا چاہیے، مثلاً: ذوالفقار، ذوالجلال، ذوالجناح۔ رُپہلا اور رُپہلی کو سنہرا اور سنہری کی طرح "واؤ" کے بغیر لکھنا چاہیے۔ جُز کے معنی ہیں ٹکڑا، اُردو میں جُز سے جُزئی اور جُزئیات بنتے ہیں۔ فارسی میں اِسی سے جُزو بنایا گیا ہے۔ مُرکب میں اِسے مع "واؤ" لکھنا چاہیے، جیسے: "جزوِبدن" مگر ترکیب کے بغیر "جُز" لکھنا چاہیے۔ اِسی لفظ سے جُزدان، جُزرسی اور جُز بندی بنے ہیں۔ لفظ کُلّی کے متضاد کے طور پر جُزئی لکھنا چاہیے۔ کلیات کے مقابلے میں جُزئیات اور ویسے جُزوی لکھنا چاہیے۔

ہائل، حایل۔ ہائل کے معنی ہیں ہول ناک۔ حائے حطی سے حایل کے معنی ہیں بیچ میں آنے والی روک۔

اِسی طرح ہامی اور حامی: ہامی کے معنی اقرار کرنا ہے، حامی کے معنی ہیں، حمایت کرنے والا۔

ہرج، ہرجانا، ہرجا خرچا۔ اِن سب کا پہلا حرف "ہ" سے لکھنا چاہیے۔ اِسی سے ہرج مرج بنا ہے۔ "ہونّق" کو "حونّق" لکھنا دُرست نہیں ہے۔

ہائے مختفی سے پہلے جو حرف آتا ہے اِس پر عموماً زَبر ہوتا ہے۔ جب اِن لفظوں کے بعد حرفِ جار آئے گا یا اُن کی جمع بنائی جائے گی تو "ہ" کو "یے" سے بدل دیا جائے گا اور حرف کا زَبر زیر میں تبدیل ہو جائے گا۔ مثلاً: کعبہ گئے: کعبے گئے، مرثیہ پڑھے: مرثیے پڑھے۔

غُنچے! تری زندگی پہ دِل ہِلتا ہے — بس ایک تبسم کے لیے کِھلتا ہے
غُنچے نے کہا کہ اِس چمن میں بابا — یہ ایک تبسم بھی کسے مِلتا ہے؟

جوش ملیح آبادی

اِس رُباعی میں لفظ "غُنچہ"، غُنچے میں مُبدّل ہو گیا ہے۔

اسی طرح "ذمّہ" کا لفظ "ذمّے" ہو جائے گا۔ کچھ لفظوں کے آخر میں ہائے مختفی لکھ دی جاتی ہے، جیسے موقع کو موقعہ لکھنا غلط ہے، مع کو معہ لکھنا بھی دُرست نہیں ہے۔

مِصرع عربی لفظ ہے لیکن اُردو میں اِس کا اِملا اَسنادی فُقدان کے باوجود مصرعہ بھی مروّج ہے۔ اِس اِملے کی ایک نُمایاں سند مکتوبِ غالبؔ بہ نام جنونؔ بریلوی مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۶۴ء سے دست یاب ہوتی ہے۔ غالبؔ لکھتے ہیں: "تقدیم و تاخیر مصرعتین کر کے رہنے دو"۔ اِس فقرے سے یہ بات سامنے آئی کہ غالبؔ لفظ مصرع کی عربیت سے بہ خُوبی واقف تھے۔ لہٰذا غالبؔ نے اِس لفظ کی جمع عربی کے تثنیہ قاعدے یعنی قبلہ سے "قبلتین" کی طرح مصرع سے "مصرعتین" بنائی ہے۔ گویا غالبؔ کے نزدیک اُردو اِملے سے "مصرعہ" لکھنا جائز ہے۔

اسلحہ جات، حوالہ جات، محکمہ جات اِن سب لفظوں میں جمع کی علامت "جات" کو ملا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

ہمزہ ایک مستقل حرف کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دراصل اَلف کا قائم مقام ہے۔ جب دو حرف مل کر اپنی آواز الگ الگ ظاہر کریں تو اُن کے بیچ میں ہمزہ آتا ہے۔ اِس لیے آؤ، جاؤ میں ہمزہ لکھنا چاہیے۔ مگر بناو، بھاو، تاو، نبھاو، گھاو میں ہمزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسی طرح رائے، ہائے، وائے، گائے، چائے میں ہمزہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہمزہ اُسی وقت آئے گا جب حرفِ ماقبل پر زَبر یا پیش ہو۔ اگر زیر آئے تو ہمزہ نہیں آئے گا "ی" آئے گی۔ گئے اور گئی میں ہمزہ ہوگا مگر کیے، دیے اور لیے پر ہمزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمزہ کی بابت غالبؔ نے ایک خط میں مرزا تفتہ کو لکھا تھا: "جہاں یائے تحتانی جزوِ کلمہ ہے اُس پر ہمزہ لکھنا عقل کو گالی دینا ہے۔"

عربی میں بہت سے لفظوں کے آخر میں ہمزہ ہے، جیسے ابتداء، اِنتہاء، علماء، شعراء وغیرہ۔ اُردو میں ایسے لفظوں کو بغیر ہمزہ لکھنا چاہیے، جیسے اِبتدا، اِنتہا، علما، شعرا، اولیا، حکما۔ جب ایسے الفاظ اِضافت کے ساتھ آئیں تو اُن کے آگے "یے" بڑھا دی جائے گی اور "یے" پر ہمزہ نہیں لکھا جائے گا۔ جیسے ابتدائے عشق، انتہائے شوق، علمائے کرام، اخفائے راز۔ اِسی طرح عطف کی صُورتوں میں صرف "واؤ" کا اضافہ ہوگا ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، جیسے اِبتدا و اِنتہا، اِملا و اِنشا وغیرہ۔

لفظ کے درمیان جب ''اَلِف'' مفتوح ہوگا تو اُس پر صرف زَبر آئے گا، ہمزہ نہیں، جیسے تأخُّر، تأسُّف، متأثرہ، جرأت۔ لفظ جرأت کو کبھی جرأت بھی لکھا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ اُردو میں ہمزہ چونکہ ''اَلِف'' کا قائم مقام ہے لہٰذا دونوں ایک ساتھ نہیں آسکتے۔ لفظ کے آخر میں اگر ''واؤ'' ساکن ہو تو اُس پر ہمزہ کبھی نہیں آئے گا جیسے بَرتاو، الاو، تاو، ستھراو، نبھاو، ناو، چاو وغیرہ۔ بہت سے حاصل مصدر ایسے بھی ہیں جن کے آخر میں ''واؤ'' آتا ہے، جیسے چڑھانا سے چڑھاو، دبانا سے دباو، گھمانا سے گھماو۔ اِن میں واو ساکن ہے اور واو سے پہلے اَلِف ہے، یہاں بھی ہمزہ نہیں آئے گا۔

آؤ، جاؤ، کھاؤ، بچاؤ، الجھاؤ، بناؤ، لگاؤ یہ سب فعل ہیں لہٰذا واو پر ہمزہ آئے گا مگر حاصلِ مصدر میں ہمزہ نہیں آئے گا۔ مثلاً ''اپنا بچاو خود کرو'' جب کہ ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ''۔ اِس جملے میں بچاؤ فعل ہے۔ مثلاً غالبؔ:

ع لاکھوں لگاؤ ، ایک چُرانا نِگاہ کا لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں

وہ فرنگی الفاظ جو اُردو میں مروّج ہیں اور جن میں واو اور اَلِف یک جا ہیں اُن میں بھی ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے، مثلاً: اکاونٹ، پاوڈر، ساوتھ، اناونسر، الاونس، گراونڈ، ٹاون ہال، کمپاونڈ وغیرہ۔

اُردو میں اِن ناموں کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا چاہیے، مثلاً: ثناء اللہ، ضیاء اللہ، ذکاء اللہ، ضیاء الدّین، بقاء الدّین، علاء الدّین

ہائے مختفی کے ساتھ ہمزہ صرف اِضافت کی علامت کے طور پر آتا ہے۔ مثلاً پردۂ مجاز، مرثیۂ اَنیس، شعلۂ عشق، کعبۂ مقصود، غنچۂ دِل۔

اِضافت کی صورت میں لفظ کے آخر میں اگر ''ی'' ہو تو اُس ''ی'' پر اِضافت کا زیر آجائے گا ہمزہ نہیں، مثلاً بندگیِ خُدا، مرضیِ مَولا، والیِ شہر، تازگیِ خیال، خُوبیِ قسمت وغیرہ۔

ایسے بہت سے لفظ ہیں جن کے آخر میں ''ئی'' کے لاحقے سے اسمِ فاعل بنا لیتے ہیں، مثلاً رعنا سے رعنائی، زیبا سے زیبائی، رُسوا سے رُسوائی۔ بہ صُورتِ اِضافت ایسے لفظوں میں ''ی'' کے نیچے زیر آجائے گا۔ مثلاً:

رَعنائیِ خیال، رُسوائیِ شوق، زیبائیِ ناز۔ کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں ''ی'' ساکن ہوتی ہے اور ''ی'' سے پہلے کا حرف بھی ساکن رہتا ہے، مثلاً نفی، سعی، نہی۔ اِضافت کے لیے ہمزہ کی جگہ زیر آئے گا: وحیِ خُدا، سعیِ لاحاصل، نفیِ ذات ـــــ

جن لفظوں کے آخر میں ''یے'' ہوگی وہاں بھی اِضافت کے لیے ''یے'' پر ہمزہ نہیں ہوگا اور اُس ''یے'' پر اِضافت کا زیر لگانے کی بھی ضرورت نہیں، مثلاً: سرائے فانی، برائے خُدا، رائے عامہ۔

ع ہے آدمی ''بجائے خود'' اِک محشرِ خیال
غالبؔ

مَے، نَے اور شَے جیسے اَلفاظ میں ''یے'' سے پہلے حرف پر زَبر ہوتا ہے۔ اِضافت میں ''یے'' زیر کے ساتھ آئے گی، ہمزہ یہاں بھی نہیں آسکتا۔ شۓِ لطیف، پےِ دنیا، مےِ ناب، شۓِ دیگر، درپےِ آزار۔

جن لفظوں کے آخر میں اَلِف ہوتا ہے اِضافت کی صُورت میں اُن کے آگے ''یے'' کا اِضافہ کیا جاتا ہے، جیسے دُنیا سے دُنیائے فانی، اِس ''یے'' پر بھی ہمزہ نہیں آئے گا، مثلاً: اِبتدائے شوق، سزائے قید، دوائے دِل، شہدائے کربلا، دُنیائے دَنی، اِنتہائے سفر۔

ع تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں
غالبؔ

اِسی طرح جن لفظوں کے آخر میں واو ہوتا ہے اِضافت کی صُورت میں اُن کے آگے بھی ''یے'' کا اِضافہ کیا جاتا ہے، جیسے گفتگو سے گفتگوئے عشق، کوئے ملامت، بُوئے گُل، سُوئے چمن، خُوئے رشک۔ مثلاً غالبؔ:

ع دل پھر طوافِ ''کوئے ملامت'' کو جائے ہے

جب شعر میں واو کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو اُس صُورت میں واو پر اِضافت کا زیر لگاتے ہیں ''یے'' کا اِضافہ نہیں کرتے۔ مثلاً اقبالؔ: ع گیسوِ تاب دار کو اور بھی تاب دار کر

مگر یہ نظم میں جائز ہے نثر میں نہیں۔ نثر میں ہمیشہ ''یے'' کا اِضافہ کیا جائے گا۔

جن الفاظ کے آخر میں واو ساکن ہو اور اُس سے پہلے حرف پر حَرکت یا سکون ہو تو اِضافت کی صُورت میں

اُس واو پر زیر آئے گا ''یے'' کا اِضافہ نہیں ہونا چاہیے، مثلاً:

سروِ بستاں، خسروِ نیک، خدیوِ جہاں، پیرومیر۔

مبدء اور سوءِ یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں اور اُردو میں اِسی طرح مُستعمل ہیں۔

اِضافت کی صُورت میں ہمزہ پر زیر آ جائے گا، جیسے سوءِ ظن، سوءِ ادب، سوءِ اتّفاق، مبدءِ فیض، مبدءِ اوّل۔

جن لفظوں کے آخر میں ہائے مختفی ہے، جیسے مرثیہ، نظریہ اُن کی بھی یہی صُورت ہے کہ ''ہ''، ''یے'' سے بدل جائے گی۔

مرثیہ سے مرثیے، نظریہ سے نظریے، تعزیہ سے تعزیے، قافیہ سے قافیے، سایہ سے سایے۔

فارسی میں کچھ حاصلِ مصدر ہیں جن کا آخری حرف ''شین'' ہے اور اُس سے پہلے ''ی'' ہوتی ہے۔ ''ی'' کی جگہ ہمزہ نہیں آئے گا، مثلاً: نمایش، آرایش، آزمایش، گنجایش، فرمایش......شایگاں اور رایگاں اِن دونوں لفظوں میں تیسرا حرف ''ی'' ہے، اِن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ ''ی'' کی جگہ ہمزہ لکھنا دُرست نہیں ہوگا، مثلاً: نمایندہ، شایستہ، رایگاں۔

''پائیداری'' لکھنا غلط ہوگا ہمزہ کی جگہ ''ی'' لکھی جائے گی۔ حمایت سے حمایتی ہوگا۔ اِس کو حمائتی لکھنا دُرست نہیں ہے۔ عربی کے کچھ مصدر ہیں جن میں ''دو یے'' ایک جگہ ہوتے ہیں، جیسے تعیین، یہ اصل کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ باقی مصدروں میں پہلی ''یے'' ہمزہ سے بدل جاتی ہے، مثلاً: تخئیل، تزئین، تمئیز، تغئیر۔ کچھ فرنگی لفظ ایسے ہیں جن میں آخری حرف سے پہلے ''ی'' لکھی جائے گی ہمزہ نہیں آئے گا، مثلاً: سووی نیر، برگیڈیر، لابریرین، جونیر، ایشین زیر ہونے کی وجہ سے بعض فرنگی الفاظ میں ہمزہ آئے گا، مثلاً: رائفل، ٹرائل، بائبل، لائٹ، پائپ، سائز، سائنس۔

موسم، ''سین'' پر ''زبر'' یا ''زیر'' لکھنا دونوں طرح رَوا ہے۔ بلند، ''ب'' پر ''پیش'' یا ''زبر'' دونوں حالتوں میں جائز ہے۔ وقار، ''واو'' پر ''زبر'' یا ''زیر'' ہونے سے دونوں طرح دُرست ہے۔ ہراس، پہلے حرف پر ''زبر'' یا ''زیر'' سے دونوں صُورتوں میں مناسب ہے۔ اُسلوب، پہلے حرف پر ''پیش'' کے علاوہ ''زبر'' کے ساتھ بھی

اَنسب ہے۔ جدال و قتال، دونوں لفظوں کے پہلے حروف پر ''زیر'' یا ''زبر'' کا ہونا بہ ہرصورت جائز ہے۔ سخن، فارسی میں سخن کے پہلے حرف پر ''زبر'' بھی ہے اور ''پیش'' بھی۔ لہٰذا اِس لفظ کا دونوں طرح لکھنا جائز ہے۔

عربی کے بہت سے اسم فاعل ایسے ہیں جن میں ہمزہ ہوگا۔ مثلاً: قائل، مسائل، قائم، دائم، لائق، فائق، نائب، تائب، زائر، طائر، ضائع، شائع، فائز، جائز، عائد، زائد، لئیم، رئیس۔

یہی صُورت جمع میں ہوگی، مثلاً: قرائن، خزائن، فرائض، نقائص، فوائد، عقائد، قصائد، وظائف، کوائف، غرائب، عجائب، فضائل، رسائل۔ اِسی انداز پر بہت سے اِسمِ فاعل اور اَسماے جمع مع ہمزہ لکھے جائیں گے۔ مثلاً: ذائقہ، معائنہ، دائرہ، جائزہ، قائمہ، زائچہ، کائنات، آئینہ، تائید، آئین، پائنتی، کائیاں، دائیں، بائیں، رائتا۔ گائیک اور گایک۔ اگر اِس لفظ کے تیسرے حرف کو زیر کے ساتھ بولا جائے تو ہمزہ کے ساتھ ''گائیک'' لکھنا ہوگا، جب یہ لفظ تیسرے حرف پر زَبر کے ساتھ آئے تو یہ ''گایک'' ہوگا۔

مغلئ، سُرمئ، پستئ، مئی، بڑھئی، مکئی، اگرئ۔

''نہ'' اور ''نا'' دونوں نفی کے لیے آتے ہیں، مثلاً: ''نہ کرو''، نادہندہ۔ یہ دونوں لفظ فارسی میں بھی مُستعمل ہیں۔ اُردو میں تاکید کے لیے بھی ''نا'' آتا ہے۔ جیسے ''آؤنا'' خیال یہ رکھنا ہے کہ تاکید کی ''نا'' کو تنبیہ کی ''نہ'' سے تفریق کیا جائے۔

دُلھن کو واو کے بغیر اور ''دولھا'' کو مع واو لکھنا چاہیے۔ اودھم کو اُدھم لکھنا فصیح ہے۔ برخاست کو برخواست لکھنا غلط ہے۔

''سین'' کو دندانے دار یعنی ''س'' کے بجاے کشش دار ''س'' لکھنے سے غلط نویسی کا امکان کم ہوجاتا ہے۔ جیسے یاس، پیاس۔

عربی لفظ قصّاب کی وجہ سے قصائی بھی صُواد سے لکھا جاتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ قصائی کو ''سین'' سے قسائی لکھنا چاہیے کہ یہ لفظ قساوت سے تراشا گیا ہے۔ قسائی کی تانیث کو قسائن لکھنا مناسب ہوگا، دھوبن اور مالن کی طرح۔

ص اور ض میں شوشہ لازمی جُز ہے۔ جیسے صبا، صیاد، صید، صیّاد، ضمیر اور ضعیف وغیرہ۔

نکہت...... اِس لفظ میں کاف ہے اِس کو ''گاف'' سے ''نگہت'' لکھنا غلط ہے۔

غضب عربی کا لفظ ہے اور اِس میں ''ض'' ہے۔ ایک دوسرا لفظ ہے غیظ، اِس میں ''ظ'' ہے۔ غیظ وغضب مُستعمل مُرکب ہے۔ اِس کو عموماً غیض وغضب لکھا جاتا ہے، یہ صحیح نہیں۔

رَضائی کو دوطرح لکھا گیا ہے: رزائی، رضائی۔ زیادہ مُستعمل رضائی ہے لہٰذا اِسی کو ترجیح دینا چاہیے۔

مطلع، بُرقع، موقع، مقطع، مصرع، موضع، مجمع، مطبع۔ جمع کی صُورت میں اِن الفاظ کا آخری حرف ''یے'' ہو جائے گا، مثلاً مصرے، مطلعے، بُرقعے وغیرہ۔

بعض جگہ اِن لفظوں کی جمع کے لیے ''ع'' کے ساتھ ''واو نُون'' کا اِضافہ ہو جائے گا، مثلاً: مطلعوں، مصرعوں، موقعوں وغیرہ۔

گنتی میں چھ کو چھے لکھنا چاہیے۔ گیارہ سے اٹھّارہ تک کی گنتی میں آخری حرف ''ہ'' ہے۔ اِن کے آخر میں اَلِف لکھنا ٹھیک نہیں۔ اُنّیس سے اڑتالیس تک کی گنتی میں ''سِین'' سے پہلے ''ی'' ہے مثلاً اکیس، بائیس، اکتالیس اور بیالیس وغیرہ۔ ۶۹ سے ۷۸ تک کی گنتی کو اِس طرح لکھنا چاہیے: اُنھتّر، ستّر، اکھتّر، بہتّر، تہتّر، چوہتّر ...... اَٹھتّر کے بعد کی گنتی میں عدد کو ہِندسے کی صُورت میں لکھ کر ''واں'' اور ''ویں'' کو اُس کے ساتھ لکھا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا، مثلاً ۷۹واں اور ۷۹ویں۔ دو لفظوں کو مِلا کر نہیں لکھنا چاہیے، مثلاً: خُوبصُورت کے بجائے ''خُوب صُورت'' لکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ اُردو میں مُرکبات کی تعداد بہت ہے۔ سابقوں اور لاحقوں سے مُرکب الفاظ بھی کثیر ہیں۔

''بہ'' لفظ کے شروع میں آئے یا درمیان میں اُسے الگ لکھنا چاہیے۔ اِسی طرح نفی کے حرف ''نہ'' کو بھی مِلا کر نہیں لکھنا چاہیے۔ ''بے'' کو بھی علاحدہ لکھنا مناسب ہوگا۔ مثلاً۔ بہ آسانی، بہ خُدا، بہ نظرِ کرم، بہ خوبی، بہ رنگِ میر، جا بہ جا، دم بہ دم، جاں بہ لب، نام بہ نام، نہ کرو، نہ کہو، نہ پوچھو، نہ جاتے، بے داغ، بے وفا، بے وجہ، بے وقت، بے کس، بے تاب، بے بس، بے باک۔ البتہ، بجز، بجاے، بہم، بغیر، بفضلہٖ اور ہمسر یہ الفاظ مفرد لفظوں کی طرح مخصوص ہو چکے ہیں لہٰذا یہ مُستثنا الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کم تر، خُوب تر، بیش تر البتہ بہتر کو مِلا کر لکھنا

چاہیے۔ غارت گر، نیل گوں، طرب زار، باغ بان، پری وش، بُت کدہ، کیونکہ، جب کہ، بہ شرطے کہ، غرض کہ، باوجودے کہ، اَن ہونی وغیرہ۔ چونکہ، بلکہ اور چنانچہ ایسے الفاظ ہیں اگر اِن کو الگ الگ لکھا جائے تو خاصے اجنبی اور نامانوس معلوم ہوتے ہیں لہٰذا اِن الفاظ کو بھی اِستثنای سمجھنا چاہیے۔

وہ اَلفاظ، جو اَب مفرد لفظ کی حیثیت رکھتے ہیں، اُنہیں بھی اِستثنای نوعیّت حاصل ہے لہٰذا اُنہیں مِلا کر لکھنا چاہیے، مثلاً: غمگیں، سرگیں، شرگیں، مشعلچی، لڑکپن، بچپن، خاکسار، شرمسار، شاخسار، بازیچہ، غالیچہ، پاسبان وغیرہ۔

اِنشا اللہ خاں اِنشاؔ کے مطابق جن ضمائر کے بعد ''ہی'' مُستعمل ہے وہاں ''ہی'' کو علاحدہ جُز کے بجاے ادغام کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے، مثلاً ''اُن ہی'' کی جگہ ''اُنہی''۔

ہاتھ کو غالبؔ ''ہات'' اور ہاتھی کو ''ہاتی'' لکھتے تھے۔ چاقو کو ''چاک کردن'' سے مشتق مان کر ''چاکو'' لکھا کرتے حال آں کہ ''چاقو'' ترکی لفظ ہے۔

جو لفظ مُشدّد ہے اُس پر تشدید کا نشان لگانا ضروری ہے۔ اُردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہے لہٰذا اُس پر جَزم لگانے کی ضرورت نہیں۔

جب اَلِف پر پیش یا زیر ہو اور اُس کے بعد کا حرف حرفِ صحیح ہو تو اَلِف پر اِعراب لگانا ضروری ہے، جیسے اِس، اُس، اِدھر، اُدھر وغیرہ۔ شکارپور، کانپور، ناگپور کے اِملا میں واو لکھا جاتا ہے لیکن اِس کا فصیح تلفّظ بغیر واو یعنی کان پُر، ناگ پُر اور شکار پُر ہے۔

ذکی اور زکی دو مختلف معنیٰ کے الفاظ ہیں۔ زکی اگر کسی کا نام ہو تو اُس کو ''زے'' سے لکھنا چاہیے، اِس لیے کہ ''زکی'' کے معنی ہیں پاک، جب کہ ذال سے ذکی کے معنیٰ تیز طرّار اور چالاک کے ہیں۔

زخّار کو ذخّار لکھنا غلط ہے۔ بعض لوگ دونوں کو بغیر نُون کے ''دونو'' لکھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ صحیح ہے: دونوں تینوں، چاروں، پانچوں۔

جو الفاظ اُردو میں مکمّل رچ بس گئے ہیں اور اُن میں کوئی غیریت محسوس نہیں ہوتی اُن میں ''ہ'' کی جگہ اَلِف لکھنا جائز ہے، جیسے مزہ کے بجائے مزا۔ غالبؔ نے لکھا ہے کہ ''مزہ اگر مُنہ کے ذائقے کے لیے نہ ہو تو

اَلِف سے لکھیں۔''

تشدید کی طرح اِضافت کا زیر لگانا بھی نہایت ضروری ہے۔ اِضافت کے بغیر ''سرورق'' اور مع اِضافت ''سرِورق'' دو مختلف المعنیٰ لفظ ہیں۔ مع اِضافت ''سرِورق'' کے معنیٰ ہوں گے کسی صفحے کا پہلا لفظ یا پہلی سطر، مثلاً: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

بغیر اِضافت جب ''سرورق'' کہا جائے تو اُس کے معنیٰ ہوں گے کتاب کا پہلا ورق۔ اِضافت کے ذریعے مُرکب کے پہلے لفظ کو ''مضاف'' اور دوسرے لفظ کو ''مضافِ الیہ'' کہتے ہیں۔

(۱) جلّ — جلّ جَلالہٗ کا مُخفّف۔ اَسمائے الٰہی پر لکھا جاتا ہے۔

(۲) ؐ — صلعم کی طرح یہ بھی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مُخفّف ہے۔

(۳) ؑ — یہ علیہ السلام کا مُخفّف ہے۔

(۴) ؓ — یہ رضی اللہ عنہ کا مُخفّف ہے۔

(۵) ؒ — یہ ''رحمت اللہ علیہ'' کا مُخفّف ہے۔

ـــ — شاعروں کے تخلّص کا نشان۔ اِسے ''ڈوئی'' کہتے ہیں۔

ع — یہ مصرعے کی علامت ہے۔

ـے — یہ نشان شعر کے لیے مختص ہے۔

ج — کثیر الجلد کتابوں میں یہ حرفی علامت جِلد کے لیے مخصوص ہے۔

ص۔ — یہ صفحے کا اشارہ ہے۔ اِس نشان کے اُوپر صفحے کا نمبر شمار درج ہوتا ہے۔ جیسے، ۱۰ص

ایضاً۔ — یہ ''//'' ایضاً کی علامت ہے۔ کسی لفظ یا عدد کو تواتر، تسلسل سے لکھنا ہوتو ''ایضاً'' لکھتے ہیں یا پھر ایضاً کا نشان بنایا جاتا ہے۔

الخ۔ اِلیٰ آخرہٖ۔ اِس سے مُراد ہے کہ عِبارت یہاں سے شروع ہو کر آخر تک جاتی ہے۔

۳، ۷: حاشیے کا نمبر شُمار بتانے کے لیے اِس طرح لکھا جاتا ہے۔

مُرکبِ توصیفی مُرکب کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے۔ اِس میں پہلا لفظ ''موصوف'' اور دوسرا لفظ ''صفت'' ہوتا ہے۔ اِس کے آخری حرف کے نیچے زیر ہوتا ہے۔ جیسے ''روزِ روشن'' میں ''روز'' موصوف ہے اور ''روشن'' صفت یہ مُرکبِ توصیفی ہے۔

دُرست اِملا ہی دراصل تلفظ کی دُرستی کا جواز بھی ہے۔ جملہ کس طرح لکھا جائے؟ یہ اِنشا کا مسئلہ ہے۔ چند لفظوں کی یک جائی سے جملہ مرتّب ہوتا ہے اور چند جملوں کی ترتیب سے عِبارت تیار ہوتی ہے۔ عِبارت کے حُسنِ تأثر کا سارا دار و مدار اِملا پر ہوتا ہے۔ اِس لحاظ سے عِبارت میں اِملا کی ایک بُنیادی اور نامیاتی حیثیت اہلِ حرف کے پیشِ نظر رہنی چاہیے۔

★ ★ ★ ★ ★

لکھنے کا واحد مقصد پڑھنے والے کو زندگی سے زیادہ قریب ہونے یا زندگی کو بہتر طریقے پر برداشت کرنے کے لائق بنایا جائے ...... جب جنسی خواہش کے مقابلے میں احساسِ جمال بہت زیادہ بڑھ جائے اور بہت گہرا ہو جائے تب جنسیّت، عشق کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے۔

فراقؔ گورکھپوری

(مَن آنم)

★ ★ ★ ★ ★

اُسلوب کو افکار اور جذبات کی نوعیت سے نہیں بلکہ شخصیّت کے رشتے سے پہچانا جاتا ہے۔ اُسلوب اُس نقش کا نام ہے جو شخصیت تحریر میں چھوڑتی ہے۔ یہ اُس کے اندازِ فکر، اُفتادِ طبع اور اپنے سلیقے سے زندگی کو نبھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہترین اُسلوب اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ لکھنے والا اپنے اُسلوب سے بے خبر اور اپنی شخصیّت سے باخبر ہوتا ہے۔

ممتاز حسین

(اَدب اور شعور)

تلفظات

PRONUNCIATION

ایسے مُرکب لفظ اُردو میں خاصی تعداد میں ہیں جنھوں نے عربی کے مطابق ''اَلِف لام'' کے ساتھ ترکیب پائی ہے۔ جیسے عظیم الشان، اختر الایمان۔ ایسے لفظوں کی دو صُورتیں ہیں: کچھ لفظوں میں اَلِف اور لام تلفظ سے باہر ہیں جیسے عظیم الشّان، مُرکبات میں ''لام'' کو تلفظ میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے اختر الایمان۔

اَلِف لام کی ترکیب کے لحاظ سے حروفِ تہجی کی دو قسمیں ہیں۔ حروف شمسی اور حروفِ قمری۔

حروفِ شمسی وہ حروف ہیں جن میں اَلِف لام آئے اور تلفظ میں شامل نہ ہو۔ وہ یہ ہیں:

ت، ث، د، ذ، ر، ز، ط، ظ، س، ش، ص، ض، ل، ن۔ جیسے: صاحب الزّمان، بالتّفصیل۔

حروف قمری وہ حروف ہیں جن سے پہلے اگر ''اِلف لام'' آئے تو ''لام'' تلفظ میں داخل ہوجائے۔ ب، ج، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ک، م، و، ہ، ی۔ مثلاً اناالحق، بالفعل۔

غلط	دُرست
اَبدی	اَبَدی
اَبلاغ	اِبلاغ
اَتمام	اِتمام
اِخلاق	اَخلاق
اَدارہ	اِدارہ

غلط	دُرست
اَدبار	اِدبار
اَزالہ	اِزالہ
اَزدواج	اِزدواج
اَساتذَہ	اَساتذہ
اَستغفار	اِستغفار
اَسراف	اِسراف
تحیَّر	تحیُّر
اَسوَہ	اُسوَہ
اَصابت	اِصابت
اِضلاع	اَضلاع
ذَکاوت	ذَکاوت
اَغوا	اِغوا
اَفاقہ	اِفاقہ
اَفراط	اِفراط
اَفشا	اِفشا
اَفطار	اِفطار
اُفَق	اُفُق
اَفلاس	اِفلاس
اَقامت	اِقامت
اَقربا	اَقرِبا

غلط	دُرست
اَقلیم	اِقلیم
اَکلوتا	اِکلوتا
اُمرا	اُمرا
اَمِن	اَمْن
اَنابت	اِنابت
اَصُول	اُصُول
اَنجُمن	اَنجُمن
اَنفاق	اِنفاق
بَاقَر	بَاقِر
بِگُولا	بَگُولا
خاطَر	خاطِر
بیخ کَنی	بیخ کُنی
بے نیل و مرام	بے نیلِ مرام
پس منظر	پسِ منظر
تبرَک	تبرُّک
تحمّل	تحُمّل
تذکرہ	تذکرہ
تلفظ	تلفُّظ
تواتَر	تواتُر
توَکَّل	توَکُّل

غلط	دُرست
جامعہ مسجد	جامع مسجد
اَنخلا	اِنخلا
اِنفَعَال	اِنفِعَال
برادر	بَرادر
بَضَاعت	بِضاعت
بُوچھاڑ	بَوچھاڑ
بِھنک	بَھنک
بے وُقُوف	بے وَقُوف
پوچھ گچھ	پوچھ گچھ
تَاجَر	تاجِر
تجَربہ	تجرِبہ
تدارِک	تدارُک
تفاوَت	تفاوُت
تَلاوت	تِلاوت
ٹسوے بہانا	ٹِسوے بہانا
ثقاہت	ثِقاہت
جبلّت	جِبلّت
رَکاب	رِکاب
جہر	جہر
جیب کُترا	جیب کَترا

غلط	دُرست
چپقِلش	چپقَلش
حُجلہ	حَجلہ
عَروج	عُروج
خطِّ اَستوا	خطِّ اِستوا
دَفاع	دِفاع
رِقابت	رَقابت
رَوَش	رَوِش
رَؤُسا	رَؤَسا
زِک	زَک
زِمیں دار	زَمیں دار
ساِغر	ساغَر
سَجُود	سُجُود
سَہولت	سُہولت
شان گمان	سان گمان
شُجرہ	شَجرہ
جَد وجہد	جِدّ وجہد/جُہد
جَزیہ	جِزیہ
چابک	چابُک
چکاچُوند	چکاچَوند
چُنگل	چَنگل

غلط	دُرست
حُجم	حَجم
حکُومت	حُکُومت
خودکُشی	خودکَشی
دَرُود	دُرُود
رَسُوخ	رُسوخ
رَکوع	رُکوع
زُعم	زَعم
تبَصرہ	تبصِرہ
سَیاحت	سِیاحت
شرف	شَرَف
شکست	شِکَست
شِگُون	شُگُون
شَمولیت	شُمولیت
شَنوائی	شُنوائی
صَنفِ نازک	صِنفِ نازک
ضَرَب	ضَرب
طَبری	طَبَری
ظَہُور	ظُہور
عَتاب	عِتاب
عَلاحَدہ	عَلاحِدہ

غلط	دُرست
عُنقا	عَنقا
غَرض	غَرَض
سُبُک	سَبُک
غلط	غَلَط
کارِستانی	کارَستانی
کِشتی	کَشتی
کِنارہ	کَنارہ
شَگوفہ	شِگوفہ
شَمُول	شُمُول
صَعُوبَت	صُعُوبَت
ضَابَطہ	ضَابِطہ
ضَرار	ضِرار
طُعَام	طَعَام
ظَرَف	ظَرف
عَارَضہ	عَارِضہ
عَربی	عَرَبی
عَیَادت	عِیَادت
غَرُوب	غُرُوب
قِرَت	قِرَأت
شَگُفتہ	شُگُفتہ

غلط	دُرست
گَرداب	گِرداب
لَامُحالہ	لَامَحالہ
مَاخِذ	مَاخَذ
مُبادا	مَبادا
مُبالِغہ	مُبَالَغہ
کِھلبَلی	کَھلبَلی
مُتَاثَّر	مُتَاثِّر
مُتَعَجَب	مُتَعَجِب
مُتَمدن	مُتَمدِّن
مُتواتَر	مُتواتِر
مُتَواضُع	مُتَوَاضِع
سَقُوط	سُقُوط
مُجَدّد	مُجِدّد
مُحترِم	مُحتَرَم
صَحن	صِحن
مُخالِفت	مُخالَفت
مَدرِسہ	مَدرَسہ
مُذلِّت	مُذلَّت
مَزاح	مِزاح
مُسابِقَت	مُسابَقَت

غلط	دُرست
لَاحَق	لَاحِق
لَزُوم	لُزُوم
مُبارِک	مُبارَک
مُتابِعت	مُتابَعت
مُتموَّل	مُتَموِّل
مَتوازی	مُتوازی
مُتوَّجہ	مُتوجِّہ
مَجاور	مُجاوِر
مُحترِمہ	مُحترَمہ
مُخاطِبت	مُخاطَبت
مُدافِعت	مُدافَعت
مِزار	مَزار
مُشابِہت	مُشابَہت
مُشاہِدہ	مُشاہَدہ
مُعاہِدہ	مُعاہَدہ
مَصحَف	مُصحَف
مُضرت	مَضَرّت
مُطالِبہ	مُطالَبہ
مُطلِق	مُطلَق
مَطلَّع	مُطَّلِع

غلط	دُرست
مُعِّما	مُعَمّا
مَعنُون	مَعنُون
مَقابِل	مُقابِل
مُکالِمہ	مُکالَمہ
مُمانِعت	مُمانَعت
مُنافِقت	مُنافَقت
مُنحِصر	مُنحَصِر
مَنشیات	مُنَشّیات
مُنقطَع	مُنقَطِع
مُشاعِرہ	مُشاعَرہ
مَشقّت	مُشَقّت
مُصالِحت	مُصالَحت
مُطالِعہ	مُطالَعہ
مُعتمِد	مُعتَمَد
مَقدَرت	مَقدُرت
مَن وعَن	مِن وعَن
مُناسِبت	مُناسَبت
خِیال	خَیال
مَنزِلت	مَنزَلت
مَنطَق	مَنطِق

غلط	دُرست
مُنفِعت	مُنفَعت
ناراضگی	ناراضی
نَذَر	نذر
نُکات	نِکات
وَجدان	وِجدان
وَزارت	وِزارت
وَصول	وُصول
کِفالت	کَفالت
وَقوع	وُقوع
وَلادت	وِلادت
ویدَک	ویدِک
ہَدایت	ہِدایت
عَبوری	عُبوری
ہمہ شمہ	ہَما شُما
یَبُوست	یُبُوست
یُورَش	یُورِش
نِفاست	نَفاست
نِماز	نَماز
وَاپِس	وَاپَس
وُرثا	وُرَثا

غلط	دُرست
وُساطَت	وَساطَت
وَفاق	وِفاق
وُقعَت	وَقعَت
وَلایت	وِلایت
ہَجُوم	ہُجُوم
جِیب	جَیب
ہِلاک	ہَلاک
کَیَم	کُیَم
یُوسَف	یُوسُف
وَقَت	وَقت
ہَوِس	ہَوَس
وَزَن	وَزن
صَبَر	صَبر
مُہذِّب	مُہذَّب
شورَش	شَورِش
سِمت	سَمت
اِستَدُعا	اِستِدَعا
تِشنگی	تَشنگی
جِین	جَین
نَشوُنما	نَشو ونُما

غلط	دُرست
مُہاجَر	مُہاجِر
نِشاط	نَشاط
اَمَر	اَمر
آتِش	آتَش
سُراب	سَراب
نَقاب	نِقاب
فِضا	فَضا
قُمار بازی	قِمار بازی
مُصطُفٰی	مُصطَفٰی
مُعَالَجہ	مُعالجہ
زِوال	زَوال
غُیُور	غَیور
بچگانہ	بچکانہ
قائمقام	قائم مقام
بچّت	بچت
مُطلُق العَنان	مُطلَق العِنان
جانثار	جاں نثار
عَشرِ عَشیر	عُشرِ عَشیر
عافیّت	عافیت
مُتفِقّہ	مُتفقہ

غلط	دُرست
مُرمّت	مَرمّت
مُذمّت	مَذمّت
گُرّہ	گِرہ
اَش اَش	عَش عَش
سَمَندَر	سَمُندَر
حَلف	حَلف
وَہی (وہ اور ہی کا مُرکب)	وُہی

★ ★ ★ ★ ★

شعرفہمی بھی ایک خاص طرح کی مناسبتِ طبع کا مطالبہ کرتی ہے۔ شعرگوئی کی طرح شعرفہمی بھی اِلہامی قوّت چاہتی ہے۔ دونوں ''سعادتوں'' میں سے کوئی بھی سعادت زورِ بازو سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ کسی نظم کا سمجھنا غزل کے مختلف اور متنوع اَشعار کے سمجھنے سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ نظم کی ساخت خیالوں کے دَر و بست اور اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے ایک پیچیدہ عمل بَن جاتی ہے جس میں مرکزی خیال کا ڈھونڈ نکالنا بعض اوقات آسان نہیں ہوتا۔ لیکن غزل میں یہ دشواری نہیں ہوتی۔ شعر کو شاعر سے الگ کر کے سمجھنے سے وہی دشواریاں ہوں گی جو حاؔلی کے اِس شعر کو سمجھنے میں پیش آرہی ہیں:

حاؔلی، اب آؤ، پیرویِ مغربی کریں　　　بس اِقتدائے مصحؔفی و میؔر کر چکے

بہت سے لوگ اِس شعر کو پڑھتے ہوے حاؔلی کو بُھول جاتے ہیں، صرف لفظوں کو دیکھتے ہیں اور یہیں شعر کو سمجھنے کا خون ہو جاتا ہے اور شعرفہمی ایک اندھے کی لاٹھی بَن جاتی ہے۔ شعرفہمی ترتیبِ ذوق کے لیے وسیع مطالعہ چاہتی ہے اور ذہنی وسعت بھی۔

سیّد احتشام حسین
(تنقید اور عملی تنقید)

تذکیر و تانیث

MASCULINE-FEMININE

تذکیر: یہ لفظ عربی مؤنث ہے اور اِس کا مطلب مُذکر یا نَر ہونا ہے۔

تانیث: یہ لفظ عربی مؤنث ہے لیکن اِس سے مُراد مؤنث یا مادہ ہونے کی علامت ظاہر کرنا ہے۔

قواعد کے اَساتذہ نے حرف کی تقسیم، بہ لحاظِ مُذکر و مؤنث، کچھ اس طرح سے کی ہے:

حروفِ مُذکر: ا۔ج۔س۔ش۔ص۔ض۔ع۔غ۔ک۔گ۔ل۔م۔ن۔و ہیں

حروفِ مؤنث: ب۔چ۔ح۔خ۔د۔ڈ۔ر۔ڑ۔ز۔ژ۔ط۔ظ۔ف۔ہ۔ی شمار کیے جاتے ہیں۔

زبانوں کے نام مؤنث ہوتے ہیں۔ مثلاً اُردو، فارسی، عربی، ہندی، فرنگی۔

دنوں اور مہینوں کے نام مُذکر ہیں۔ صرف جمعرات مؤنث ہے۔

نمازوں کے اوقات مؤنث بولے جاتے ہیں۔ فَجر۔ ظہر۔ عَصر۔ مَغرب۔ عِشا۔

آواز کی مناسبت سے دیگر آوازوں کو بھی مؤنث لکھنا فصیح ہے۔ مثلاً: سائیں سائیں۔ دھڑ دھڑ۔ کھٹ کھٹ

عربی کے وہ الفاظ، جن کے آخر میں ''ت'' آتی ہے، مؤنث ہوتے ہیں۔ مثلاً: راحت۔ ندامت۔ عنایت۔ محبّت۔ شکایت۔ حسرت وغیرہ۔

جو عربی الفاظ ''مفاعلہ'' کے وزن پر آتے ہیں وہ مُذکر ہیں۔ جیسے مشاعرہ۔ مسالمہ۔ مذاکرہ۔ مناظرہ۔ معاملہ وغیرہ لیکن یہی الفاظ جب ''مفاعلت'' کے وزن پر آتے ہیں تو مؤنث ہو جاتے ہیں۔ جیسے معاملت۔ مصاحبت، مسافرت۔ مشارکت وغیرہ۔ تمام عربی لفظ بروزنِ ''تفعیل'' مؤنث ہوتے ہیں۔ مثلاً: تحریر۔ تقریر۔ تاثیر وغیرہ بہ اِستثنیٰ تعویذ۔

''سانس اور فکر'' مُذکر مؤنث دونوں طرح جائز ہے۔ لفظ ''آب شار'' بھی مذکر مؤنث دونوں طرح سے دُرست ہے۔

عربی و فارسی کے وہ تمام الفاظ، جن کے آخر میں ''ہ'' آتی ہے، اکثر مُذکر ہوتے ہیں۔ مثلاً: نسخہ۔ صفحہ۔ روزہ۔ دَورہ۔ طُرہ۔ شیشہ۔ پیمانہ وغیرہ بہ اِستثنیٰ دفعہ اور توبہ۔

وہ تمام فارسی الفاظ، جن کے آخر میں ''شین'' ہے، مؤنث ہوتے ہیں، جیسے خواہش۔ کاوش۔ دانش۔ بارش۔ رنجش وغیرہ لیکن جوش۔ نوش اور خروش مُذکر ہیں۔

''آب'' پانی کے معنوں میں مُذکر اور چمک کے معنوں میں مؤنث ہے۔

لفظ ''گزر'' مُذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مُذکر گزرنے کے معنوں میں آتا ہے، مثلاً: جب میرا گزر ہوا۔ مؤنث بہ معنی گزر اوقات، مثلاً: اب میری گزر نہیں ہوتی۔

عرض، طول کی ضد، مُذکر ہے یعنی اس مکان کا عرض۔ عرض بہ معنی اِلتماس مؤنث ہے جیسے میری یہ عرض ہے۔

لفظ تکرار بحث اور قضیے کے معنوں میں مؤنث ہے، مثلاً: میری اُس سے تکرار ہوئی۔ یہ لفظ مُذکر اُس وقت ہوتا ہے جب کسی لفظ کے مُکرّر استعمال کے حوالے سے آتا ہے۔

شاخ کو مؤنث اِس لیے کہا جائے کہ ٹہنی یا ڈالی مؤنث بولی جاتی ہے۔

سال کے لیے مُذکر آتا ہے اِس لیے کہ برس مُذکر ہے۔

لفظ اِملا عام طور سے مذکر ہے مگر اہلِ لکھنؤ کے لیے مؤنث ہے۔

لفظ ''مالا'' دہلی اور اُس کے نواح میں مؤنث ہے مگر اہلِ لکھنؤ کے درمیان مُذکر۔

جن الفاظ کے آخر میں گاہ ہوتا ہے وہ مؤنث ہوتے ہیں، مثلاً: درس گاہ۔ قیام گاہ۔ بندرگاہ وغیرہ۔ آب وہوا۔ دوات وقلم۔ ردّوبدل۔ مال ومتاع۔ نان ونمک۔ کشت وخون اس طرح کے مُرکبات میں آخری لفظ اگر مؤنث ہو تو مؤنث لکھنا چاہیے اور اگر مُذکر ہو تو مُذکر لکھا جائے گا۔

''زار'' جس لفظ کا لاحقہ ہوگا اُسے مُذکر بولا جائے گا، مثلاً: آزار۔ چمن زار۔

’’ستان‘‘ جس لفظ کا لاحقہ ہوگا وہ مؤنث بولا جائے گا بجز گلستاں اور بوستاں کے۔

ستاروں اور رنگوں کے تمام نام مذکر ہیں۔

عاشق و معشوق کے ہم معنی الفاظ مذکر بولے جائیں گے۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’بند‘‘ ہے یعنی گلوبند۔ نظر بند۔ کمر بند مذکر ہیں۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’آب و تاب‘‘ ہو یعنی ’’تالاب‘‘ اور ’’مہتاب‘‘ بجز تاب کے مذکر ہیں۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’بان‘‘ ہے، نگہبان۔ مہربان بجز آن بان کے مذکر ہیں۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’دان‘‘ ہے، خاندان۔ قدردان مذکر ہیں۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’سار‘‘ ہو، کہسار۔ سنسار مذکر ہیں۔

جن الفاظ کا لاحقہ ’’بار‘‘ ہو، بُردبار۔ رَودبار مذکر ہیں۔

جن الفاظ کے آخر میں ’’پن‘‘ ہوتا ہے، بے ساختہ پن۔ دیوانہ پن مذکر ہیں۔

جن الفاظ کے آخر میں ’’کار‘‘ ہو یعنی سرکار، پرکار مؤنث ہے۔

جن الفاظ کے آخر میں ’’نی‘‘ آئے، روشنی۔ چاندنی مؤنث ہیں۔

عموماً وہ الفاظ، جن کے آخر میں ’’اَلِف‘‘ یا ’’ہائے ہوز‘‘ ہوتی ہے، یا عربی، فارسی کے وہ الفاظ، جن میں ہائے ہوز (ہ) ’’اَلِف‘‘ کی آواز دیتی ہے، مذکر ہوتے ہیں، مثلاً: پیشہ، دریا، خزانہ، تارا، پردہ، لالہ، شیشہ، سایہ، دلاسا، چھالا، تنکا، ہفتہ، نشانہ، پروانہ، دانا، گناہ، ہاتھ، ساتھ، دُکھ وغیرہ۔

فارسی، عربی اور ہندی کے بعض الفاظ، جن کے آخر میں ہائے ہوز ہے، مؤنث ہیں، مثلاً: راہ، پناہ، درگاہ، تنخواہ، سپاہ، خانقاہ، ٹوہ، جگہ، گرہ، توجہ، سوجھ، بوجھ، راکھ، ساکھ، رتھ، نتھ، توجیہہ، تشبیہہ، اِبتلا، اِبتدا، اِنتہا، ایذا، اِلتجا، دُعا، تمنّا، وفا، اِستدعا مؤنث ہیں لیکن بہ اِستثنیٰ تماشا۔

جو الفاظ برتاؤ اور بچاؤ کے ہم قافیہ ہوں گے وہ مذکر ہیں، مثلاً: لگاؤ، اٹکاؤ، تاؤ، جماؤ، بہاؤ، دباؤ، جھکاؤ، کٹاؤ، رَچاؤ، کھنچاؤ وغیرہ۔ لکھنے والا قلم مذکر ہے لیکن بالوں کی قلم اور درخت کی شاخ مؤنث ہیں۔ کسی نے

غالبؔ سے پوچھا کہ قلم اور گل قند مؤنث ہیں یا مذکر۔ غالبؔ نے کہا: ’’میاں قلم کی تو وضع پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں مذکر ہوں۔ رہا گل قند، سو اِسے کھانے کے بعد پتا چل جائے گا کہ واقعی گل قند مذکر ہے۔‘‘

بول چال میں لفظ ’’وادی‘‘ کو مؤنث ہی کہا جاتا ہے لیکن امیرؔ مینائی نے اسے مذکر باندھا ہے۔

ع ہم سے وحشت میں جُدا وادیِ ایمن نہ ہوا

لیکن ذرا اقبالؔ کو دیکھیے:

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے؟
عشقِ بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں

’’وادی‘‘ کے ہم قافیہ بیشتر الفاظ، مثلاً: آبادی، شادی، بربادی، آزادی، جلّادی اور صیّادی مؤنث ہیں۔

مندرجہ ذیل الفاظ لکھنؤ میں بہ کثرت مذکر استعمال ہوتے ہیں اور دہلی میں مؤنث حرکات۔ سکنات۔ عادات۔ صِفات۔ خدمات۔ آفات۔ وہ الفاظ جو جمع مؤنث تھے لیکن واحد مؤنث استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: کرامات۔ خیرات۔ صلوات۔ واردات۔ حکایات۔ حاضرات۔ حوالات۔ غایات۔ آیات۔ ظلمات۔ تعینات

لیکن اِن میں حالات اور اِشارات مذکر استعمال کیے جاتے ہیں۔

تمتماہٹ۔ جگمگاہٹ۔ آہٹ۔ بناوٹ۔ کھچاوٹ۔ گھبراہٹ۔ سجاوٹ۔ گدراہٹ۔ مِلاوٹ۔ گُھلاوٹ اور سرسراہٹ مؤنث ہیں۔

بہ قول جوشؔ:

خلوتوں میں راگنی کی طرح ہے گونجی ہوئی
اِک ملائم سرسراہٹ ریشمی ملبوس کی

اِسی طرح تھکان۔ پہچان۔ اُٹھان۔ ڈھلان اور اُڑان مؤنث ہیں لیکن مچان۔ چالان۔ تھان۔ اَشنان۔ اِس زُمرے میں نہیں آتے کہ یہ مذکر ہیں۔

جن الفاظ کے آخر میں ’’پوش‘‘ آتا ہے وہ مذکر شمار ہوتے ہیں، مثلاً: خوان پوش۔ پلنگ پوش۔ بالا پوش۔

گُل پوش لیکن پاپوش مؤنّث ہے۔ عقل۔ نقل۔ فہم۔ فکر۔ بصر۔ نظر۔ حرص اور طمع مؤنّث ہیں۔ اِس کے برعکس رقص۔ مکر۔ فقر۔ ذکر۔ قتل اور حُسن مذکر ہیں۔

''اب کے'' یا ''اب کی''...... ''اب کے'' مُذکّر ہے اور ''اب کی'' مؤنّث۔ اب کے سال اور اب کے ہفتے مُذکّر اور اب کی فصل، اب کی بار مؤنّث ہیں۔

غالبؔ کے مطابق:

ے کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال
کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

قلم تراش دبستانِ لکھنؤ میں مؤنّث اور دبستانِ دہلی میں مُذکّر بولا جاتا ہے۔ قلم رَو دونوں طرح مُستعمل ہے۔ دبستانِ لاہور اور پورب میں دہی مؤنّث بولا جاتا ہے لیکن عام طور پر یہ لفظ دونوں طرح آیا ہے۔ رائتا لکھنؤ میں مؤنّث ہے، دہلی اور اُس کے نواح میں مذکر بولتے ہیں کیونکہ اِس لفظ کا آخری حرف ''اَلِف'' علامتِ تذکیر ہے۔

لفظ ''حمد'' مؤنّث ہے مگر ناسخؔ نے اِسے مُذکّر لکھا ہے:

ع حمد اُس رزّاقِ توانا کا

امیرؔ مینائی مؤنّث لکھتے ہیں:

ع خُدا کی حمد کی ہم نے بُتوں کے رُوبہ رُو برسوں

اکثریت کے نزدیک حمد کا مؤنّث ہونا صحیح ہے۔

اسٹیشن۔ ریل اور ریڈیو کی طرح لفظ ''ٹکٹ'' بھی اُردو روزمرّہ میں دیرینہ رائج ہے۔ ''ٹکٹ'' مُذکّر ہے لیکن غالبؔ نے اپنے ایک خط مورخہ ۱۶ اپریل ۱۸۶۵ء میں ''ٹکٹ لِپٹنی بُھول گیا'' یعنی ٹکٹ کو مؤنّث لکھتے ہیں۔

اعتنا دونوں طرح لکھا گیا ہے مگر فُصحا زیادہ تر مؤنّث کے حق میں ہیں۔

غور۔ طرز۔ نقاب۔ متاع۔ قامت۔ ابرُو مذکر اور مؤنّث دونوں طرح جائز ہیں۔

عندلیب اپنی خُوش رنگی اور خُوش نوائی کی وجہ سے بُلبل کی مترادف ہے لہٰذا مؤنّث لکھی جاتی ہے۔

بہ قولِ تسلیمؔ:

ے کہتے ہیں فصلِ گُل تو چمن سے گزر گئی
اے عندلیب تُو نہ قفس بیچ مر گئی

بُلبل اپنی نازک اندامی اور حُسن کے اعتبار سے مؤنّث ہے بعض اِسے مذکر لکھتے ہیں۔

سیّد اِنشاؔ کے مطابق:

ع بُلبل اُداس بیٹھی ہے اِک سوکھی شاخ پر

میر انیسؔ کے ہاں:

ع بُلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

اقبالؔ کے نزدیک:

ے ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا بُلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا

صاحبِ ''منشورات''، پنڈت دتاتریہ کیفی، کہتے ہیں کہ ''اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بُلبل پھول پر عاشق ہے، اور عاشق مُذکّر ہوتا ہے، تو ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ پھول چونکہ مُذکّر ہے اور بُلبل اُس پر عاشق ہے اس لیے مُذکّر کی عاشق مؤنّث ہی ہوسکتی ہے۔''

کچھ الفاظ ایسے ہیں جو کبھی مُذکّر تھے لیکن بعد میں مؤنّث ہو گئے۔ کچھ تانیث تھے لیکن اب تذکیر کے باب میں شامل ہیں، مثلاً مظہر جانِ جاناں کے وقتوں میں ''توقع'' مُذکّر تھا:

ع یا شاہ! توقع ہے ترے لطف و کرم کا

لیکن غالبؔ تک پہنچ کر یہ لفظ مؤنّث ہو گیا:

ع جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ

دبستانِ لاہور الفاظ کی صحت کے بارے میں دبستانِ دہلی کو مُستند سمجھتا ہے۔ اُردو کے اکثریتی حلقوں میں دبستانِ دہلی کے برتاؤ کو تقدّم حاصل ہے۔

تذکیروتانیث کی بابت غالبؔ کے دومکتوبات بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

خط بہ نام مرزا یوسف علی خاں ۱۸۵۶ء:

غالبؔ لکھتے ہیں کہ ’’تذکیروتانیث ہرگز متفق علیہ نہیں۔ اِس باب میں کسی کا کلام حجت اور بُرہان نہیں ہے۔‘‘

خط بہ نام میر مہدی مجروحؔ ۱۸۶۳ء:

غالبؔ راقم ہیں کہ ’’تذکیروتانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس پر حکم کیا جائے۔‘‘

★★★★★

سیّدالشرفا۔۔۔ جس چت کبرے معاشرے میں نیم اَدبی حیثیت تعلّقاتِ عامہ کے آکسیجن تلے دَم پکڑ رہی ہو، جہاں روزگاری منصب کی رعایت سے اَدب کے درجۂ اوّل کی بالانشینی کا زیرِلب مطالبہ ہو رہا ہو، جہاں اپنے دیرپا قیام کے لیے عالمانہ سے زیادہ کالمانہ سرگرمی کا غُلغلہ ہو وہاں پہلے تو آپ تخلیقی انہماک کی پرہیزگاریوں پرلعنت کی خاک ڈالیے پھر حفظِ مراتب کے تقاضوں پر ’’آخ تھو‘‘ کیجیے۔

سیّدی! ذرا اِس طُرفگی پر بھی نظر رکھیے کہ بیشتر نام نہادیے نجی صُحبتوں کے درمیان اَدب میں سنجیدہ رَوی کی ضرورتوں پر بالاشتیاق تمکین بیانی میں ملوّث رہتے ہیں۔ اپنی خفیف نظم اور نحیف نثرچے کے ذریعے بالقصد اعلا خیالی کی نمائش بَرپا کرنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ پھر اُس پر یہ تماشا کہ ساری شعبدہ گری، تشہیری احتیاط کی دانستہ پردگی کے باوجود ’’نچلے طبقے والی ذہنیت‘‘ (Low Class Mentality) کی آڑ میں جھٹ پٹ برہنہ بھی ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ ’’ولد الافلاس رویّہ‘‘ اور سفلہ پن بڑے کچوکے لگاتا ہے۔

مصطفٰی زیدی

(مکتوب بہ نام سیّد سبطِ حسن، ۲۷ نومبر ۱۹۶۹ء)

وَاحِد۔جَمع

SINGULAR - PLURAL

اِسمِ عام ایک ہوتا ہے یا پھر ایک سے زاید۔ ایک کو واحد اور ایک سے زاید کو جمع کہتے ہیں۔ اُردو میں تثنیہ نہیں ہوتا۔ تثنیہ اُسے کہتے ہیں جس میں دو کا جمع ہونا پایا جائے، مثلاً: عربی میں والدین، طرفین، قطبین وغیرہ۔ یہ ترکیبی صُورت اُردو میں مفقود ہے۔ اُردو میں سوائے اُن الفاظ کے جن کے آخر میں اَلِف یا کوئی اور ہم آواز حرف مثلاً ’’ہ‘‘ یا ’’ع‘‘ ہوتا ہے، مُذکّر کی صورت، واحد اور جمع میں، یکساں رہتی ہے۔

جن واحد مُذکّر الفاظ کے آخر میں ’’اَلِف‘‘ یا ’’ہ‘‘ آتی ہے جمع میں ’’اَلِف‘‘ یا ’’ہ‘‘ یائے مجہول میں بدل جاتی ہے، مثلاً: واحد لڑکا، جمع لڑکے۔ واحد پردہ، جمع پردے۔ جن الفاظ کے آخر میں ایسی ’’ہ‘‘ ہوتی ہے جو ’’الف‘‘ کی آواز دیتی ہے وہ فارسی یا عربی ہوتے ہیں، مثلاً: بندہ، دیوانہ، تماشہ، جلسہ وغیرہ۔ یہ الفاظ یائے مجہول کے ساتھ جمع ہو جائیں گے، مثلاً: بندے، دیوانے، تماشے، جلسے وغیرہ۔

بعض واحد مُذکّر لفظ، جن کے آخر میں اَلِف ہوتا ہے، جمع میں ’’یے‘‘ سے نہیں بدلتے، مثلاً: راجا، داتا وغیرہ، رشتے داروں کے نام، مثلاً: دادا، ابّا، تایا، چچا۔

فارسی کے اِسمِ فاعل جیسے دانا، بینا، آشنا، شناسا۔

جن واحد مُذکّر الفاظ کے آخر میں ’’اَلِف‘‘ یا ’’ہ‘‘ نہیں ہوتی اُن کی واحد اور جمع میں ایک ہی صُورت رہتی ہے، مثلاً: واحد، بھائی آیا۔ جمع، بھائی آئے۔ واحد، گھر بَن گیا۔ جمع، گھر بَن گئے۔ جن واحد مُذکّر الفاظ کے آخر میں ’’اَلِف‘‘ اور ’’نُون غُنّہ‘‘ ہوتا ہے اُن کی جمع میں واحد کا اَلِف ’’ء ے‘‘ بدل جاتا ہے، جیسے دھواں سے دھوئیں، کنواں سے کنوئیں۔ جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں ’’یے‘‘ ہو اُن کی جمع کے لیے ’’یے‘‘ کے بعد

"اَلِف نُون" بڑھا دیتے ہیں، مثلاً: کرسی سے کرسیاں، لڑکی سے لڑکیاں۔

جن مؤنّث واحد الفاظ کے آخر میں اَلِف ہوتا ہے جمع میں اُس کے "ء، ی، ں" بڑھا دیتے ہیں مثلاً: تمنّائیں، اَدائیں، ہوائیں۔

جن مؤنّث واحد الفاظ کے آخر میں "یا" ہو اُن کی جمع میں "نُون غُنّہ" بڑھا دیتے ہیں، گڑیا سے گڑیاں، چڑیا سے چڑیاں۔

جن مؤنّث واحد الفاظ کے آخر میں "ی، اَلِف اور یا" نہ ہو تو اُن کی جمع کے لیے آخر میں "یے نُون" بڑھا دیا جاتا ہے، مثلاً: کتاب سے کتابیں، بات سے باتیں، رات سے راتیں۔

جن الفاظ کے آخر میں "واؤ" ہوتی ہے، خواہ وہ مُذکّر ہوں یا مؤنّث، حرفِ ربط کے آنے سے اُن کی جمع دونوں صورتوں میں ایک ہی رہتی ہے، یعنی آخر میں "واؤ اور نُون" کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً آرزو سے آرزوؤں، آنسو سے آنسوؤں وغیرہ۔ عربی، فارسی اور ہندی کے تمام واحد الفاظ اُردو میں "واؤ اور نُون" کے الحاق سے بہ آسانی جمع کر لیے جاتے ہیں۔ اِس عمل کو مُورّد کہا جاتا ہے، مثلاً: حسرت سے حسرتوں، محفل سے محفلوں اور ہندو سے ہندوؤں وغیرہ۔ لفظ "معنی" جمع ہے لیکن بعض اَساتذہ نے اِسے واحد بھی باندھا ہے۔

مثلاً: نسیمؔ دہلوی:

؎ مطلب کی بات کہہ نہ سکے اُن سے رات بھر
معنی بھی مُنہ چُھپائے ہوئے گُفت گو میں تھا

مرزا غالبؔ:

؎ نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مِرے اَشعار میں معنی نہ سہی

دونوں کان اور آنکھیں سُننے اور دیکھنے کے حوالے سے صرف ایک ہی فعل انجام دیتے ہیں لہٰذا صرف ایک فعل سرزد ہونے کی بنا پر اُنہیں واحد لکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح لب، گیسو اور رُخسار بھی واحد شُمار کیے جاتے ہیں۔

شعریات

تاہم جہاں ضرورت ہو وہاں جمع یعنی لبوں، آنکھوں، گیسوؤں اور رُخساروں لکھنا بھی دُرست ہے۔

جرأتؔ نے "حکایات" کو واحد لکھا ہے اور یہ واحد ذوقِ سلیم پر زیادہ گراں بھی نہیں گزرتا۔

؎ اِمشب تری زُلفوں کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے، کیا رات ہے، کیا رات ہے واللہ

میر حسنؔ نے بھی "حکایات" کو واحد لکھنے کا خُوب قرینہ نکالا ہے:

؎ کٹی رات حرف و حکایات میں
سحر ہو گئی بات کی بات میں

لفظ کی جمع "لفظیں" بنا کر اہلِ لکھنؤ مؤنّث استعمال کرتے ہیں بلکہ واحد کی حالت میں بھی اِسے مؤنّث لکھتے ہیں۔ بہ قول جلیلؔ مانک پوری: "جب لفظ کی جمع "الفاظ" موجود ہے تو پھر "لفظیں" کہنے کا جواز کیا ہے؟ لفظ مُذکّر ہے لہٰذا اِس کی جمع بھی مُذکّر ہو گی۔"

"واردات" بہ معنی حادثہ جمع کی صورت ہے لیکن واحد مؤنّث لکھتے ہیں۔

بہ قول میر حسنؔ:

؎ وہ اپنے دِلوں سے تو ہے نیک ذات
ہوئی اُس پہ کیا جانے کیا واردات

شروعات	شروع کی جمع	واحد مستعمل ہے۔
بطون	بطن کی جمع	واحد جائز ہے۔
رفاہ	رِفہ کی جمع	واحد لکھا جاتا ہے۔
تحقیقات	تحقیق کی جمع	لیکن واحد فصیح ہے۔

کائنات، واردات، خیرات، حاضرات، فتوحات، حوالات، تسلیمات اور موجودات جمع ہونے کے باوجود واحد ہیں۔ علاوہ ازیں ''یات'' کے لاحقے کی نسبت سے دینیات، نفسیات اور معاشیات بھی واحد ہیں۔

معنیٰ...... یہ لفظ واحد ہے لیکن اِسے جمع بھی استعمال کرتے ہیں۔

احوال......سیّد سلیمان ندوی کا قول ہے کہ ''احوال عربی میں جمع ہی کیوں نہ ہو لیکن اُردو میں واحد مستعمل ہے لہٰذا یہ لفظ واحد ہی دُرست ہے۔''

★★★★★

اُردو کے تین مرکز ہیں: یوپی، حیدرآباد، لاہور۔ لیکن اہلِ بینش یہ بات گاہے گاہے بُھول جاتے ہیں کہ یوپی میں یہ زبان خودرَو ہے۔ حیدرآباد میں یہ زبان ایک والیِ سلطنت کے سایۂ عاطفت میں پل رہی ہے اور صرف لاہور ہی ایک ایسا علاقہ ہے، جہاں اُس کی نشو ونُما محض خُونِ عُشّاق کی مرہونِ منّت ہے۔ جس جگہ یہ زبان خودرَو ہے وہاں خودبین بھی ہے۔ جہاں اتالیقِ شاہی سے تعلیم پا رہی ہے وہاں عوام سے کچھ کھچ کے رہتی ہے لیکن لاہور میں اِس زبان کی حالت ایک ہونہار اور تنومند نوخیز کی سی ہے جس کا خُون گرم ہے اور جو چھلانگیں مارتا جا رہا ہے اور اِس بات کی پروا بھی نہیں کرتا کہ اُس کا ہر قدم پگڈنڈی پر پڑتا ہے یا نہیں۔

پطرسؔ بخاری

(یکے از نیاز مندانِ لاہور)

★★★★★

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ مَیں صرف مُبہم بات کہنے کا عادی ہُوں لیکن ذرا سا تفکّر اُنہیں سمجھا سکتا ہے کہ اور باتوں کی طرح اِبہام بھی ایک اضافی تصوّر ہے۔ اِبہام دراصل ہمارے سمجھنے میں ہوتا ہے، یعنی ہماری ذات میں......لیکن ہم بے خبری میں اِسے شاعر کے سَر منڈھ دیتے ہیں۔

میراجی

(میراجی کی نظمیں)

مُنافات

OPPOSITES

تعرَف الاشیاء باضدادِ ہا......اضداد کے ذریعے اشیا کی پہچان حاصل کرو۔

اِس عربی قول کی روشنی میں کسی بھی لفظ کے معنوی اِحاطے کے لیے اُس لفظ کا بہ اعتبارِ معنیٰ برعکس لفظ نہایت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ اِسے اِصطلاح میں ضِدّین اور نقیضین کے علاوہ مُنافات بھی کہتے ہیں یعنی ایک دوسرے کی نفی کرنا۔ یہ ضِد اور نفی تفہیم کے لیے اِنتہائی مؤثر ہوتی ہے۔ اہلِ منطق عموماً ضِد کے ذریعے اصل لفظ کی مختلف جہتوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں شاعری میں اِس کی ضرورت و اشگاف ہے یعنی شعر میں رعایتِ لفظی کی خاطر تضاد کے تصرّف سے بیان کا حُسن دوچند ہو جاتا ہے۔

وحدانیت	ثنویت	جلال	عاجز	زُود	دیر
اِسلام	اِسترداد	جَلالت	عاجزی	کثیر	قلیل
ایمان	کُفر	جمیل	قبیح	مِہر	قہر
اَصل	فرع	راستی	کجی	رِوایت	دَرایت
اَمن	فساد	اِطمینان	اِضطراب	ظُلم	عدل
عِلم	جہل	زیست	اَجَل	عِزّت	ذِلّت
خِرد	جُنون	جزا	سزا	وعدہ	وعید
جمال	قبح	مُستحب	مُستکرہ	اِرتکاز	اِنتشار

اَبیض	اَسود	کشادگی	تنگی	نحیف	قوی
اِجتناب	اِرتکاب	افضل	اَسفل	آشنا	اجنبی
مُستجاب	مُسترد	گراں	سُبک	مطمئن	مضطرب
تعجیل	تاخیر	خُوشی	غمی	شہید	غازی
کثرت	قلّت	سہل	دُشوار	مَقالہ	مَقال
بَرتر	فِروتر	مُثبت	مَنفی	خستہ	چُست
سخاوت	بخالت	موحّد	مُشرک	تیز	سُست
حُسن	عیب	اَوّل	آخر	سفر	حضر
مَدح	قدح	اِفتخار	اِنکسار	یقین	شک
بَقا	فنا	اَعلا	اَدنا	صِدق	کِذب
طوالت	اِختصار	مظلوم	ظالم	غریب	مانوس
ضعیف	توانا	اَشرف	اَرزل	نزد	دُور
آزاد	مُقیّد	اَزَل	اَبد	ثواب	عذاب
تائید	تردید	غیب	شہود	خُصوص	عُموم
غُلغُلہ	خاموشی	بُلند	پست	مومن	مُلحد
اِقرار	اِنکار	مُختار	مجبور	ثقیل	خفیف
نِعمت	نقمت	مشغول	فارغ	نابغہ	غبی
وجود	عَدم	بالا	کوتاہ	طیّب	خبیث
جلوت	خلوت	تغیر	ثبات	غرض	قناعت
تفصیل	اِجمال	گزشتہ	آئندہ	مَنفعت	مَضرّت

ناقص	کامل	فاخر	عاجز	شُجاعت	بُزدلی
حُب	تنفُّر	پیش	پَس	عیاں	نہاں
خَیر	شَر	ثَروَت	عُسرت	حَرارت	بُرودت
نُور	ظُلمت	دائمی	عارضی	امانت	خیانت
نفاست	قباحت	جاذبہ	دافعہ	خفتہ	بیدار
صَنائع	بدائع	مُستقیم	مُنحرف	صَراحت	گنجلک
مُفید	مُضِر	مُبتدی	مُنتہی	گُنجان	وِیران
مَفقود	مَشہود	مُکمّل	ناتمام	خام	پُختہ
مَغضوب	مَغفور	برکت	نحوست	تَرقّی	تنزّل
مَسرور	مَغموم	موافقت	مخاصمت	عاقل	اَبلہ
تازگی	فرسودگی	مُقدّم	مُوخّر	قُرب	بُعد
خُوب	زِشت	مُولّف	مُصنّف	دیوانہ	فرزانہ
آمر	مامور	شاعِر	مُتشاعِر	طُلوع	غُروب
مشہور	گُم نام	مُروّج	مَتروک	عُروج	زَوال
حاکم	محکوم	کریم	لَئیم	لطیف	کثیف
داخل	خارج	اِفراط	تفریط	توّاب	اَثیم
منقول	معقول	مُعتدل	مُتشدّد	تقویٰ	فُجور
مُجتمع	مُنتشر	ہِدایت	ضَلالت	تصدیق	تکذیب
صعود	نُزول	مُفسد	مُصلح		
تحرّک	جمود	مُمکن	مُحال		
واقف	نابلَد	مُفلس	مُتموّل		

★ ★ ★ ★ ★

مُشابہ الفاظ

SIMILAR WORDS

بعض الفاظ بہ لحاظِ تحریر ہم شکل ہوتے ہیں لیکن جُداگانہ حرکات وسَکنات کی وجہ سے تلفظ کے علاوہ معنی میں بھی یکسر مختلف ہو جاتے ہیں۔ ایسے بیشتر مُماثل الفاظ عموماً فاعلی اور مفعولی نسبت رکھتے ہیں۔ اِس باب میں مُعرّب اور مُفرّس الفاظ کی جمع آوری کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

آفریں (ف، لاحقہ فاعلی) جاں آفریں
آفریں (ف) کلمۂ تحسین
آمن (ع،صف) محفوظ
آمِن (ع، فاعل) بے خوف
اَبطال (ع،مذ) بطل کی جمع یعنی بڑے لوگ
اِبطال (ع، مذ) باطل
اَجَل (ع،نث) مرگ
اَجَلّ (ع،صف) برتر، اعلا
اَحَد (ع،عدد) یکتا
اُحُد (ع،مذ) ایک پہاڑی مقام
اَحکام (ع،مذ) حکم کی جمع
اِحکام (ع، مذ) مضبوطی

اَحیا (ع، مذ) حیَ کی جمع
اِحیا (ع،مذ) تازگی
اَشفاق (ع، مذ) شفقت کی جمع
اِشفاق (ع،مذ) حُسنِ سُلوک
اَبصار (ع،مذ) بَصر کی جمع، آنکھیں
اِبصار (ع،مذ) بصیرت، نگاہ
اِعراب (ع،مذ) زَبر، زیر، پیش
اَعراب (ع،مذ) عرب کے صحرانشین
اَریب (ع،صف) عقل مند، دانا
اُریب (ف،صف) آڑا، ترچھا
اَخراج (ع،مذ) خرج کی جمع
اِخراج (ع،مذ) خروج

اَتباع (ع،مذ) مُقلّدین
اِتباع (ع،مذ) تقلید، اطاعت
اِحمال (ع،مذ) بوجھ اُٹھانا
اَحمال (ع،مذ) اسباب، ساز و سامان
اَبدال (ع،مذ) اَولیا کا پانچواں طبقہ
اِبدال (ع، مذ) تبادلہ، بدلنا
اَحداث (ع،مذ) حدث کی جمع، نئی باتیں
اِحداث (ع،مذ) دریافت
اَشکال (ع،نث) شکل کی جمع
اِشکال (ع،مذ) دُشواری
اِعلام (ع،مذ) اعلان، اطلاع
اَعلام (ع،مذ) پرچم، پھریرا
اِطناب (ع،مذ) طوالت
اَطناب (ع،مذ) خیمے کی رَسیاں
اِقدام (ع،مذ) قدم اُٹھانا، عمل کرنا
اَقدام (ع،مذ) قدم کی جمع، قدوم
اُنس (ع،مذ) رَغبت
اِنس (ع،مذ) اِنسان
تُوّاب (ع، فاعل کی جمع) توبہ کرنے والا، تائب
تَوّاب (ع، صیغۂ مبالغہ) توبہ قبول کرنے والا

خَلق (ع،مذ) خلقت، مخلوق
خُلق (ع،مذ) عادت، خصلت
خُرد (ع،صف) کم عمر، چھوٹا
خِرد (ف،نث) عقل، دانائی
خِلقت (ع،نث) فطرت، سرشت
خَلقت (ع،نث) مخلوق
اِستاد (ف،نث) قیام
اُستاد (ف،مذ) معلّم
اَثیر (ع،مذ،صف) مستحکم، شان دار
اَثِیر (ع،مذ) لطیف اور سیّال مادّہ
اَشباہ (ع،مذ) شکلیں، صورتیں
اِشباہ (ع،مذ) مُشابہ ہونا
اَشعار (ع،مذ) شعر کی جمع
اِشعار (ع،مذ) مشہور کرنا
اِشہاد (ع،مذ) شہادت دینا، ثبوت پیش کرنا
اَشہاد (ع،مذ) شاہد کی جمع
اَصباح (ع،نث) صبح کی جمع
اِصباح (ع،مذ) صبح کرنا، صبح ہونا
اَصراف (ع،مذ) صَرف کی جمع
اِصراف (ع،مذ) خرچ، مصرف

اَضعاف (ع،مذ) دوچند، دُوگنے

اِضعاف (ع،عدد) دُگنا کرنا، کم زور کرنا

اَطہار (ع،مذ) پاک لوگ

اِطہار (ع،مذ) صاف کرنا، پاک کرنا

اَعراض (ع،مذ) عرض کی جمع

اِعراض (ع،مذ) رُوگردانی، گریز

اَفسر (ف،مذ) کُلاہِ شاہی

اَفسر (ف،مذ) اہلِ کار، عہدہ دار

اَفہام (ع،مذ) فہم کی جمع، عقلیں

اِفہام (ع،مذ) سمجھانا، فہمائش

اَلا (ع،کلمۂ تنبیہہ) خبردار، ہوشیار

اِلّا (ع،حرفِ استدراک) مگر، لیکن، بجُز، سِوائے

اَلحاد (ع،مذ) لحد کی جمع، قبریں

اِلحاد (ع،مذ) سیدھے راستے سے کترانا، مُلحد ہونا

اَلحان (ع،نث) لحن کی جمع

اِلحان (ع،مذ) اچھی آواز سے پڑھنا یا گانا

اَقطاع (ع،مذ) قطعہ کی جمع

اِقطاع (ع،مذ) قطع کردینا

اَلف (ف،مذ) برہنہ

اَلِف (ع،مذ) ابجد کا پہلا حرف

اِم (ف،نث) یہ، اِسی، سابقہ مثلاً اِمسال

اُم (ع،نث) اصل، ماں

اَمطار (ع،مذ) بادل

اِمطار (ع،مذ) بارش

اَولیٰ (ع،ف) بہت بہتر، نہایت اچھا

اُولیٰ (ع،نث) اوّل جس کی یہ تانیث ہے

اَیں (کلمۂ تعجب) کیا، کیوں

اِیں (ف، اشارہ) اشارۂ قریب بہ معنی یہ

بَارّ (ع،مذ،صف) اللہ تعالیٰ کا ایک نام

بَار (ف،مذ) گرانی، رسائی، بہ طور لاحقہ کاروبار، دُربار

بَلا (ع،نث) مصیبت، سختی

بِلا (ع،صف) بغیر، سِوا

بَال (ف،مذ) پرندے کے بازو یعنی پَر

بَال (ع،مذ) کیفیّت، حالت، طَور، وضع

بَان (ع،مذ) بیدِمُشک

بان (ف، لاحقہ) دربان، میزبان

بَت (ف،نث) مُرغابی

بُت (ف،مذ) صنم، مُورت

بَحر (ع،مذ) بڑا سمندر

بَحر (ع،نث) شعر کا وزن

بد رَو (ف،صف) بدرفتار

بد رُو (ف،صف) بدشکل، بدنُما

بَر (ف،حرفِ ربط) اُوپر، پر، کو، میں، ساتھ

بَر (ف، لاحقۂ فاعلی) پیام بر، دِل بَر

بر طَرف (ف،فعل) بالائے طاق

بر طَرف (ف،صف) معزول، برخاست

بَیت (ع،مذ) مکان، گھر

بَیت (ع،مذ) دومصرعے یعنی شعر

بِین (ف، لاحقۂ فاعلی) تماش بین

بَین (ع،مذ) فاصلہ، تفرقہ، علاحدگی

تاب (ف،لاحقہ) شب تاب، بے تاب

تاب (ف،نث) رونق، چمک

تَف (ف،نث) بُخار کی گرمی

تُف (ف،کلمۂ نفرین) لعنت، ملامت

ثَمَن (ع،مذ) قیمت، قدر

ثُمن (ع،عدد) آٹھواں حصّہ

ثِقل (ع،مذ) گرانی

ثَقل (ع،مذ) بھاری پن

جَد (ع،مذ) دادا

جِد (ع،نث) کوشش، محنت، مشقّت

جُز (ف،حرفِ ربط) سِوا، بغیر، بدُون

جُز (ع،مذ) ذرّہ، ریزہ، حصّہ

جُعل (ع،مذ) مزدوری

جَعل (ع،مذ) مکر، فریب، دھوکا

جَم (ف،مذ) بڑا بادشاہ، جمشید کا مُخفّف

جَمّ (ع،مذ) بہت، جمع مثلاً جَمِّ غفیر

جَنب (ع،نث) پہلو، طرف

جُنُب (ع،مذ) نجس فرد

جُو (ف،نث) نہر

جُو (ف، لاحقۂ فاعلی) بہانہ جُو، جنگ جُو

جَوّ (ع،مذ) خلا، فضا

جَو (ف،مذ) زردی مائل سفید غلّہ، شعیر

جُست (ف،نث) تلاش

جَست (ف،نث) چوکڑی

جُولاں (ف،نث) بیڑی، زنجیر

جَولاں (ع،مذ) حرکت، گردش

چہ (ف،حرفِ استفہام) کیا

چہ (ف،مذ) چاہ کا مخفف

حَبّ (ع،نث) دانہ، بیج، تخم

حُب (ع،نث) اُنس، محبّت، اُلفت

حُسنہ (ع،نث) احسن کا مونث

حَسنہ (ع،نث) نیک

حِجاب (ع،مذ) پردہ، نقاب، بُرقع

حُجّاب (ع،مذ) حاجب کی جمع

حُجب (ع،مذ) حجاب کی جمع

حَجب (ع،نث) ورثہ سے محرومی

حَرّہ (ع،نث) پتھریلی زمین

حُرّہ (ع،نث) حُر کی تانیث

حَسَب (ع،مذ) مادرانہ سلسلہ

حَسب (ع،فعل) بہ موجب، مطابق

حَسُود (ع،مبالغہ) بہت حَسد کرنے والا

حُسُود (ع،مذ) حاسد کی جمع

حَسِین (ع،صف) خُوب صُورت

حُسینؑ (ع،مذ) حسینؑ ابنِ علیؑ، احسن کی تصغیر

حَصان (ع،نث) عفیفہ، پاک دامن

حِصان (ع،مذ) خُوب صُورت

حَطَام (ع،مذ) شیر ببّر

حُطَام (ع،مذ) گھاس پُھوس

حَطَب (ع،مذ) اِیندھن

حَطِب (ع،مذ) لاغر

حَکَم (ع،صف) ثالِث

حِکَم (ع،نث) حِکمت کی جمع

حُکم (ع،مذ) فرمان، ارشاد

خاتِم (ع،صف) ختم کرنے والا

خاتَم (ع،نث) مُہر، انگوٹھی

خَفَا (ع،نث) ناراضی

خِفا (ع،نث) پوشیدہ، پردہ

خَلَف (ع،مذ) جانشین، وارث

خُلف (ع،مذ) وعدہ شکنی

خَم (ف،مذ) کجی

خُم (ف،مذ) شراب کا برتن، مَٹکا

خَود (واوَ مجہول، ف، مذ) لوہے کی ٹوپی

خُود (ف،مذ) آپ، بہ ذاتہٖ

خَیّاط (ع،مذ) درزی

خِیاط (ع،نث) سُوئی

خِیَام (ع،مذ) خیمہ کی جمع

خَیّام (ع،مذ) خیمہ دُوز

دَخ (ف،صف) اچھا، نفیس

دُخ (ف،نث) دُختر کا مُخفّف

دُخ (ع،مذ) دُھواں

دَرد (ف،مذ) دُکھ، تکلیف، رَنج

دُرد (ف،مذ) تلچھٹ

دُرّہ (ع،مذ) چمڑے کا چابُک

دَرّہ (ف،مذ) دو پہاڑوں کا درمیانی راستہ

دَم (ع،مذ) جان، رُوح، خون

دَم (ف،مذ) سانس، لحظہ، وقت

دُم (ف،نث) پچھلا حصّہ، دُنبالہ

دَور (ع،مذ) گردش، حلقہ، نوبَت

دُور (ف،صف) بعید، فاصلے، الگ

دِہ (ف، لاحقہَ فاعلی) دینے والا، تکلیف دہ

دِہ (ف،مذ) قریہ، چھوٹی آبادی، گاؤں

دَہ (ف، عدد) دس

دَہَش (ع،مذ) تحیّر، تعجب

دِہِش (ف،نث) بخشش، اِنعام

دُہم (ع،مذ) مہینے کی آخری تین راتیں جس میں
چاند نظر نہیں آتا۔

دَہُم (ف، عدد ترتیبی) دَسواں

دَیر (ف،مذ) بُت خانہ، نصاریٰ کا عبادت خانہ

دیر (ف،مذ) عرصہ، مدّت

دَین (ع،مذ) قرض

دِین (ع،مذ) مذہب، عقیدہ، مَسلک

ذَکر (ع،مذ) نَر

ذِکر (ع،مذ) تذکرہ، بیان

ذِل (ع،مذ) سہولت، اِطاعت

ذُلّ (ع،مذ) رذالت

ذَنْب (ع،مذ) گناہ، جُرم

ذَنَب (ع،مذ) سِرا

رَاس (ع،مذ) سَردار، اصل

رَاس (ف،صف) راست کا مُخفّف، مبارک، دایاں

رَب (ع،صف) پالنے والا، پَروَردِگار

رُب (ع،مذ) کسی پَھل کا رس

رَحل (ع،نث) منزل، اسباب، کوچ

رِحل (ع نث) لکڑی سے بنی ہوئی مِقراض نُما چیز
جس پر قرآنِ حکیم رکھ کر پڑھتے ہیں

رَز (ف،مذ) انگور کی بیل

رَز (ف، لاحقہَ فاعلی) رنگ ریز

رَطب (ع،مذ) تر، گیلا

رُطب (ع،مذ) سبزی، کھجور

رَفتہ (ف،صف) بے خود، عاشق

رُفتہ (ف،صف) صاف

رَمل (ع،مذ) نجوم، جوتش
رَمَل (ع،نث) علمِ عروض کی ایک بحر
رو (ف، لاحقۂ فاعلی) راہ رَو، تیز رَو
رُو (ف،مذ) چہرہ، شکل، وجہ، لحاظ
زاد (ف،صف) اولاد مثلاً آدم زاد
زاد (ع،مذ) راہ کا توشہ
زار (ف، لاحقۂ ظرفی) گُل زار، کارزار
زار (ف،صف) کم زور، رنج وغم
زَبر (ف،صف) بالا، زورآور، علامتِ فتحہ
زبر (ع،نث) نوشتہ
زَرخرید (ف،صف) خریدا ہُوا غلام
زرِخرید (ف،مذ) قیمتِ خرید
زَن (ف،نث) خاتون
زَن (ف، لاحقۂ فاعلی) شمشیر زن
زُور (ع،مذ) مکر، فریب
زور (ف،مذ) طاقت، اختیار، غلبہ
زَہرا (ع،صف) درخشاں، حضرت فاطمہؓ
زُہرا (ع،نث) ایک ستارا
ساز (ف، لاحقۂ فاعلی) کارساز، ظروف ساز
ساز (ف،مذ) باجا، سامان

سَبک (ع،مذ) اُسلوب، ڈھنگ
سُبک (ف،صف) ہلکا، تیز، خفیف
سَحر (ع،نث) صُبح، فجر
سِحر (ع،مذ) جادو، افسوں
سِرّ (ع،مذ) راز، بھید
سَر (ف،مذ) سر، کسی چیز کا اُوپری حصّہ
سَروَر (ف،مذ) سردار، امیر
سُرور (ف،مذ) فرحت، نشّہ
سِکنہ (ع،مذ) ساکن کی جمع
سَکنَہ (ع،مذ) سکون کی جگہ، مکان
سَمّ (ع،مذ) زہر
سُم (ف،مذ) گھوڑے کا پاؤں
سَن (ع،مذ) سال، برس
سِن (ع،مذ) مقدارِ عُمر
سَہم (ع،مذ) حصّہ بخرہ
سَہُم (ف،مذ) خوف، بیم
سَیر (ع،نث) ہوا خوری، تفریح
سِیر (ع،نث) سیرت کی جمع
سَیر (ف،صف) پُر، مطمئن
شَبّ (ع،مذ) پھٹکری

شَب (ف،نث) رات، رین
شَدّ (ع،مذ) تشدید، ایک حرف کو دوبار پڑھنا۔
شُد (ف،فعل) فارسی مصدر شُدن سے صیغۂ ماضی
شرط (ع،نث) لازم، ضروری، عہد
شُرط (ع،صف) موافق، معاون
شَست (ف،نث) نشانہ، ہدف
شُست (ف،مذ) دھونے کا عمل
شُش (ف،مذ) پھیپھڑا
شَش (ف،عدد) چھے
شِعریٰ (ع،مذ) ایک بلند اور روشن ستارا
شِعری (ع،نث) شعر سے متعلق
شَفا (ع،مذ) کنارا، ساحل
شِفا (ع،نث) صحت، تندرستی
شَق (ع،صف) شگاف
شِق (ع،مذ) شاخ، حصّہ، ٹکڑا
شُکر (ع،مذ) احسان ماننا، شکریہ ادا کرنا
شَکر (ف،نث) قند، چینی، مِصری
شِکوہ (ف،مذ) شکایت، گلہ
شُکوہ (ف،مذ) دبدبہ، رعب
شَل (ع،صف) بے حس

شُل (ف،صف) نرم، سُست
شَمّہ (ع،مذ) قلیل چیز، تھوڑی مقدار
شِمّہ (ف،نث) بالائی
شِیر (ف،مذ) دودھ
شیر (ف،مذ) ایک خُوں خوار جان وَر، دلیر
صِرف (ع،صف) تنہا، فقط
صَرف (ع،مذ) خرچ، مصروف
ضُعف (ع،مذ) ناتوانی، کم زوری
ضِعف (ع،صف) دوچند، علمِ جفر کا ایک قاعدہ
ضَمّ (ع،مذ) مِلانا، شامل کرنا
ضَم (ع،مذ) پیش کی حرکت جو واؤ کی تخفیف ہے
طَعَم (ع،مذ) ذائقہ، مزہ
طُعم (ع،مذ) خوراک
طُور (ع،مذ) کوہِ سینا
طَور (ع،مذ) طرز، ڈھنگ، طریقہ
طویٰ (ف،نث) دعوت، ضیافت
طُویٰ (ع،مذ) وادیِ ایمن
طِوِلہ (ع،مذ) لمبی رسّی
طَویلہ (ع،مذ) اصطبل
طَیِّب (ع،مذ) عمدہ، نفیس، جائز، پاک

طِیب (ع،نث) خوشی، رضا مندی

ظُہر (ع،مذ) تیسرا پہر

ظَہر (ع،نث) پُشت

عَالِم (ع،صف) صاحبِ علم

عَالَم (ع،مذ) دُنیا، زمانہ، حالت، صورت

عُبّاد (ع،مذ) عابد کی جمع

عِباد (ع،مذ) عبد کی جمع

عِتق (ع،نث) آزادی

عَتق (ع،نث) قدامت، کُہنگی

عُجب (ع،مذ) غرور، خود بینی

عَجب (ع،صف) نادر، طُرفہ، انوکھا

عَدُول (ع،مبالغہ) بہت بڑا عادل

عُدُول (ع،مذ) اِنکار، رُوگردانی

عَرَض (ع،مذ) جَوہر کی ضد، چوڑائی

عَرض (ع،نث) اِلتماس، دَرخواست

عُرفی (ع،صف) عُرف سے منسوب

عَرَفی (ع،مذ) عرفات کا رہنے والا

عِرق (ع،نث) رگ

عَرَق (ع،مذ) رَس، پسینہ

عَرُوض (ع،مذ) وزنِ شعر کا علم

عُرُوض (ع،مذ) ظاہر ہونا، عارض ہونا

عَزّ (ع،ماضی) غالب ہُوا، زبردست ہُوا

عِزّ (ع،مذ) عزت، مرتبہ، شان

عِظَام (ع،مذ) عظیم کی جمع

عُظّام (ع،مذ) بزرگ

عَفاف (ع،مذ) پارسائی، پرہیزگاری

عِفاف (ع،نث) پوشیدگی

عِقاب (ع،صف) عذاب، تکلیف

عُقاب (ع،مذ) شکاری پرندہ

عَلَم (ع،مذ) پھریرا، پرچم

عِلم (ع،مذ) آگاہی، واقفیت

عُلوی (ع،صف) بلند، بالا

عَلَوی (ع،صف) نسلِ علیؓ

عَیَار (ع،مذ) معیار، کھرا کھوٹا

عَیّار (ع،صف) ہوشیار، مکّار، فریبی

غَرّہ (ع،مذ) غرور، تکبّر

غُرّہ (ع،مذ) چاند کی پہلی رات

غَسّالہ (ع،نث) مُردوں کو نہلانے والی

غُسالہ (ع،مذ) وہ پانی جس سے ہاتھ مُنہ دھویا جائے

غَش (ف،مذ) بے ہوشی

غِش (ع،نث) کدورت

غُل (ف،مذ) شور، ہنگامہ

غِل (ع،مذ) کینہ، کھوٹا پَن

غَرور (ع،مذ) فریب، مکر

غُرور (ع،مذ) نخوت، تکبّر

غِنا (ع،نث) دولت، ثروت

غِناء (ع،مذ) موسیقی

فَرّار (ع،مبالغہ) بہت بھاگنے والا

فِرار (ع،مذ) بھاگڑ

فِراش (ع،مذ) بچھونا

فَرّاش (ع،مذ) چوب دار

فَلاح (ع،نث) سلامتی، بھلائی

فَلّاح (ع،مذ) کاشت کار

قَدَر (ع،نث) تقدیر، انسان کو مختارِ فعل سمجھنا

قدر (ع،نث) درجہ، مرتبہ، توقیر، منزلت

قِدم (ع،مذ) ہمیشگی، کُہنگی، حدوث کی ضد

قدم (ع،مذ) پاؤں، خرام

قُرآن (ع،مذ) کلامِ الٰہی، کتابِ مقدّس

قِران (ع،مذ) چاندی کا سکّہ

قِران (ع،مذ) دو سیّاروں کی ایک بُرج میں یک جائی

قَرأت (ع،نث) خواندگی، پڑھنا

قِرأت (ع،نث) تجوید، حرف کو صحیح مَخرج سے ادا کرنا

قُوّت (ع،نث) طاقت، زور، مجال

قُوت (ع،مذ) خوراک

کَدّ (ع،نث) جِدّ و جُہد، اِصرار، ضد

کَد (ف،مذ) بہت، گھر، مکان

کَدَر (ع،نث) کدُورت

کَدِر (ع،صف) مُکدّر

کَش (ف،لاحقۂ فاعلی) محنت کَش، کھینچنا

کُش (ف،لاحقۂ فاعلی) کُشتن سے صیغۂ امر، خود کُش

کِشت (ف،نث) کھیتی، زراعت

کُشت (ف،مذ،نث) قتل، خُوں ریزی

کَف (ع،مذ) بحر کے رُکن میں ساتویں حرف کو ساقط کرنا

کَف (ف،مذ) پنجۂ دست، جھاگ

کُلّیہ (ع،مذ) قاعدہ، جامعاتی شعبہ، جزیہ کی ضد

کُلیہ (ع،مذ) ایک عضوِ جسم

کَم (ع،حرفِ استفہام) کتنا، کس قدر

کَم (ع،مذ) مقدار

کَم (ف،صف) خفیف، قلیل

کَمّیت (ع،نث) مِقدار

کُمیت (ف،نث) اَسپِ سُرخ

کَن (ف، لاحقۂ فاعلی) گورکن، کھودنے والا

کُن (ع،صیغۂ اَمر) ہوجا، ظاہر ہو

کُن (ف، لاحقۂ فاعلی) کارکُن

کِنار (ف، نث) پہلو، بغل

کَنار (ف، مذ) کنارا، ایک طرف

گَندہ (ف،صف) منقّش

کُندہ (ف، مذ) لکڑی کا ٹکڑا

گَر (ف،صف) گار کا مُخفَّف، لاحقہ جیسے صُورت گر، کاری گر

گَر (ف، حرفِ شرط) اگر کا مُخفَّف

گَرد (ف،نث) غُبار، راکھ، دُھول

گِرد (ف، مذ) آس پاس، اِدھر اُدھر

گَرداں (ف،صف) پِھرنے والا

گَردان (ف،نث) صیغوں کی ترتیب

گُردان (ف، نث) زور آور

گَزیدہ (ف،صف) ڈَسا ہُوا، مار گزیدہ

گُزیدہ (ف،صف) منتخب، پسند کیا ہُوا، بَرگُزیدہ

گُل (ف، مذ) پُھول

گِل (ف،نث) گیلی مٹّی، گارا

گَلّہ (ف، مذ) غول، ریوڑ

گِلہ (ف، مذ) شِکوہ، شکایت

گَندہ (ف،صف) ناپاک، نجس، غلیظ

گُندہ (ف،صف) باریک کی ضِد

لَب (ف، مذ) کنارہ، ہونٹ، جانب

لُبّ (ع، مذ) عطر، نچوڑ، خلاصہ

لِسَان (ع،نث) بولی، زبان

لَسَّان (ع،مبالغہ) چرب زبان

لِعَان (ع، مذ) ایک دوسرے کو لعنت کرنا

لَعّان (ع،صف، مبالغہ) بہت لَعنت بھیجنے والا

لَم (ع،حرفِ نفی) نہ، نہیں

لِم (ع،نث) اصلیت، باعث

مَا (ف، ضمیر) ہم

مَا (ع،حرفِ نفی) نہیں، نہ، مت

مَادہ (ف،نث) زن

مَادَّہ (ف،نث) اصل، ماخذ

مَال (ع، مذ) اسباب، جائیداد، دولت، مایہ

مَال (ف،صف) مُرکبات جیسے گوشمال، رومال

مَآل (ع، مذ) حاصل، نتیجہ

مَاویٰ (ع،نث) جائے پناہ، ٹھکانہ

مَاوِی (ع،صف) آبی

مَبادی (ع، مذ) مبداء کی جمع

مُبادی (ع،صف) شروع کرنے والا

مُبتدَع (ع، مذ) نئی ایجاد

مُبتَدِع (ع،صف) بدعتی

مُبرّد (ع،صف) سَرد کیا ہوا

مُبرِّد (ع،صف) سَرد کرنے والا

مُبَشر (ع،صف) جس کی خُوش خبری دی گئی ہو

مُبَشِّر (ع،صف) بَشارت دینے والا

مُبلِغ (ع،صف) تعدادِ زر

مُبلِّغ (ع،صف) تبلیغ کرنے والا

مُبِین (ع،صف) روشن، صریح

مُبیّن (ع،صف) ظاہر کِیا گیا

مُتَبدِّل (ع،صف) تبدیل کرنے والا

مُتَبدَّل (ع،صف) تبدیل شدہ

مُتحقِّق (ع،صف) کسی خبر کو دُرست کرنے والا

مُتَحَقّق (ع،صف) دُرست خبر

مُتَخَیّلہ (ع،صف) خیال کیا گیا

مُتَخَیِلہ (ع،صف) سوچنے کی قوّت

مُتَرَّتب (ع،صف) ترتیب دیا گیا

مُترِّتب (ع،صف) ترتیب دینے والا

مُترِجم (ع،صف) ترجمہ کرنے والا

مُتَرجَم (ع،صف) ترجمہ کیا ہُوا

مُتَرشِّح (ع،صف) ٹپکنے والا

مُتَرَشَّح (ع،صف) ٹپکا ہُوا

مُترقّب (ع،صف) اُمید کیا گیا

مُتَرقِّب (ع،صف) اُمیدوار

مُتَصّوِر (ع،صف) تصوّر کرنے والا

مُتَصِوَّر (ع،صف) تصوّر میں لایا ہُوا

مُتَضَمّن (ع،صف) شامل کیا ہُوا

مُتَضَمِّن (ع،صف) شامل کرنے والا

مُتَغیّر (ع،صف) تبدیل شدہ

مُتَغیِّر (ع،صف) تبدیل ہونے والا

مُتفَاوَت (ع،صف) فرق کیا گیا

مُتفَاوِت (ع،صف) فرق رکھنے والا

مُتَّفِق (ع،صف) اِتفاق کرنے والا

مُتَّفَق (ع،صف) اِتفاق کیا ہُوا

مُتوَقِّع (ع،صف) توقع رکھنے والا

مُتوَقّع (ع،صف) جس کی توقع رکھی گئی ہو

مُتَّہَم (ع،صف) جس پر تہمت لگائی جائے

مُتّہِم (ع،صف) تہمت لگانے والا
مُتَیَقَّن (ع،صف) یقین کیا گیا
مُتَیَقِّن (ع،صف) یقین کرنے والا
مُثبَت (ع،صف) ثابت کیا گیا
مُثبِت (ع،صف) ثابت کرنے والا
مَثَل (ع،مث) کہاوت
مِثل (ع،صف) مانند، موافق
مُجتَمَع (ع،مفعول) جمع کیا گیا
مُجتَمِع (ع،فاعل) جمع ہونے والے
مُجتَنَب (ع،مفعول) جس سے اِجتناب کیا جائے
مُجتَنِب (ع،فاعل) اِجتناب کرنے والا
مُجَدَّد (ع،مفعول) تجدید کیا گیا
مُجَدِّد (ع،فاعل) تجدید کرنے والا
مُجَرَّب (ع،صف،مفعولی) آزمودہ
مُجَرِّب (ع،صف، فاعلی) آزمانے والا
مُجَوَّز (ع،صف) تجویز کیا گیا
مُجَوِّز (ع،صف) تجویز کرنے والا
مَحَال (ع،مذ) محل کی جمع
مُحَال (ع،صف) مُشکل، دُشوار، ناممکن
مُحتَسِب (ع،مذ) حساب لینے والا

مُحتَسَب (ع،مذ) حساب دینے والا
مُحَدِّث (ع،مذ) عالمِ حدیث
مُحدَث (ع،صف،مفعولی) بدعت
مُحَرَّر (ع،صف،مفعولی) تحریر شدہ
مُحَرِّر (ع،مذ) تحریر کنندہ
مُحَرَّف (ع،صف،مفعولی) تحریف کیا گیا
مُحَرِّف (ع،مذ) تحریف کرنے والا
مُحرِم (ع،صف) احرام باندھنے والا
مَحرَم (ع،صف) ہم راز
مُحَرَّم (ع،صف،مفعولی) ممنوع، قمری سال کا پہلا مہینہ
مُحَشّٰی (ع،صف،مفعولی) لکھی ہوئی شرح
مُحَشّی (ع،صف) حاشیہ لکھنے والا
مُحصَن (ع،مذ) جس کی حفاظت کی جائے
مُحصِن (ع،مذ) محافظ
مَحق (ع،مذ) محو کرنا
مُحِق (ع،مذ، فاعل) حق دار
مُحَقَّق (ع،فاعل) تحقیق کیا گیا
مُحَقِّق (ع،فاعل) تحقیق کرنے والا
مُخَاطِب (ع،صف، فاعلی) خطاب کرنے والا
مُخَاطَب (ع،صف،مفعولی) متوجہ

شعریات

مُختَتَم (ع،صف،مفعولی) ختم کیا گیا
مُختَتِم (ع،صف، فاعلی) ختم کرنے والا
مُختَرَع (ع،صف،مفعولی) دریافت، ایجاد
مُختَرِع (ع،صف، فاعلی) موجد، بانی
مُختَلَط (ع،صف،مفعولی) مِلا ہوا، مشترکہ
مُختَلِط (ع،صف، فاعلی) اختلاط کرنے والا
مُخَدَّر (ع،صف،مفعولی) برقع پوش
مُخَدِّر (ع،صف، فاعلی) خواب آور
مُخَرِّب (ع،صف، فاعلی) خراب کرنے والا
مُخَرَّب (ع،صف،مفعولی) خراب شدہ
مَخرَج (ع،مذ) اصل، مصدر، منبع
مُخرِج (ع،صف) باہر نکالنے والا
مُخَضَّب (ع،صف،مفعولی) خِضاب کیا گیا
مُخَضِّب (ع،مذ) خِضاب لگانے والا
مُخَمَّر (ع،صف،مفعولی) خمیر کیا گیا
مُخَمِّر (ع،صف، فاعلی) خمیر کرنے والا
مُخَوَّف (ع،صف،مفعولی) خوف زدہ
مُخَوِّف (ع،صف، فاعلی) خوف ناک
مُخَیَّر (ع،صف،مفعولی) اختیار دیا گیا
مُخَیِّر (ع،صف، فاعلی) سخی، فیاض

مَدّ (ع،مذ) کشش، چڑھاؤ
مَدّ (ع،مصدر) پھیلنا، سامنے
مُدَافَع (ع،صف،مفعولی) جو رَوکا جائے
مُدَافِع (ع،صف، فاعلی) رَوکنے والا
مُدَبِّر (ع،صف) دانش مند، منتظم، تدبیر کرنے والا
مُدبِر (ع،صف) بدبخت
مَدخَل (ع،صف) داخلے کی جگہ، دروازہ
مُدخَل (ع،صف،مفعولی) داخل کیا گیا
مُدخِل (ع،صف، فاعلی) داخل ہونے والا
مُدغَم (ع،صف،مفعولی) شامل، مِلا ہُوا
مُدغِم (ع،صف، فاعلی) شامل کرنے والا، ملانے والا
مُدَوِّن (ع،صف) تدوین کرنے والا، ترتیب دینے والا
مُدَوَّن (ع،صف) جمع کیا ہُوا
مُذَکِّر (ع،صف، فاعلی) یاد دِلانے والا
مُذَکَّر (ع،صف،مفعولی) نَر، یاد دلایا ہُوا
مُذَہَّب (ع،صف) سونے کا ملمع
مَذہَب (ع،مذ) راستہ، طریقہ، عقیدہ، ایمان
مُرَتَّب (ع،صف) ترتیب دیا گیا
مُرَتِّب (ع،صف) ترتیب دینے والا
مُرتَفَع (ع،صف،مفعولی) بلند

مُرتفِع (ع،صف، فاعلی) بلند ہونے والا
مُرتہَن (ع،صف،مفعولی) رہن رکھا گیا
مُرتہِن (ع،صف، فاعلی) رہن رکھنے والا
مُرسَل (ع،مذ) اِرسال کیا گیا، رسولؐ
مُرسِل (ع،مذ) اِرسال کرنے والا
مَرکَب (ع،مذ) سواری
مُرکّب (ع،صف) مخلوط
مُرَوِّج (ع،صف) رائج کرنے والا
مُروَّج (ع،صف) متحمل، رائج کیا گیا
مُزارِع (ع،مذ) کاشت کار
مَزارِع (ع،مذ) مزرع کی جمع
مُزکّٰی (ع،صف) پاک کیا گیا
مُزکّی (ع،صف) پاک کرنے والا
مُسبَّب (ع،صف،مفعولی) باعث، وجہ
مُسبِّب (ع،صف، فاعلی) سبب پیدا کرنے والا
مُستاصَل (ع،صف) برباد، تباہ
مُستاصِل (ع،مذ) تباہ کرنے والا
مُبتَدَل (ع،صف،مفعولی) بدل کیا گیا
مُبتدِل (ع،صف، فاعلی) بدل کرنے والا
مُستَبعَد (ع،صف،مفعولی) دُور از قیاس

مُستَبعِد (ع،صف،فاعلی) دُوری چاہنے والا
مستعذَر (ع،صف،مفعولی) عُذر چاہا گیا
مُستعذِر (ع،صف،فاعلی) عُذر چاہنے والا
مُستعمَر (ع،صف) آبادی
مُستعمِر (ع،صف) آبادکار
مُستغرَق (ع،صف) غرق شدہ
مُستغرِق (ع،صف،فاعلی) غرق ہونے والا
مستنبَط (ع،صف) اخذ کیا گیا
مستنبِط (ع،صف) اخذ کرنے والا
مستنصَر (ع،صف) مددطلب کیا گیا
مستنصِر (ع،صف) مددطلب کرنے والا
مُسَجَّل (ع،مذ) منظور شدہ
مُسجِل (ع،صف،فاعلی) رجسٹرار، حاکمِ مجاز
مَسکَن (ع،مذ) گھر، مکان، ٹھکانہ
مُسکِّن (ع،صف) تسکین بخش
مُسلَّط (ع،صف) مقلوب کیا گیا
مُسلِّط (ع،صف، فاعلی) غالب، طاقت وَر
مُسلِم (ع،صف) اسلام کا پیروکار، کلمہ گو
مُسلَّم (ع،صف) پورا، کامل، واجب
مُسمَّن (ع،صف) فربہ

مُسمِّن (ع،صف، فاعلی) فربہ کرنے والا
مَسنَد (ع،نث) تکیہ گاہ
مُسنَد (ع،مذ) دوسرے کی سند سے بیان کیا گیا
مُشترَک (ع،صف) شریک کیا گیا
مُشترِک (ع،صف) شریک
مُشتہَر (ع،صف) شہرت دیا گیا
مُشتہِر (ع،صف) شہرت دینے والا
مُشخَّص (ع،صف) تشخیص کیا گیا
مُشخِّص (ع،صف) تشخیص کرنے والا
مُشرَّف (ع،صف) شرف دیا گیا، معزز
مُشرِف (ع،صف) صدر محرّر، میر منشی
مُشعِر (ع،صف) خبر دینے والا
مَشعَر (ع،مذ) قربان گاہ
مَشک (ف،نث) وہ سِلا ہوا چمڑا جس میں پانی بھرا جاتا ہے
مُشک (ف،مذ) خوش بُو دار سیاہی مائل مادّہ
مُشکَّل (ع،صف) مجسّم کیا گیا
مُشکِل (ع،صف) دشوار، سخت
مُصحَّف (ع،صف،معمولی) تصحیف شدہ
مُصحَف (ع،مذ) قرآنِ حکیم
مُصدَّق (ع،صف) تصدیق کیا گیا

مُصدِّق (ع،صف) تصدیق کرنے والا
مِصر (ع،مذ) ایک مشہور مُلک
مُصِر (ع،صف) اِصرار کرنے والا
مُصرَّح (ع،صف) تصریح کیا گیا
مُصرِّح (ع،صف) صراحت کرنے والا
مَصرَف (ع،مذ) خرچ کا موقع
مُصرِف (ع،صف) خرچ کرنے والا
مُصوَّر (ع،صف) باتصویر
مُصوِّر (ع،صف) نقّاش
مُضحِک (ع،صف) ہنسانے والا
مَضحَک (ع،مذ) ہنسی کا مقام
مَطلَع (ع،مذ) مقامِ طلوع، غزل کا پہلا شعر
مُطّلِع (ع،صف) واقف، آگاہ
مَطہر (ع،مذ) طہارت خانہ
مُطہَّر (ع،صف) مبرّا، معصوم
مُطہِّر (ع،صف،فاعلی) پاک کرنے والا
مُطیِّب (ع،صف، فاعلی) خوش بُو دار
مُطیَّب (ع،صف،مفعولی) خوش بُو میں بسایا گیا
مَظاہِر (ع،مذ) مظہر کی جمع
مُظاہِر (ع،صف) مُظاہرہ کرنے والا

مَظہَر (ع،مذ) جائے ظہور

مُظہَر (ع،صف) ظاہر کیا گیا

مُظہِر (ع،صف) ظاہر کرنے والا

مَظلَمہ (ع،مذ) ستم، جور، جفا، ظُلم

مُظلِمَہ (ع،مذ) تاریک

مَظلَمہ (ع،مذ) دادخواہی

مُعاتَب (ع،صف) عتاب کیا گیا

مُعاتِب (ع،صف) عتاب کرنے والا

مُعاقَب (ع،صف،مفعولی) عذاب یافتہ

مُعاقِب (ع،صف، فاعلی) عذاب دینے ولا

مَعبَر (ع،مذ) گھاٹ، پُل

مِعبَر (ع،نث) عبور کرنے کا ذریعہ، کشتی وغیرہ

مُعبَّر (ع،صف،مفعولی) تعبیر شدہ

مُعَبِّر (ع،صف، فاعلی) تعبیر بتانے والا

مُعتَمِد (ع،صف) قابلِ اعتبار

مُعتَمَد (ع،صف) اعتماد کرنے والا

مُعجِب (ع،صف) متکبّر، مغرور

مُعَجَّب (ع،صف) حیران، پریشان

مُعَجِّب (ع،صف) حیرت زدہ کرنے والا

مُعَجَّل (ع،صف) بے مہلت، فوراً

مُعَجِّل (ع،صف) جلد باز

مُعَجَم (ع،صف) نقطے والا حرف، لغت

مُعَجَّم (ع،صف) وہ عربی لفظ جسے عجمی روز مرّہ استعمال کرتے ہیں

مَعدِل (ع،مذ) واپسی کی جگہ

مَعَدِّل (ع،صف) ٹھیک کرنے والا

مُعَذَّب (ع،صف،مفعولی) عذاب دیا گیا

مُعَذِّب (ع،صف، فاعلی) عذاب دینے والا

مُعَرَّب (ع،صف) وہ لفظ جسے عربی بنالیا گیا

مُعرَب (ع،صف) اِعراب لگایا گیا

مَعرَض (ع،مذ) دوران

مُعرِض (ع،صف) رُوگرداں

مُعَرَّف (ع،صف) تعریف کیا گیا

مُعَرِّف (ع،صف) مداح، عارف

مُعَزَّز (ع،صف) عزت دار

مُعزِّز (ع،صف) عزت دہندہ

مُعَشَّر (ع،صف) دَس سے مَنسُوب، نظم کی ایک قسم

مَعشِر (ع،مذ) گروہ

مَعلَم (ع،مذ) علامت نشانی

مُعلِّم (ع،مذ) مُدَرِس

مُعلّٰی (ع،صف) مُعظّم، بزرگ، عالی منزلت

مَعلَی (ع،صف) بلندی، بزرگی

مُعِین (ع،صف) مددگار، معاون

مُعَیَّن (ع،صف) مُقرّرہ

مُغرَّق (ع،صف) پانی میں ڈوبا ہُوا

مُغرَق (ع،صف) مُبالغہ کیا ہُوا

مُغَلَّظ (ع،صف) گندہ، ناپاک

مُغلِّظ (ع،صف) گاڑھا کرنے والا

مُغنِی (ع،صف) بے نیاز کردینے والا

مُغَنّی (ع،صف) گویّا

مُفَخَّر (ع،مذ) مایہ ناز، قابلِ فخر

مَفخر (ع،صف) معزّز

مُفَوَّض (ع،صف) امانت سونپی ہوئی

مُفَوِّض (ع،صف) سونپنے والا

مُقاطِع (ع،مذ) قَطع کرنے والا

مَقاطِع (ع،مذ) مَقطع کی جمع

مَقام (ع،مذ) مسکن، ٹھیرنے کی جگہ، تصوّف کی ایک اِصطلاح

مُقام (ع،مذ) موسیقی میں رُکنے کی جگہ

مُقبِل (ع،صف) اِقبال مَند

مُقبَل (ع،صف) عزت دار

مَقدس (ع،مذ) پاک جگہ

مُقَدَّس (ع،صف) معصوم، پارسا، نیک خُو

مَقدَم (ع،مذ) آمد، وُرود، رونق افروزی

مُقدِّم (ع،صف) پیش کرنے والا

مُقَدَّم (ع،صف) معزز، برتر، اَعلا، واجب

مُقَدَّمَہ (ع،مذ) دیباچہ، تمہید

مُقَدّمہ (ع،مذ) دعویٰ، استغاثہ، مسئلہ، منطق کی اصطلاح

مَقَّر (ع،مذ) قیام گاہ

مُقِر (ع،صف) اقراری

مُقَرَّر (ع،صف) مامور، متعیّن، تعیّنات

مُقَرِّر (ع،صف) تقریر کرنے والا

مُقَصّر (ع،صف) تقصیر کیا گیا

مُقَصِّر (ع،صف) قصور کرنے والا، کوتاہی کرنے والا

مُقَطّع (ع،صف) مہذب، شائستہ

مَقطَع (ع،مذ) کسی بھی صنف کا آخری شعر

مُقَوِّی (ع،صف) قوت دینے والا

مُقَوّیٰ (ع،مذ) قوی کیا گیا

مُکَلّف (ع،صف) تکلیف دہندہ

مُکَلِّف (ع،صف) تکلیف مند

مُلَبَّس (ع،صف،مفعولی) پوشیدہ، پنہاں

مُلَبِّس (ع،مذ) پوشیدہ کرنے والا

مُلتزَم (ع،صف) لازم کیا ہُوا

مُلتزِم (ع،صف، فاعلی) اِلتزام کرنے والے

مُلتہَب (ع،صف) شعلہ زن

مُلتہِب (ع،صف) بھڑکانے والا

مُلحَق (ع،صف) پیوستہ، منسلک

مُلحِق (ع،صف) جُڑنے والا

مَلَک (ع،مذ) فرشتہ

مَلِک (ع،مذ) فرمان رَوا، شہر یار

مِلک (ع،نث) جاگیر، زمیں داری

مُلک (ع،مذ) کشور، اقلیم، قلم رُو

مَلَل (ع،مذ) اندوہ، غم

مِلَل (ع،مذ) مِلّت کی جمع

مُلہَم (ع،مذ) اِلہام کیا گیا

مُلہِم (ع،صف) اِلہام کرنے والا

مُمتحَن (ع،مذ) آزمودہ کار

مُمتحِن (ع،مذ) امتحان لینے والا

مُمتدّ (ع،صف) دراز، طویل

مُمتَد (ع،صف) دراز کیا گیا

مُمتنَع (ع،مذ) باز رکھا گیا

مُمتنِع (ع،صف) باز رکھنے والا

مُمیَّز (ع،صف) تمیز کیا گیا

مُمیِّز (ع،صف) تمیز کرنے والا

مَن (ع،کلمۂ ضمیر) وہ شخص، کوئی شخص

مَنّ (ع،مذ) شیریں چیز، مَن و سلویٰ

مَنّ (ع،مذ) احسان، مِنّت

مَن (ف،ضمیر کلمۂ واحد مُتکلّم) مَیں

مِن (ع،حرف جار) پر، ماسوا، بہ سبب، مانند، ساتھ، مع

مُنادیٰ (ع،مذ) پکارا گیا

مُنادی (ع،مذ) پکارنے والا

مَناظِر (ع،مذ) منظر کی جمع

مُناظِر (ع،مذ) مناظرہ کرنے والا

مُنتَج (ع،صف) نتیجہ

مُنتِج (ع،صف) نتیجہ دینے والا

مُنتظِر (ع،مذ) اُمیدوار، انتظار کرنے والا

مُنتظَر (ع،مذ) جس کا انتظار کیا جائے

مُنتظِم (ع،مذ) ناظم، انتظام کرنے والا

مُنتظَم (ع،صف) کام کا تمام ہونا

مُنتقِل (ع،مذ) مکان بدلنے والا

مُنتقَل (ع،صف) ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کیا گیا

مَنزِل (ع،نث) سرائے، ٹھکانا، پڑاؤ

مُنَزّل (ع،مذ) نازل کیا گیا

مُنزِل (ع،صف) نیچے اُتارنے والا

مُنشَرِح (ع،مذ) کُھلنے والا

مُنشرَح (ع،مذ) عیاں، آشکار، بشّاش

مُنشی (ع،مذ) محرّر، نویسندہ

مُنشّی (ع،مذ) نشہ آور

مُنقسَم (ع،صف،مفعولی) تقسیم کیا گیا

مُنقسِم (ع،صف، فاعلی) تقسیم ہونے والا

مُنقّیٰ (ع،مفعول) صاف کیا گیا۔

مُنقّی (ع،فاعل) صاف کرنے والا

مُنکَر (ع،مفعول) ناشائستہ، مشروع، مکروہ

مُنکِر (ع،فاعل) بے دین، ملحد، دہریہ

مُوَجّہ (ع،صف) پسندیدہ، مرغوب

مَوجہ (ع،مذ) موج

مُؤدَّب (ع،صف) مہذّب، تہذیب یافتہ

مُؤدِّب (ع،صف) اتالیق، ادب سکھانے والا

مُوصیٰ (ع،نث) وہ شخص جس کو وصیت کی گئی

مُوصی (ع،مذ) وصیت کرنے والا

مُؤکّد (ع،مذ) تاکید کیا گیا

مُؤکِّد (ع،مذ) تاکید کرنے والا

مُؤکَّل (ع،مذ) امانت دار، ذمہ دار

مُؤکِّل (ع،مذ) جو وکیل مقرّر کرے

مُؤیِّد (ع،مذ) مددگار، معاون

مُؤیَّد (ع،مذ) تائید کیا گیا

مُہتدِی (ع،صف) ہدایت کرنے والا

مُہتدیٰ (ع،صف) ہدایت کیا گیا

مَہر (ع،مذ) بہ وقت نکاح فرد کے ذمّے عورت کا مقرّرہ حق

مِہر (ف،نث) محبت، حُب، آفتاب، سورج

مُہر (ف،نث) چھاپ، خاتم

نار (ف،مذ) مُرکبات میں جیسے گُل نار

نار (ع،نث) آتش

نَبات (ع،نث) سبزہ

نِبات (ف،نث) مصری، قند

نِثار (ع،مذ) تصدّق، فریفتہ

نثّار (ع،مذ) نثر لکھنے والا

نَجَس (ع،نث) نجاست، گندگی

نَجِس (ع،صف) غلیظ، ناپاک، پلید

نَسخ (ع،مذ) تنسیخ

نُسَخ (ع،مذ) نسخہ کی جمع، کتابیں

نَشر (ع، مذ) منادی کرنا، پھیلانا

نَشَر (ع،صف) پریشان، پراگندہ

نَفَس (ع،مذ) سانس، تنفّس

نَفس (ع،مذ) وجود، ہستی، جان، رُوح

نَقّاب (ع، مذ) نقب لگانے والا

نِقاب (ع، مذ) بُرقع

نَقل (ع،نث) نمونے، نظیر

نُقل (ف، مذ) ایک قسم کی میٹھی چیز

نُہ (ف، مذ) نَو عدد

نَہ (ف،حرفِ نفی) نہیں، نا، مت

وَا (ع،حرف نُدبہ) ہائے، افسوس

وَا (ف،صف) کشادہ

وَالا (ف،صف) مرکبات میں مختلف معنوں میں آتا ہے، شاہِ والا

وَالا (ف،صف) بلند، ذی عزت

وَتَر (ع،مذ) قائم الزاویہ کا سب سے بڑا ضلع

وِتر (ع،مذ) طاق عدد

وِرد (ع،مذ) وظیفہ، معمول

وَرد (ع،مذ) گلاب کا پھول

وَسطی (ف،صف) درمیانی

وُسطیٰ (ع،صف) اوسط کا موَنّث

وِلَا (ع،نث) محبّت، اُلفت

وِلا (ف، مذ) وقت، عرصہ

ہِجر (ع، مذ) جُدائی

ہَجر (ع،نث) ہذیان

ہُجر (ع،نث) فحش، بے ہُودہ

ہُدیٰ (ع، مذ) رہ بَری، رہ نُمائی، ہدایت

ہَدِیٰ (ع،نث) نذرانہ یا تحفہ

ہَشت (ف،عدد) آٹھ

ہِشت (ف، مذ) پھٹکار

ہُشت (ف،کلمہ) جِھڑکنا

یَا (ف،حرفِ تردیدوعطف) خواہ، چاہے

یَا (ع،حرفِ نِدا) اَے، اَرے

یُمن (ع،مذ) برکت، سعادت، اِقبال مَندی

یَمن (ع،مذ) ایک خطّہ جہاں کا عقیق مشہور ہے

مُثبِت (ع،صف) ثابت کنندہ

مُثبَت (ع،صف) ثابت شدہ

مُنتخِب (ع، مذ) اِنتخاب کرنے والا

مُنتخَب (ع، مذ) مُنتخبہ

وُضو (ع، مذ، فعل) قبلِ نماز طہارت

وَضو (ع، مذ) آبِ طہارت

★★★★★

سابقے - لاحقے

PREFIX-SUFFIX

وہ حرف یا لفظ، جو اصل لفظ کی اِبتدا سے پہلے آئے اُسے سابقہ کہتے ہیں۔ اِس کے برعکس وہ تمام حرف یا لفظ، جو کسی بھی لفظ کے بعد آتے ہیں، اُنھیں لاحقہ کہا جاتا ہے۔

سابقے

اَز: (ف: حرفِ جار بہ معنی ساتھ، سے، کا) اَزبَر، اَزبَس، اَزحد، اَزخُود، اَزسَرتاپا، ازآں، اَزیں (از+ایں)۔

اَن: (ہندی:نفی) اَن پڑھ، اَن بَن، اَن دیکھا، اَن جان، اَن مول، اَن ہونی، اَن سُنی، اَن کہی۔

با: (ف: ساتھ) بااثر، باتمیز، باخبر، باتدبیر، باضابطہ، باقاعدہ، باوفا، بامُروّت، باعزت، بامقصد، باوجود۔

باز: (ف: پھر) بازپُرس، بازیافت، بازخواہ، بازگشت، بازکشا، بازدید۔

بَر: (ف:اُوپر) برباد، برپا، برتر، برحق، برطرف، برخلاف، برمحل، بَرملا، برہم، برقرار، برجستہ، بروقت، برداشت۔

بے: (ف: منفی) بے اَدب، بے اِختیار، بے اَثر، بے باک، بے باق، بے بہا، بے پَروا، بے تابی، بے ثبات، بے جا، بے چراغ، بے تحاشا، بے دَخل، بے دریغ، بے حَد، بے حساب، بے دل، بے موسم، بے نصیب، بے ہُنری۔

پا: (ف: پاؤں) پابَند، پااَنداز، پابہ جولاں، پازیب، پابہ زنجیر، پابَوس، پامال، پایاب، پابَستہ، پادَرہَوا۔

پائے: (ف: پاؤں) پائے بَند، پائے تخت، پائے مال، پائے داری، پائے بستہ، پائے دان۔

پُر: (ف، بھرا ہوا) پُرجوش، پُرمعنی، پُرآشوب، پُرنم، پُرکار، پُردل، پُرزور، پُردرد۔

پَس: ف، پیچھے) پس انداز، پس پا، پس ماندہ، پس آہنگ، پس خوردہ، پس آوردہ۔

پَنج ف، پانچ) پنج شاخہ، پنج گوشہ، پنج تنؑ، پنج وقتہ، پنج گانہ۔

پیش: (ف، آگے، پہلے) پیشانی، پیش بندی، پیش بینی، پیش خیمہ، پیش دستی، پیش رفت، پیش رو، پیش قدمی، پیش نماز، پیش نہاد، پیش تر، پیش کش، پیش خوانی، پیش گاہ، پیش رس، پیش کار، پیش آمد، پیش پا اُفتادہ۔

خود: (ف، آپ، بذاتہ) خود بیں، خود پسند، خود پرستی، خود غرض، خود رو، خود رفتہ، خودستائی، خودنُمائی، خودسازی، خودحسابی، خودکار، خودافگن، خود بہ خود، خود دار، خودثنائی، خودخوئی۔

خُوش: (ف ،صفت) خوش اُسلوبی، خوش آب، خوش آواز، خوش الحان، خوش باش، خُوش بُو، خوش بیان، خوش حال، خوش خبری، خوش خیالی، خوش رنگ، خوش قدمی، خوش قلم۔

دَر: (ف، میں) در پردہ، درپیش، درپے، درکار، درہم، درمیان، دراَنداز، درگزر، درآمد، درخواست، درکنار، دریافت۔

زیر: (ف، نیچے) زیر بار، زیر انداز، زیر دست، زیر مشق، زیرِ لب، زیر نشین۔

زُود: (ف، جلد) زودرنج، زودگو، زودآشنا، زودفہم، زود خیز، زوداثر، زودنویس، زودقلم، زود بود (بے تحاشا)۔

سَر: (ف، اُوپری حصّہ، چوٹی) سرخوش، سربستہ، سَر بہ سَر، سربُلند، سر بہ مُہر، سرپرست، سرپوش، سراپا، سرحد، سرتاج، سرخیل، سرزمین، سرسبز، سرشاری، سرفراز، سرکش، سرگزشت، سرکوبی، سرگراں، سرگرم، سرگوشی، سرگروہ، سرنوشت، سرآمد، سرانجام، سردار، سربراہ، سرمایہ، سرہنگ۔

شاہ/ شہ: (ف بڑا، آقا) شہ زور، شہ سوار، شاہ راہ، شہ گام، شہ بالا، شہ چال، شہ نشین، شہ کار۔

شَش: (ف، چھے) شَش جہت، شَش ماہی، شَش پہلو، شَش طاق۔

صَاحب: (ع، کلمۂ احترام) صاحبِ اختیار، صاحبِ اقبال، صاحبِ تخت، صاحبِ تدبیر، صاحبِ جاگیر، صاحبِ خانہ، صاحبِ ذوق، صاحبِ راز، صاحبِ فراش، صاحبِ مقدور، صاحبِ سلیقہ، صاحبِ منصب۔

صَدر: (ع، مرکزی) صدرمدرس، صدر مقام، صدرِ اعظم، صدر دیوان، صدر بازار، صدر محاسب، صدر مہتمم، صدر دفتر۔

غیر: (ع، صِفت، اجنبی) غیر موزوں، غیر آباد، غیر واقع، غیر حاضر، غیر ذمّہ دار، غیر شفّاف، غیر مستحکم، غیر ممکن، غیر ضروری، غیر مُکمّل، غیر مُناسب، غیر منقولہ۔

لا: (ع، حرفِ نفی) لا بُد، لا ثانی، لا پروا، لا جواب، لا چار، لا جُرم، لا حاصل، لا دوا، لا حَل، لا ریب، لا زوال، لا طائل، لا علاج، لا کلام، لا مذہب، لا مکان، لا وَلد، لا وارث، لا یعنی۔

مِیر: (ع، امیر کا مُخفَّف، سرکردہ) میر سامان، میر دربار، میر دیوان، میر بحری، میرِ مجلس، میر مُنشی، میر محلّہ، میرِ منزل۔

نا: (ف، حرفِ نفی) ناآشنا، نااُمید، نااِتفاقی، نااہل، نابلد، نابُود، ناپید، ناپسند، نابکار، ناانصافی، ناتراش، ناتمام، ناتواں، ناچار، ناچاقی، ناحق، نادانی، نادرست، ناراض، نارَسا، ناروا، ناساز، ناسزا، ناشکری، نافرمان، ناکام، نافہمی، ناقدری، ناکردہ، ناگوار، ناگہانی، نامعلوم، نامحرم، ناواقف، نامرتّب، ناہم وار، نامساوی۔

نَو: (ف، نیا) نوآموز، نوآبادی، نوبہار، نوچندی، نوخیز، نوخط، نوخاستہ، نوعمر، نومشق، نومُسلم، نووارد، نونہال، نورَس، نوپرواز، نوکار، نوقدم، نونیاز۔

نِیم: (ف، آدھا) نیم باز، نیم بسمل، نیم خوردہ، نیم راضی، نیم روز، نیم سوختہ، نیم کش، نیم گرم، نیم جان، نیم خواب، نیم جوش، نیم رُخ، نیم تسلیم۔

ہَر: (ف، حرفِ تعمیم) ہرجائی، ہرگاہ، ہرسُو، ہرکس، ہرکہ، ہرکُجا، ہرگز، ہردل عزیز، ہرکارہ، ہربار، ہرچند، ہرچہ، ہردَم۔

ہَزار: (ف، کثرت) ہزارداستان، ہزارپا، ہزارچشم، ہزارستون، ہزارآواز، ہزاربیشہ، ہزار پایہ، ہزارافشاں، ہزاردانہ۔

ہَم: (ف، حرفِ عطف، شرکت) ہم آواز، ہم پلّہ، ہم آغوش، ہم پہلو، ہم پیالہ، ہم جلیس، ہم جماعت، ہم جنس، ہم پیشہ، ہم درد، ہم دَم، ہم دِلی، ہم دیوار، ہم راز، ہم راہ، ہم رنگ، ہم زبان، ہم زاد، ہم سایہ، ہم سر، ہم سفر، ہم چشمی، ہم عصر، ہم وطن، ہم کلام، ہم نام، ہم معنی، ہم رائے، ہم وزن، ہم سخن، ہم نوائی، ہم کار۔

ہَمہ: (ف، سب) ہمہ دانی، ہمہ گیر، ہمہ وقت، ہمہ حال، ہمہ رنگ، ہمہ کیف۔

یک: (ف، عدد) یک جا، یک بارگی، یک جان، یک تارا، یک جہت، یک چوبہ، یک چشمی، یکساں، یک دِلی، یک رُخہ، یک رنگی، یک طرفہ، یک زبان، یک سُوئی، یک لخت، یک انداز، یک رَوی، یک تہی، یکسری۔

عربی زبان کے اسمِ اِشارہ "ذُوْ" اور "ذی" سے اہلِ حرف نے حسبِ ذیل الفاظ کو مُرکب کیا ہے۔ "ذوْ" سے ذوفنون اورذومعنی۔ "ذی" سے ذی اختیار، ذی حُرمت، ذی حق، ذی شعور، ذی حیات، ذی رُتبہ، ذی رُوح، ذی عزت، ذی عقل، ذی مقدرت، ذی ہوش، ذی فہم، ذی شان، ذی وقعت وغیرہ۔

لاحقے

اِلف: (ہندی، مصدر) جھگڑا، پھیرا، چھاپا، اُچھالا، ٹانکا، ٹپکا، کوڑا، جھٹکا، جھاڑا، دھڑکا، رگڑا، سنبھالا، کھوٹا، نکالا، لپکا، لچکا۔

اَلِف: (ہندی صفت) مَیلا، بھوکا، نیلا، جھوٹا، اَچھوتا، بُزدلا۔

اَلِف: (ف، علامتِ فاعلی) توانا، دانا، بِینا، جُویا، گویا، شناسا، رَسا، گوارا۔

آباد: (ف، ظرفیت) شہروں اور مُحلّوں کا نام رکھنے میں یہ لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔

آرا: (ف، آراستن، سنوارنا) جہاں آرا، بزم آرا، انجمن آرا، صف آرا، مسند آرا، جلوہ آرا، ہنگامہ آرا، لشکر آرا، معرکہ آرا، چمن آرا، بساط آرا، بہار آرا۔

آزما: (ف، آزمودن، آزمانا) زور آزمائی، نصیب آزمائی، قسمت آزمائی، تیغ آزمائی، بخت آزمائی، تقدیر آزمائی، طبع آزمائی، کار آزمائی۔

آزار: (ف، آزردن، ستانا) دِل آزار، مَردَم آزار، عاشق آزار، بے کس آزار، مسافر آزار۔

آفریں: (ف، آفریدن، پیدا کرنا) جہاں آفریں، معنی آفریں، ناز آفریں، سحر آفریں، عالم آفریں، نزاکت آفریں، نکتہ آفریں، جاں آفریں، سخن آفریں، ہُنر آفریں۔

اَفروز: (ف، اَفروختن، روشن کرنا) دِل افروز، بزم افروز، رونق افروز، عالم افروز، انجمن افروز، جلوہ افروز، شب افروز، آئینہ افروز، مجلس افروز، آتش افروز۔

اَفزا: (ف، افزودن، بڑھانا) نُورافزا، عیش افزا، غم افزا، نَشاط افزا، ہمّت افزا، جُرات افزا، حوصلہ افزا، مَسرّت افزا، سُرور افزا، رونق افزا۔

اَفشاں: (ف، افشاندن، چھڑکنا) نُورافشاں، زَرافشاں، گُل افشاں، گوہرافشاں، عنبرافشاں، گلاب افشاں، پَرافشاں، خُوں افشاں، عِطرافشاں۔

اَفگن: (ف، افگندن، پھینکنا) شیرافگن، نُورافگن، سایہ افگن، پَرتوافگن، خُودافگن، سَرافگن، بِساط افگن۔

آگاہ: (ف، آگاہیدن، باخبر رہنا) حق آگاہ، خُدا آگاہ، کار آگاہ، شریعت آگاہ، طریقت آگاہ، حقیقت آگاہ، مقام آگاہ۔

آگیں: (ف، وصفیت، بھرا ہوا) گوہر آگیں، عنبر آگیں، غم آگیں، نَشاط آگیں، عطر آگیں، جَواہِر آگیں۔

آلود: (ف، آلودن، آلودہ) خُوں آلود، زنگ آلود، گرد آلود، غضب آلود، قہر آلود، زہر آلود، خاک آلود، عرق آلود، سُرمہ آلود، گریہ آلود، خواب آلود۔

آموز: (ف، آموختن، سیکھنا) حِکمت آموز، عِبرت آموز، اَدب آموز، نو آموز، مَصلحت آموز، اَدا آموز، سَبق آموز، مَعرفت آموز، دانِش آموز، ہُنر آموز۔

آمیز: (ف، آمیختن، ملنا) درد آمیز، رنگ آمیز، غرور آمیز، فخر آمیز، زُود آمیز، حرارت آمیز، شوخی آمیز، شرارت آمیز، نصیحت آمیز، مَصلحت آمیز۔

انداز: (ف، انداختن، ڈالنا) خلل انداز، دَرانداز، قدر انداز، حُکم انداز، قادر انداز، غلط انداز، قرعہ انداز، رخنہ انداز، نظر انداز، پس انداز، پیش انداز، تیر انداز۔

اَندوز: (ف، اندوختن، جمع کرنا) غم اندوز، عبرت اندوز، شرف اندوز، سعادت اندوز، دولت اندوز، زر اندوز، عیش اندوز، ذخیرہ اندوز، فکر اندوز۔

اَندیش: (ف، اندیشیدن، سوچنا) دُوراندیش، خیراندیش، عاقبت اندیش، مآل اندیش، نیک اندیش، بَداندیش، کوتاہ اندیش، پس اندیش، مَصلحت اندیش، صواب اندیش۔

انگیز: (ف، انگیختن، اُکسانا) حیرت انگیز، درد انگیز، تعجب انگیز، دہشت انگیز، فتنہ انگیز، طرب انگیز، ولولہ انگیز، نشاط انگیز، عبرت انگیز، شرانگیز۔

انہ: (ف) روزانہ، مستانہ، دستانہ، عالمانہ، سالانہ، رِندانہ، یارانہ، دوستانہ، بیعانہ، نذرانہ، شکرانہ، ہرجانہ، مخنتانہ، ملحدانہ، جرمانہ۔

انی: (ع، وصفیت) رُوحانی، نفسانی، ربّانی، حقّانی، نُورانی، فوقانی، طُولانی، برفانی، سیلانی، ہیجانی، زِندانی۔

اؤ: (ہندی، حاصلِ مصدر) جھکاؤ، بچاؤ، چڑھاؤ، چھڑکاؤ، تاؤ، اٹکاؤ، بناؤ، بہاؤ، بھراؤ، کٹاؤ، لگاؤ، کھاؤ۔

اوٹ: (ہندی، حاصلِ مصدر) رُکاوٹ، بناوٹ، لگاوٹ، سجاوٹ، گھلاوٹ، کساوٹ، مِلاوٹ۔

آور: (ف، آوردن، لانے والا) خواب آور، نام آور، قدآور، حملہ آور، دِلاور، تناور، بختاور، گردآور، نشہ آور، سُود آور، خراج آور۔

آویز: (ف، آویختن، لٹکانا) دِلاویز، دَستاویز، چشم آویز، شب آویز، مہم آویز۔

بار: (ف، ظرفیت، بوجھ) گراں بار، سُبک بار، بُردبار، زیربار، جوئبار، رَود بار۔

بار: (باریدن، برسنا) مُشک بار، گُل بار، اَشک بار، سنگ بار، دُربار، نُور بار۔

باز: (ف، باختن، کھیلنا) شعبدہ باز، نشانہ باز، نظرباز، تیرباز، فقرے باز، چھل باز، شطرنج باز، جگت باز۔

باش: (ف، بودن، ہونا رہنا) خُوش باش، یارباش، شب باش، خاک باش، دُور باش۔

بان: (ف، محافظ، وصفیت) ساربان، باغ بان، دربان، پاس بان، بادبان، مہربان، نگہبان، سایہ بان۔

بخش: (ف، بخشیدن، عطا) صحت بخش، مسرّت بخش، راحت بخش، فرحت بخش، شفابخش، جہاں بخش، مُراد بخش، طراوت بخش، گنج بخش۔

بَر: (ف، بُردن، لے جانا) نامہ بَر، پیام بَر، پیغمبر، دِل بَر، راہ بَر، فرمان بَر۔

بردار: (ف، برداشتن، اُٹھانا) عَصا بردار، علَم بردار، حکم بردار، فرماں بردار، حاشیہ بردار، کفش بردار، غلط بردار، باربردار، کماں بردار، ناز بردار، نام بردار۔

بستہ: (ف، بستن، بندھا) سَر بستہ، کمربستہ، پَر بستہ، دَربستہ، دست بستہ، پابستہ، دِل بستہ، حنابستہ، زُبان بستہ، سنگ بستہ، گلوبستہ، نظربستہ، چشم بستہ، لب بستہ۔

بند: (ف، بستن، باندھنا) نقش بند، بازوبند، نظربند، پابند، دِل بند، صف بند، پیش بند، علاقہ بندی، فرقہ بندی، قافیہ بندی، فریق بندی، قسط بندی، کوچہ بندی، دستار بندی۔

بیں: (ف، دیدن، دیکھنا) پیش بیں، باریک بیں، عیب بیں، حق بیں، تماش بیں، خُود بیں، ظاہر بیں، کوتاہ بیں، کم بیں، نکتہ بیں، انجام بیں، مصلحت بیں۔ سیربیں، دُور بیں، غلط بیں۔

پا: (ف، پائیدن، ٹھیرنا) دیرپا، پَس پا، چراغ پا، سیخ پا، گریز پا، باد پا، آبلہ پا، سیماب پا، پیش پا۔

پذیر: (ف، پذیرفتن، قبول، قابل) دِل پذیر، عبرت پذیر، عُذر پذیر، تربیت پذیر، اِشتعال پذیر، نصیحت پذیر، سکونت پذیر، فرماں پذیر، ترقی پذیر، قیام پذیر، خاطر پذیر، آفت پذیر، فنا پذیر، زوال پذیر، گزارش پذیر۔

پرداز: (ف، پرداختن، مشغول ہونا) کارپرداز، اِنشاپرداز، اِفترا پرداز، فِتنہ پرداز، ہنگامہ پرداز، مُفسِدہ پرداز، تفرقہ پرداز، نکتہ پرداز، چہرہ پرداز، حوصلہ پرداز، عشق پرداز، غزل پرداز، نقش پرداز۔

پرور: (ف، پروردن، پالنا) بندہ پرور، ذرّہ پرور، سخن پرور، عالم پرور، ہُنر پرور، غریب پرور، ناز پرور، اقرباپرور، کینہ پرور، نفس پرور، سایہ پرور۔

پوش: (ف، پوشیدن، چھپانے والا) خطاپوش، کفن پوش، سَر پوش، پاپوش، سُرخ پوش، سَبز پوش، پَردہ پوش، تخت پوش، عَیب پوش، نقاب پوش، سَفید پوش، خرقہ پوش، سایہ پوش، کملی پوش۔

پیما: (ف، پیمودن، ناپنا) قافیہ پیما، جادہ پیما، ہَوا پیما، بادہ پیما، فلک پیما، سخن پیما، راہ پیما، مسافت پیما، پیالہ پیما، زمیں پیما، جہاں پیما۔

چیں: (ف، چیدن، چُننا) گُل چیں، نکتہ چیں، خوشہ چیں، ریزہ چیں، سخن چیں، حرف چیں، سبَد چیں۔

خانہ: (ف، ظرفیت) آئینہ خانہ، قید خانہ، کارخانہ، مئے خانہ، توشہ خانہ، نعمت خانہ، سردخانہ، خَس خانہ، دِیوان خانہ، شفاخانہ، صنم خانہ، بُت خانہ، غریب خانہ، نگارخانہ، کتب خانہ، عاشورخانہ، عزاخانہ، مسافر خانہ،

ش: (ف، علامت حاصل مصدر) آفرینش، آمیزِش، بارِش، بندِش، تابِش، پُرسش، شورش، سازِش، سفارِش، رنجش، نوازِش، آویزِش، بخشِش، کشِش، نِگارِش۔

شِکن: (ف، شکستن، ٹوٹنا، توڑنا) بُت شکن، ہمّت شکن، حوصلہ شکن، طاقت شکن، صبرشکن، تحمّل شکن، خیبرشکن، عزم شکن، خُمارشکن، قانون شکن، عہد شکن، پیماں شکن، دِل شکن، صف شکن، جادُوشکن، توبہ شکن، خُودشکن، سایہ شکن، کوہ شکن۔

شِگاف: (ف، شگافتن، چیرنا، پھاڑنا) خاراشگاف، سِینہ شگاف، مُوشگاف، جگرشگاف، کوہ شگاف، دَریا شگاف، آسماں شگاف، لشکر شگاف، دِیوارشگاف۔

شَناس: (ف، شناختن، پہچاننے والا) اَدا شناس، نظر شناس، مِزاج شناس، حق شناس، رَمزشناس، کارشناس، خُودشناس، احسان شناس، خُدا شناس، اَنجم شناس، سِتارہ شناس، حرف شناس، نکتہ شناس، وقت شناس، موقع شناس، صُورت شناس، سُخن شناس، غزل شناس، مَصلحت شناس، حِکمت شناس، دَرد شناس۔

طَراز: (ف، طرازیدن، نقش کرنا) اِنشا طراز، عشوہ طراز، سُخن طراز، صُورت طراز، مضموں طراز، چمن طراز، انجمن طراز، خِرمَن طراز، رقم طراز، غزل طراز، نقش طراز، نَوا طراز۔

طَلب: (ف، طلبیدن، چاہنا) غورطلب، آرام طلب، حق طلب، شہرت طلب، جاہ طلب، عیش طلب، عزت طلب، آب رُوطلب، خیرطلب، سلام طلب، تحقیق طلب، حِساب طلب، مَحاسبہ طلب، مُواخذہ طلب، وقت طلب، حُرمت طلب، کارطلب۔

فام: (ف، صفت، رنگ) گُل فام، لالہ فام، سبزفام، سُرخ فام، زمُرد فام، یاقوت فام، سیاہ فام، مُشک فام، فیروزہ فام، شعلہ فام، آتش فام، زرد فام۔

فَرسا: (ف، فرسودن، گھسنا) جاں فرسا، جبیں فرسا، کام فرسا، حوصلہ فرسا، قلم فرسا، فلک فرسا، ناحیہ فرسا، جادہ فرسا، دشت فرسا، قدم فرسا، خامہ فرسا، کوہ فرسا، مرحلہ فرسا، سامعہ فرسا۔

فَرما: (ف، فرمودن، فرمانا) کرم فرما، عِنایت فرما، نوازش فرما، تَشریف فرما، جلوہ فرما، کارفرما، اَلطاف فرما،

فرمان فرما، حکم فرما، جلوس فرما، داد فرما۔

فَروش: (ف، فروختن، بیچنا) بردہ فروش، خوردہ فروش، نازفروش، حلوہ فروش، سَرفروش، عطرفروش، کُتب فروش، گُل فروش، وطن فروش، قوم فروش، مِلّت فروش، اِیمان فروش، اِسلام فروش، خُودفروش، آشنا فروش، بادہ فروش، یارفروش، قلم فروش، ہُنر فروش۔

فہم: (ف، فہمیدن، سمجھنا) اَدا فہم، غلط فہم، کم فہم، سخن فہم، کج فہم، زُود فہم، تیز فہم، عام فہم، بلند فہم، کُند فہم۔ پَست فہم، نافہم، سُست فہم، تُند فہم، تنگ فہم۔

کَدہ: (ف، ظرفیت) غم کدہ، بُت کدہ، آتش کدہ، عیش کدہ، مئے کدہ، صنم کدہ، ظُلمت کدہ، ماتم کدہ، وحشت کدہ، گُل کدہ، دولت کدہ، نعمت کدہ، حیرت کدہ، دِل کدہ، فرحت کدہ، عشرت کدہ۔

کردہ: (ف، صف مفعولی، کیا ہوا) ناکردہ، کارکردہ، رَد کردہ، خریدکردہ، قبول کردہ، فیصل کردہ، سَرکردہ، سُرمہ کردہ، پُرکردہ، شُمارکردہ۔

کَش: (ف، کشیدن، کھینچنا) تَرکش، دِل کش، فروکش، فاقہ کش، بادہ کش، بارکش، بَلاکش، محنت کش، ملاح کش، پیش کش، ریاضت کش، سَرکش، تارکش، جفاکش، کنارہ کش، مِنّت کش، نیم کش، رُوکش۔

کنا: (اُر، کرنے کا اِختصار اور اکثر اُن مصدوں کے بنانے میں کام آتا ہے جن میں آواز شامل ہو) پُھونکنا، جَھونکنا، دُھونکنا، چِھینکنا، بِلکنا، بَھڑکنا، پَھڑکنا، ٹَپکنا، بِھنکنا، تَھپکنا، تِھرکنا، بَھونکنا، چِٹکنا، چِھڑکنا، چہکنا، دہکنا، دھڑکنا، دِھمکنا، سِسکنا، کڑکنا، کھڑکنا، لپکنا، لچکنا، ہانکنا، ہونکنا، جُھمکنا، جھپکنا۔

گار: (ف، وصفیت) طلب گار، سِتم گار، پَرہیزگار، خدمت گار، مدد گار، گناہ گار، روزگار، سازگار، کام گار، آموزگار، یادگار۔ آفریدگار، خواست گار۔

گاہ: (ف، ظرفیت) بارگاہ، بَزم گاہ، سیرگاہ، تخت گاہ، دَرس گاہ، خواب گاہ، خیمہ گاہ، تماشا گاہ، آرام گاہ، بندرگاہ، جولان گاہ، نبردگاہ، شکارگاہ، درگاہ، رزم گاہ، زیارت گاہ، سجدہ گاہ، عِبادت گاہ، فرودگاہ، قیام گاہ، قبلہ گاہ، جلوہ گاہ، قربان گاہ، گزرگاہ، نَشِست گاہ، مَسنَد گاہ، ریاضت گاہ، عِبرت گاہ۔

گَر: (ف، وصفیت) بازی گر، آہَن گر، کارگر، تونگر، زَرگر، غارت گر، جادُوگر، صیقل گر، چارہ گر، رفوگر، جلوہ گر، سِتم گر، سوداگر، شعبدہ گر، اَفسُوں گر، خُوگر، دریوزہ گر، شیشہ گر، دادگر، عشوہ گر، کیمیاگر، نوحہ گر۔

گُزار: (ف، گزاردن، ادا کرنا) شکرگزار، خراج گزار، باج گزار، خدمت گزار، اِطاعت گزار، حق گزار، خامہ گزار، رہ گزار۔

گُستر: (ف، گستردن، بچھانا، پھیلانا) کرم گُستر، عدل گستر، فیض گستر، ثنا گستر، جفا گستر، سخا گستر، شکایت گستر، سخن گستر، نعمت گستر، معدلت گستر، الطاف گستر، داد گستر۔

گَو: (ف، گفتن، کہنا) حق گو، پُرگو، خُوش گو، بَلاگو، بذلہ گو، کم گو، داستاں گو، قصّہ گو، پیشین گو، غزل گو، ہزل گو۔ دروغ گو، زُودگو، مرثیہ گو، راست گو، لطیفہ گو، کلمہ گو، بَرہَنہ گو، پوچ گو، پیش گو، پریشان گو، سخن گو۔

گِیر: (ف، گرفتن، اختیار کرنا، پکڑ لینا) حرف گیر، آہُو گیر، خبرگیر، دَست گیر، بغل گیر، دامن گیر، راہ گیر، دِل گیر، چاشنی گیر، شعلہ گیر، عالم گیر، عیب گیر، ماہی گیر، نکتہ گیر، جا گیر، سخت گیر، گل گیر، رفو گیر، گرہ گیر، گلوگیر، گریباں گیر، نم گیر۔

گِیں: (ف، وصفیت) سُرمگیں، شرمگیں، خشمگیں، سہمگیں، اندوہ گیں، شوخ گیں۔

مَند: (ف، وصفیت) احسان مند، اِخلاص مند، غرض مند، آرزو مند، اقبال مند، بہرہ مند، حاجت مند، دانش مند، فتح مند، تنومند، عقل مند، دولت مند، دَردمند، رضامند، زورمند، ارجمند، کمند، سُود مند، سعادت مند، سلیقہ مند، فکرمند، فایدہ مند، غیرت مند، ہُنرمند، خواہش مند، ضرورت مند، عقیدت مند، نِیاز مند، مُراد مند، ہوش مند، مُستمَند، کارمند، گِلہ مند۔

ناک: (ف، وصفیت) غم ناک، غضب ناک، اندیشہ ناک، اندوہ ناک، افسوس ناک، دردناک، خوف ناک، وحشت ناک، دہشت ناک، حیرت ناک، ہیبت ناک، شرم ناک، شہوت ناک، عِبرت ناک، ہوس ناک، نم ناک، خطرناک، ہَول ناک۔

ندہ: (ف، فاعلیت) آئندہ، باشندہ، بافندہ، پُرسندہ، پرندہ، جویندہ، چرندہ، دہندہ، گیرندہ، دانندہ، درندہ، سازندہ، زندہ، فروشندہ، گزندہ، گوئندہ، نمائندہ، نویسندہ، یابندہ، شرمندہ، کارندہ، تابندہ۔

نَشِیں: (ف، نشستن، بیٹھنا) خاک نشیں، کرسی نشیں، پالکی نشیں، شاہ نشیں، بالانشیں، حاشیہ نشیں، پردہ نشیں، ذہن نشیں، جانشیں، عرش نشیں، صحرانشیں، حرم نشیں، خانہ نشیں، گوشہ نشیں، خلوت نشیں، سجادہ نشیں، تخت نشیں، بوریا نشیں، مسند نشیں، پہلو نشیں، ہم نشیں، چِلّہ نشیں، راہ نشیں، صدر نشیں، سایہ نشیں۔

نِگار: (ف، نگاشتن، نقش کرنا) زرنگار، زمرد نگار، جواہر نگار، یاقوت نگار، گوہر نگار، نامہ نگار، مضمون نگار، سوانح نگار، واقع نگار، داستاں نگار، افسانہ نگار، صورت نگار، طُغرا نگار جادونگار، وقائع نگار، عجائب نگار، شریں نگار، دفتر نگار۔

نُما: (ف، نمودن، دکھانا، ظاہر کرنا) خوش نما، بدنما، انگشت نما، خودنما، رہ نما، قبلہ نما، قطب نما، جہاں نما، حق نما، تصویرنما، گندم نما، قوس نما، آتش نما، چہرہ نما۔

نَواز: (ف، نواختن، عزت دینا، بجانا) بندہ نواز، سِتار نواز، بین نواز، طَبلہ نواز، نَوبت نواز، نقّارہ نواز، عاجز نواز، غریب نواز، مسکیں نواز، معارف نواز، مُسافر نواز، مہمان نواز، بیکس نواز، مظلوم نواز، رعیّت نواز، مخلوق نواز، خوش نواز۔

نَوِیس: (ف، نوشتن، لکھنا) خوش نویس، خبرنویس، اخبارنویس، فسانہ نویس، عریضہ نویس، عرائض نویس، حُلیہ نویس، دفتر نویس، خاص نویس، خفیہ نویس، زُود نویس، قبالہ نویس، نقل نویس، مختصر نویس، خلاصہ نویس، مسودہ نویس، لوح نویس، قطعہ نویس، نقشہ نویس، اظہار نویس، واقعہ نویس، چہرہ نویس، لُغت نویس، مجلس نویس، صدر نویس۔

وَا: (ہندی، حاصل مصدر) بڑھاوا، بُلاوا، بہکاوا، بہلاوا، پِھسلاوا، پچھتاوا، پہناوا، پھیلاوا، ڈَراوا، دِکھاوا، دِکھلاوا، کہلاوا، ٹہلاوا، مِلاوا۔

وَر: (ف، وصفیت) تاج ور، بہرہ ور، طاقت ور، جان ور، سَرور، سمن ور، طالع ور، قسمت ور، پیشہ ور، ہُنر ور، کینہ ور، نام ور، دانش ور، دیدہ ور، شناور، دَاور، سعادت ور، مایہ ور۔

یّت: (ع، اسم) آدمیّت، اصلیّت، انانیّت، کیفیّت، کمیّت، ماہیّت، الوہیّت، انسانیّت، بربریّت روحانیّت، معقولیّت، مقبولیّت، فاعلیّت، قبولیّت، شہریّت، شیدائیّت۔

یات: (ع، مؤنّث سے منسوب صفت جس کے آخر میں ''ی ت'' ہو اُس کی جمع عربی میں ''یات'' کے ساتھ آتی ہے) نظریات، فلکیات، دِینیات، کُلیات۔

ین: (ع، تثنیہ کی علامت) نعلین، دارین، کونین، کعبتین، بغلین۔

ین: (ع، جمع مذکر کی علامت) زائرین، ماہرین، کاملین، عازمین۔

ین: (ف، وصفیت) شوقین، سنگین، شیرین، نمکین، رنگین، زرین، خونین، عنبرین، نقشین، آستین۔

ینہ: (ف، وصفیت) مدینہ، خزینہ، سفینہ، دفینہ، سکینہ، مہینہ، زِینہ، دیرینہ، روزینہ، کمینہ، عنبرینہ، پارینہ۔

یہ: (ع، علامتِ صفت) قدریہ، جبریہ، نظریہ، علویہ، اِمامیہ، رِضویہ، فرضیہ، مُغلیہ، فاطمیہ، عبّاسیہ، اُمویہ وغیرہ۔

گی: (ف، اِسمیت اُن الفاظ کا لاحقہ ہے جن کے آخر میں ''ہ'' آتی ہے) خستگی، دیوانگی، آوارگی، پروانگی، آراستگی، آزردگی، طرفگی، آشفتگی، آہستگی، افسردگی، بالیدگی، آلودگی، آمادگی، زندگی، بندگی، شرمندگی، فریفتگی، سپُردگی۔

ہ: (ف) ہائے ہوز کو عام الفاظ کے آخر میں بطورِ لاحقہ استعمال سے نئے الفاظ بنائے گئے ہیں، مثلاً: آمادہ، ہرکارہ، دَستہ، پایہ، چشمہ، گوشہ۔

اَمر کے آخر میں استعمال سے بھی بہت سے نئے الفاظ بَن گئے ہیں، مثلاً: آویزہ، اَندازہ، اَندیشہ، اَنگارہ، بَوسہ، پُرسہ، پیرایہ، تَراشہ، ریزہ، خَندہ، گُزارہ، لَرزہ، نامہ۔

ماضی کے آخر میں ''ہ'' لگا کر صفت یا مفعول بنا لیا گیا۔ مثلاً: آمدہ، آوردہ، ساختہ، آراستہ، آزردہ، آزمودہ،

آسودہ، افسردہ، آمادہ، آلودہ، اُفتادہ، برآمدہ، دِیدہ، شُنیدہ، شوریدہ، کشیدہ، آشفتہ، آموختہ، اَفروختہ، اَندوختہ، بافتہ، برگشتہ، بستہ، بوسیدہ، پُختہ، پیوستہ، چِیدہ، خستہ، دانستہ، برخاستہ، کاشتہ، گُزشتہ۔

★★★★★

اچھا اَدب پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ لکھنے والے کے پاس کہنے کے لیے کچھ ہے۔ لکھنے والا اپنی بات ایسے لفظوں میں حُسنِ ترتیب، فنّی شعور، تخلیقی سلیقے اور طرزِ اَدا کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ اُس کی تحریر اپنے پڑھنے والے سے کلام کرنے لگتی ہے۔ کلام کرتے ہوئے اُس کا لہجہ ایسا ہوتا ہے کہ پڑھنے والا جلد محسوس کر لیتا ہے کہ یہ بات اِس انداز سے پہلے نہیں کہی گئی ہے۔ کاری گر اور تخلیق کار میں یہی فرق ہے کہ کاری گر یکساں مہارت کے ساتھ ایک سی چیزیں بناتا رہتا ہے لیکن تخلیق کار ہر بار نئی چیز اِس طور پر ڈھالتا ہے کہ وہ پہلی تخلیق سے یکسر مختلف اور پہلے سے زیادہ دِل کش ہوتی ہے۔ اِسی لیے یکسانیت اور تکرار اَدب پارے کا وہ عیب ہے جو اِسے اچھے اَدب کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

(ماہ نامہ ''کوئسٹ''، کوٹری، جنوری ۲۰۰۶ء)

غلط العام

COMMON ERROR

موجودگی: موجودگی کے علاوہ کرختگی، پیشگی، بحالگی اور خانگی یہ تمام الفاظ قاعدے کے مطابق مرکب نہیں ہیں لیکن غلط العام کے ذیل میں مُستعمل ہیں۔

سہولیات: ''یات'' کا لاحقہ برائے علم و فن مختص ہے، مثلاً: دِین سے دِینیات۔ نیز اِس جمع کو بہ طور واحد استعمال کیا جاتا ہے۔ صاحبینِ فرہنگ کے نزدیک ''سہول'' کے معنیٰ ''ہم وار زمین'' کے ہیں۔ سہول کے ساتھ اگر یات کا لاحقہ منسلک کیا جائے تو مرکب حالت میں یہ لفظ مہمل ہو جائے گا۔ سہولت کی جمع سہولتوں یا سہولتیں ہونا چاہیے۔

''سہولیت'' کا لفظ بھی محلِّ نظر ہے۔

اَدائیگی: لفظ ''ادا'' میں ہائے مختفی نہ ہونے کی وجہ سے ''گی'' کا اِضافہ جائز نہیں ہے۔ یہ بھی غلط العام ہے۔ حقوق کے ساتھ اِیفا کرنے کے لئے ''ادائی'' کا لفظ فصیح ہے۔ مثلاً

حق ہے اُمّت پہ بڑا عترتِ پیغمبرؐ کا

وقت اِس حق کی ادائی کا یہی ہے بہ خُدا

خان آرزو

رقم ادا کرنے کے تعلّق سے لُغات میں ''اَدائیات'' کا لفظ درج ہے۔ مثلاً: ''کس قدر اَدائیات زرِضمانت کے لیے درکار ہوگی۔'' اِس کے علاوہ رقم کی

اِقساط کو متعیّن اور مقرّر کرنے کے لیے ''اَدابندی'' کی ترکیب بھی موجود ہے۔
''ڈائیلاگ ڈلیوری'' کے لیے ''اَدائیگی'' کے بجائے ''حرف ادائی یا مکالمہ ادائی'' کو بَر بِنائے فصاحت ترجیح ہونی چاہیے۔

ناراضگی: لفظ ''ناراض'' ہر چند کہ فارسی عربی مرکب ہے لیکن چونکہ یہ لفظ ''ناراضہ'' نہیں ہے یعنی ہائے مختفی سے مُبرّا ہے لہٰذا ''گی'' کا تصرّف ناجائز ہے۔ ''ناراض'' میں قاعدے کے مطابق ''ی'' کی اِضافت سے ''ناراضی'' کہنا اور لکھنا دُرست ہوگا۔
اِسی زُمرے میں لفظ خَفا کی اِسمِ کیفیت ''خفگی'' بھی توجہ طلب ہے۔

رہائش: قیام اور سکونت کے معنوں میں ہندی اور فارسی آمیزش سے یہ لفظ ڈھالا گیا ہے۔ نامناسب ہونے کے باوجود غلط العام میں مستعمل ہے۔ جوشؔ صاحب اِس لفظ کی نسبت سے کہتے تھے: ''اگر یہ صحیح ہے تو پھر کھِلائش اور پِلائش کہنے میں کیا حرج ہے۔''

ناوقت: یہ مرکب روز مرّہ کے خلاف ہے۔ اِس کی جگہ ''بے وقت'' ہونا چاہیے۔

عرصۂ دراز: عرصۂ دراز کے بجائے ''مدّت دراز'' زیادہ فصیح ہے۔

تابع دار: اِس لفظ کے لغوی معنی ہوے ''تابع رکھنے والا''۔ اِس سیاق میں اگر کوئی ماتحت حاکم افسر کو عریضہ تحریر کرے اور آخر میں اپنے نام سے پہلے ''تابع دار'' لکھے تو یہ خلافِ تہذیب ہوگا، اِس کا مُتبادل لفظ ''خدمت گزار'' ہونا چاہیے۔

بہ وقتِ ضرورت: بہ وقت میں ''بہ'' اِضافی ہے۔ اِس باب میں ''وقتِ ضرورت'' کافی ہے۔

قرض حَسنہ: یہ ترکیب غلط العام ہے۔ صحیح ترکیب ''قرضِ حَسن'' ہے۔

باقاعدہ طور پر: باقاعدہ کے ساتھ ''طور پر'' زاید ہے، دُرست یہ ہے: ''مُصوّری باقاعدہ نہیں سیکھی۔''

کرم نوازی: غیر فصیح ترکیب ہے، اِس کی جگہ کرم فرمائی یا کرم گستری ہونا چاہیے۔

بہ نفسِ نفیس: بہ نفسِ نفیس کی ترکیب کسی دوسرے فرد کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اپنی ذات کے لیے احتراماً کچھ کہنا مہذباً غلط ہے۔

عاریتہً: عاریتہً میں عارضی طور پر کسی چیز کے مانگنے کا مفہوم بھی اپنا ایک دخل رکھتا ہے لہٰذا اِس لفظ کو اِس طرح استعمال ہونا چاہیے: مَیں عاریتہً یہ کتاب لینا چاہتا ہُوں۔

لالچ: لفظ ''لالچ'' بالاتفاق مُذکّر ہے لیکن غلط العام کی مَد میں اِسے مؤنّث استعمال کیا جارہا ہے، مثلاً: ''لالچ تمہیں نقصان پہنچائے گی۔'' یہ غلط ہے۔ اِس فقرے کی صحیح صورت یہ ہے: ''لالچ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔''

بہ راستا: اُردو لفظ ''راستا'' کے ساتھ ''بہ'' کا استعمال فصاحت کے منافی ہے۔

جَل تَھل: جل کا مطلب پانی اور تھل کے معنیٰ خشک زمین۔ ''جَل تَھل ہوگیا'' بے معنی اور غلط ہے۔ صحیح جملہ ہے: ''جَل تَھل ایک ہوگیا۔''

زمین و آسمان: زمین اور آسمان کے درمیان واؤ عطف فصاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح فقرے کے لیے ''زمین آسمان کا فرق'' کہہ دنیا کافی ہے۔

آس پڑوس: یہ غلط العام ہے۔ اِسے ''پاس پڑوس'' ہونا چاہیے۔

اِرد گِرد: عام بول چال کا مرکب ہے لیکن اِس کے بجائے ''آس پاس'' یا گرد و پیش لکھنا فصیح ہوگا۔

سال: سال کی جمع ''سالوں'' میں چونکہ پہلوئے ذَم نکلتا ہے لہٰذا اِس کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ اِس کی جگہ لفظ ''برس'' کو واحد بھی لکھا جاسکتا ہے۔ ''برس ہا برس'' لکھنا غلط ہے۔ برس ہندی کا لفظ ہے اِس کی جمع کے لیے فارسی کی طرح ''ہا'' استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اِس کے بجائے ''سال ہا سال'' زیادہ مناسب

اور موزوں ہے۔ اگر برس لکھنا بھی ہو تو ''برسوں'' لکھنا چاہیے۔

دائم المریض: یہ ایک غلط العوام ترکیب ہے۔ اِس کی جگہ معنویت کی دُرستی کے لیے ''دائم المرض'' یا ''دائمی مریض'' ہونا چاہیے۔

بے نیل و مَرام: صحیح اور فصیح ترکیب ''بے نیلِ مرام'' ہے یعنی ناکام اور نامُراد ہونا۔ بے نیل و مرام عطف کے ساتھ ایک مضحکہ خیز نوعیت ہے۔

باوجود بھی: ''باوجود بھی'' کا استعمال فصاحتًا جائز نہیں ہے، مثلاً: ''حالات کی خرابی کے باوجود بھی اُس نے سفر اختیار کیا۔'' اِس جملے سے ''بھی'' اگر حذف کر دیا جائے تو صرف باوجود سے جملہ رَواں اور فصیح ہو جائے گا۔

مَدّ و جذر: ذال سے جذر ایک حسابی اِصطلاح ہے اور جوار بھاٹا کے مفہوم مَدّ کے ساتھ اِس کا استعمال اِنتہائی غلط ہے۔ ''زے'' سے جزر مدّ کی ضد ہے یعنی مدّ کے معنی ہیں پانی کا چڑھاؤ اور جزر کے معنیٰ ہیں پانی کا اُتار۔

رُجوع: لفظ رُجوع کو اگر کسی جانب رُخ کرنے کے معنی میں استعمال کیا جائے تو ''سے رُجوع'' کے بجائے ''کی طرف رُجوع'' لکھنا فصیح اور صحیح ہوگا۔ کسی محکمے کی طرف رُجوع کِیا جاتا ہے جب کہ فیصلے کی تبدیلی سے رُجوع کرنا اَنسب ہے۔

حُسنِ ظن: اِس ترکیب کے معنیٰ ہیں خوش گمانی اور اِسی کے مقابل سوِءظن کا مطلب ہے بدگمانی۔ آج کل عموماً یہ دونوں مرکب محض خوش گمانی کے یکساں معنوں میں استعمال ہورہے ہیں۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔

آئے روز: یہ روز مرّہ کے مُنافی ایک غیر معیاری ترکیب ہے۔ اِس کے بجائے صحیح روز مرّہ کی خاطر اِسے ''آئے دن'' ہونا چاہیے۔

بہ مع: ہم راہ کے لیے ''بہ'' کے ساتھ مع یعنی بہ مع یا بمعہ کے الفاظ کا استعمال یکسر غلط

ہے۔ اِس کی جگہ صرف ''مع'' کا لفظ کافی ہے۔

نہ ہی: ''نہ'' کے بعد ''ہی'' کا استعمال نہ صرف روزمرّہ بلکہ قواعد کے بھی سَراسر خلاف ہے۔ ''ہی'' کو حرفِ نفی کے ساتھ لکھنا جائز نہیں ہے۔

سمجھ نہیں آتی: کسی بات کے سمجھ نہ آنے کے لیے یہ ایک غلط فقرہ ہے۔ ''سمجھ میں نہیں آتا'' کہنا صحیح اور فصیح ہے۔ بہ قول اکبر الہٰ آبادی:

بَس جان گیا مَیں، تری پہچان یہی ہے
تو دِل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا

کبھی بھی اور ابھی بھی: کبھی اور ابھی کے بعد ''بھی'' کا صَرف کرنا غیر فصیح ہے۔ جملے کو ثقالت سے بچانے کے لیے اِس طرح کے استعمال سے اِجتناب کرنا چاہیے۔

تَبدیلی: بہ قول سیّد سلیمان ندوی: ''تبدیل کے مقابلے میں تبدیلی عربی قاعدے سے ہر چند کہ غلط ہے لیکن اُردو میں صحیح ہے۔'' اِسی طرز پر تبادلہ عربی کی رُو سے غلط سہی لیکن اُردو میں جائز ہے۔

بجائے: لفظ بجائے کو عموماً مؤنّث لکھا جاتا ہے۔ مؤنّث میں ایک گوشۂ ذم ہے۔ ''بجائے'' چونکہ مُذکّر ہے لہٰذا ''کی بجائے'' سے گریز کرنا چاہیے، ''کے بجائے'' لکھنا زیادہ مہذّب اور شایستہ ہے۔

تَولّا تولّا میں لفظ کا آخری حرف ''اَلِف'' ہے چنانچہ قاعدے کے مطابق اِس لفظ میں اَلِف کی جگہ ''واؤ'' کو آنا چاہیے تھا لیکن ایک اِستثنائی صورت میں تولّا سے تولّائی ہوگیا:

اُن کو غالبؔ یہ سال اچھا ہے
جو ائمہؑ کے ہیں تولّائی

مَشکور: ممنونیّت کے معنیٰ میں مشکور کا استعمال اب غلط العام ہو چکا ہے۔ جس پر احسان کیا

گیا ہو وہ شُکر گزار ہوتا ہے ''مشکور'' نہیں ہوتا۔ جس نے احسان کیا ہے وہ شکریے کے حصول کا مستحق ہے اور وہی مشکور ہوگا یعنی مُوردِ شُکر اور لائقِ شُکر۔

نَزاکت: نازکی سے لفظ نزاکت وضع کیا گیا ہے۔ عربی قواعد کے موجب یہ غلط سہی لیکن اہلِ اُردو نے اِسے شراکت اور ہلاکت کا ہم قافیہ کر لیا ہے۔ صاحبانِ لُغت اِسے غلط العام میں شمار کرتے ہیں جب کہ مومنؔ نے اِسے مرکب لکھ کر حُسنِ اعتبار سے آشنا کیا ہے:

ع اے ہم نَفَس نزاکتِ آواز دیکھنا

ذمّہ واری: ہندی میں ''وار'' کا لفظ حملہ، ضرب اور نچھاور کے معنوں میں آتا ہے جب کہ فارسی میں یہ لاحقہ ہے اور اِس کا مطلب بوجھ، دقّت اور باری ہے۔ بہ اعتبارِ صفت یہ لائق اور مناسب کے معنیٰ بھی دیتا ہے۔ ''دار'' داشتن سے برآمد ہُوا اور ''رکھنے والا'' کے معنی میں مُستعمل ہے۔ ذمّے کے ساتھ ہندی کا وار مُہمل ہے جب کہ فارسی لاحقے کی مناسبت سے یہ ''اُمیدوار'' کی طرح بامعنی تو ہے لیکن ''ذمّہ داری'' کی تفہیم میں جواب دہی اور مُواخذے کے عنصر کی مداخلت سے یہ مُرکب بامقصد وسعت کا حامل ہو جاتا ہے۔

حوالے سے: آج کل یہ لفظ ''بارے میں'' یا ''بلحاظ'' یا ''بہ اعتبار'' یا ''بنیاد پر'' کی جگہ بڑی فراوانی سے بولا اور لکھا جا رہا ہے۔ اِس کا کوئی قواعدی جواز نہیں ہے۔ اِس لفظ ''حوالہ'' کو اصل میں فرنگی لفظ ''ریفرنس'' کے معنی میں استعمال ہونا چاہیے۔

اُوپر لفظ اُوپر کو ''پَر'' کے معنوں میں استعمال کرنا دُرست نہیں ہے۔ ''پَر'' بہ طور حرفِ جار مختلف المعنیٰ لفظ ہے۔ اُوپر، اُونچائی اور بُلندی کے معنیٰ دیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض مرحلوں میں یہ آگے ہونے اور بعد میں آنے کی نوعیت سے بھی مطلع کرتا ہے۔

یہ معنی لفظ ''پَر'' سے ظاہر نہیں ہوتے۔ لفظ ''پَر'' مقام یا جائے وقوع کے علاوہ ''میں'' کے معنیٰ بھی دیتا ہے۔ ''اُوپر'' اور ''پَر'' کی اِس تفریق سے آگاہی فصاحت کے لیے ضروری ہے۔

مَکتبہ ِفکر: آج کل بیشتر ''مکتبہ ِفکر'' لکھا جارہا ہے، یہ غلط ہے۔ دَبستانِ فکر کے لیے مکتبِ فکر دُرست ترکیب ہوگی۔

دَوران: بعض اہلِ تحریر دوران کے بعد ''میں'' لکھنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ''دوران میں لکھنا'' اُتنا ہی ضروری ہے جتنا لفظ اَثنا کے بعد ''اَثنا میں'' لکھنا جملے کی فصاحت کا تقاضا ہے۔

اہالیان اور اہلیان: اہل کی جگہ اہالیان اور اہلیان کا استعمال صریحاً غلط ہے۔ اہالیان محلّہ کے بجائے اہلِ محلّہ لکھنا چاہیے۔ اہل کی جمع اہالی ہے اور اگر اہلیان کہا جائے تو یہ اہلیہ کی جمع ہو جائے گی۔

یَگانگت: بعضوں کا خیال ہے کہ یگانہ فارسی لفظ ہے اور اِس پر عربی کی تائے مصدری لگانا غلط ہے لہٰذا یگانگت دُرست نہیں یگانگی ہونا چاہیے۔ یہ دراصل دو مختلف لفظ ہیں۔ غلط فہمی کے باعث اِن میں تفریق نہ ہوسکی۔ یگانگی کے معنیٰ ہیں یگانہ ہونا جب کہ یگانگت کے معنیٰ دوستی اور ہم آہنگی کے ذیل میں آتے ہیں۔ یہ دونوں لفظ مختلف معنیٰ رکھتے ہیں لہٰذا اِنھیں ایک ہی معنیٰ کے دو لفظ سمجھنا غلط ہوگا۔

نَقصِ امن: امن شکنی کے لیے نقصِ امن لکھنا غلط ہے۔ نقص کا مطلب ہے کوتاہی اور کمی۔ اِس کی جگہ ''نقض'' لکھنا چاہیے۔ اِس کے معنیٰ ہیں درہمی اور خرابی۔

بُرا منانا: منانا کسی کی ناراضی دُور کرنے یا پھر جشن منانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بُرا منانا کے بجائے ''بُرا ماننا'' صحیح اور فصیح ہے۔

ع گرناز نیں کہے سے بُرا مانتے ہو تم
سیّد اِنؔشا

دَبستانِ لاہور میں ''بُرا منانا'' جائز ہے۔

برائے مہربانی: مہربانی یا کرم سے پہلے ''برائے کا'' استعمال فاش غلطی ہے۔ اِس کی جگہ ''بہ راہِ'' ہونا چاہیے۔

یکسانیت: یہ فارسی لفظ ہے۔ اِسے برابر، ہم وار اور مُشابہ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق یکساں سے یکسانیت بنانا غلط ہے۔ اِس کی جگہ یکسانی صحیح لفظ ہوگا۔

باوجود بھی: باوجود کے ساتھ ''بھی'' استعمال کرنا فصاحتاً غلط ہے۔ صرف باوجود کہنا کافی ہے۔

قابلِ شرم: قابلِ شرم کی ترکیب غلط ہے، اِس کی جگہ ''شرم ناک'' ہونا چاہیے۔

چرخِ گردوں: گردوں چرخ کا دوسرا نام ہے۔ چرخِ گردوں کہنا مہمل ہے۔ دُرست ترکیب چرخِ گرداں ہے۔ چرخِ گرداں سے مراد ہے گردش کرنے والا آسمان۔

وہاں پر: بعض اہلِ حرف وہاں اور جہاں کے ساتھ عموماً حرفِ جار ''پَر'' استعمال کرتے ہیں، مثلاً: ہم وہاں پر تھے۔ ''پَر'' کا یہ استعمال نَفاست کے سراسر خلاف ہے۔

ناقص رائے: ازراہِ انکسار ''میری ناقص رائے میں'' بڑی فراوانی سے استعمال ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مناسب فقرہ یہ ہے: میری ناچیز رائے میں یا میری عاجزانہ رائے میں۔

تَقریب کا موقع: لفظ تقریب میں موقع کا مفہوم پنہاں ہے لہٰذا محض ''تقریب میں'' کہنا مناسب ہے۔

اِستفادہ حاصل کرنا: اِس کا لغوی مطلب ہے فایدہ حاصل کرنا۔ گویا اِستفادہ میں حاصل محذوف ہے۔ فارسی میں اِستفادہ کردم کہتے ہیں، لہٰذا اُردو میں ''اِستفادہ کیا'' موزوں ہوگا۔ ویسے یہ فقرہ بھی غلط العام میں مُستعمل ہے۔

قابلِ گردن زَدنی: گردن زَدنی میں ''قابل'' کے معنیٰ از خود شامل ہیں، اِس لیے صرف گردن زَدنی کہنا کافی ہے۔

گراں گوشِ سماعت: گراں گوشی کا تعلّق ہی گرانیِ سماعت سے ہے چنانچہ یہ ترکیب ایک فاش غلطی میں شمار ہوگی۔

صاحبہ: اہلِ اُردو نے ''صاحبہ'' کو ''صاحب'' کی تانیث بنا لیا ہے۔ یہ لفظ عموماً خواتین کے نام یا عہدوں کے ساتھ لاحقے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، مثلاً: پرنسپل صاحبہ۔ شبلؔی نعمانی نے اپنے مکتوبات بہ نام عطیؔہ فیضی میں عطیؔہ صاحب لکھا ہے۔ ویسے بھی بیگم صاحب فصیح معلوم ہوتا ہے۔ محترم سے محترمہ تو جائز ہے لیکن صاحب سے صاحبہ خاصا گراں گزرتا ہے۔

جنابہ: کسی خاتون کے لیے جنابہ کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے۔ مُذکّر اور مؤنّث دونوں حالتوں میں جناب کے لفظ کو صَرف کرنے کی اجازت ہے۔

اِیصالِ ثواب پہنچانا: ''اِیصال'' کا لفظ اپنے بطن میں پہنچانے کے معنیٰ بھی رکھتا ہے۔ اِیصال کیا گیا اور ثواب پہنچایا گیا۔ یہ اِیصال اور ثواب دونوں کا بہ اعتبارِ فصاحت دُرست استعمال ہوگا۔

غرض یہ کہ: دُرست لفظ ''غرض کہ'' ہے۔ غرض کے بعد ''یہ'' کا لفظ لکھنا جائز نہیں ہے۔

فَوتیدگی: وفات یا انتقال کے لیے ''فوتیدگی'' کا لفظ استعمال کرنا مہمل اور غلط ہے۔

پَتا کرنا: معلوم کرنے اور پتا لگانے کے معنوں میں یہ ترکیب خاصی ارزاں ہوچکی ہے۔ بہ اعتبارِ محاورہ یہ نہ اُردو ہے اور نہ ہندی۔ فصاحت کی غرض سے اِس کا استعمال اب متروک ہو جانا چاہیے۔

مُتلاشی: یہ لفظ ترکی زبان کا مؤنّث ہے۔ مُتعارف کی طرز پر یہ لفظ بھی اُردو میں تلاش سے

نکلا ہے۔ اِس لفظ کو عربی قاعدے سے فاعلی بنایا گیا ہے جو جائز نہیں لیکن اُردو روزمرّہ کے لحاظ سے یہ لفظ نہایت کار آمد ہے۔

اُبھر کر سامنے آئے ہیں: نُمایاں ہونے اور توجّہ حاصل کرنے کی جگہ یہ فقرہ زُباں زدِ عام ہے۔ عموماً مشاعروں کے بیشتر معلّن کسی بھی تازہ شاعر کے تعارف میں یہ فقرہ ادا کرتے ہیں۔ اِس فقرے میں نامناسب تکرار ہے: یعنی اُبھرنا اور سامنے آنا جو ایک ہی معنیٰ کے دو رُخ ہیں، یعنی جو چیز اُبھرتی ہے وہ سامنے ضرور آتی ہے۔ ایسی فاش غلطی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مِزاج: پُرسشِ احوال کی نسبت سے یہ لفظ واحد کے بجائے جمع بولا جاتا ہے۔ جوؔش صاحب کا اعتراض تھا: ''کسی کا مزاج تو ایک ہی ہوتا ہے پھر مزاج کیسے ہیں کہنا بے معنیٰ ہے۔'' جگن ناتھ آزؔاد کے مطابق جوؔش صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ ''محاورے کو مَنطِق پر فوقیّت ہے۔'' تسلیؔم لکھنوی نے مزاج کو جمع لکھا ہے:

> کہیے صاحب! مزاج کیسے ہیں؟ — کل تو شعلہ تھے، آج کیسے ہیں؟

اقباؔل نے اپنی نظم ''گائے اور بکری'' میں مزاج کو مُروج صیغے میں نظم کیا ہے:

> کیوں بڑی بی، مزاج کیسے ہیں؟
> گائے بولی کہ خیر، اچھے ہیں

مَدِّ نظر: یہ مرکب پیشِ نظر کی طرح لکھا جاتا ہے جو کہ غلط ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ مَدِّ نظر کے پہلے حرفِ جار ''کو'' اور اُس کے بعد ''رکھتے ہوئے'' آتا ہے۔ پیشِ نظر سے پہلے حرفِ جار ''کے'' آئے گا لیکن اِس کے بعد رکھتے ہوئے نہیں ہوگا، مثلاً: وقت کو مَدِّ نظر رکھتے ہوئے یا تاخیر کے پیشِ نظر لکھا جائے گا۔

ہی: حرفِ تاکید کے طور پر ''ہی'' کا ایک طے شدہ قاعدہ ہے۔ اِسے اُس لفظ کے فوراً

بعد آنا چاہیے جس پر تاکید ضروری ہے۔ حسرتؔ موہانی نے داغؔ کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے کہ

ہاں ہاں، تڑپ تڑپ کے گزاری ہمیں نے رات
ہم نے ہی انتظار کیا، تم نے کیا کیا

جس طرح مصرعۂ اُولیٰ میں ''ہمیں نے''، یعنی ''ہم ہی نے'' تھا اُسی طرح ثانی مصرعے میں بھی ''ہمیں نے'' ہونا چاہیے تھا۔ حسرتؔ کا یہ اعتراض اپنی جگہ پر دُرست سہی لیکن حسرتؔ نکتہ چینی کی عجلت میں یہ نہ سوچ سکے کہ داغؔ نے غالباً دانستہ طور پر اعادے سے گریز کے لیے دوسرے مصرعے میں ''ہم نے ہی'' لکھا ہے۔ لفظ ''ہی'' کی جگہ بدلنے سے بھی لہجے میں ایک زور اور نیا پن نمو کر گیا اور ''ہی'' کی آواز کا کھنچاؤ اِنتظار کی طوالت کا مظہر بَن گیا ہے۔

ہاں: یہاں کے معنیٰ میں ہاں اُردو کے اکثریتی حلقوں میں رائج ہے۔ کسی اہلِ زُبان کا فقرہ ہے: ''مَیں خود یہاں کے معنی میں ہاں نہیں لکھتا لیکن متذکرہ معنیٰ میں ہاں کو غلط بھی نہیں کہہ سکتا۔''

عادی: اُردو میں یہ لفظ کسی عادت میں مُبتلا ہونے والے کے لیے مُستعمل ہے۔ بعضوں کا اعتراض ہے کہ یہ لفظ عربی کا ہے اِس معنیٰ کے لیے عربی میں لفظ عادی نہیں ہے۔ بہ قول سیّد اِنشا: ''ہمارا تعلّق اُردو سے ہے عربی سے نہیں۔''

کافی: فی زمانہ کافی زیادہ اور بہت زیادہ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ معنیٰ غلط ہیں۔ اِس لفظ کے اصل لغوی معنیٰ حسبِ ضرورت ہیں۔ جس طرح کافی کو بہت کے معنیٰ میں استعمال کرنا معیوب ہے اُسی طرح بہت کچھ کے معنیٰ میں کافی کچھ کہنا بھی نامناسب ہے۔

تماشا: اِس لفظ میں آخری حرف اَلف ہے، ہائے ہوز نہیں۔ اگر تماشا کو ہائے ہوز سے ''تماشہ'' لکھا جائے تو پھر تماشائی لکھنا بھی غلط ہو جائے گا اور اِس لفظ کے دیگر مُرکبات میں بھی خلل آجائے گا۔

اللہ حافظ: آج کل خُدا حافظ کے بدلے ''اللہ حافظ'' پابندی سے بولا جا رہا ہے۔ بہ قول شمس الرحمٰن فاروقی: ''الوداعی سلام کے لیے اللہ حافظ اُردو کا محاورہ نہیں۔ خُدا حافظ اُردو کا محاورہ ہے۔''

لفظ خُدا کو مُقدّس ہونے کی بنا پر ترک کرنا اگر جائز ہے تو پھر اُن دیگر مُرکبات پر بھی ازسرِنو غور کرنا ہوگا جن مُرکبات میں عربی کے ساتھ غیر عربی لفظ کی یک جائی ہے، مثلاً: اللہ بیلی (عربی اور ہندی)، اللہ بچائے (عربی، اُردو)، اللہ اللہ خیر سلّا (عربی، اُردو)، اللہ نگہبان (عربی، فارسی)، خُدائے عزّ وجل (فارسی، عربی)، اللہ بخشے (عربی لفظ کے ساتھ اُردو کلمۂ مغفرت)۔ بہ قول سحؔر انصاری ''مملکتِ خُدا داد کی جگہ اگر مملکتِ اللہ داد اِستعمال ہو تو لفظ کا جواز از خود اُجاگر ہو جائے گا''۔

لِسانی معاشرہ تہذیبی عوامل کے زیرِ اثر ظہور کرتا ہے۔ مثلاً نماز بہ جائے صلوٰۃ، روزہ بہ جائے صوم، جانماز بہ جائے مُصلّٰی، اِس متبادل لِسانی صورتِ حال پر اب ذرّہ بھر گمان تک نہیں گزرتا کہ کسی بھی طور یہ غیر متعلّقہ الفاظ ہیں۔

خُدا حافظ کو بہ طور محاورہ بہادر شاہ ظفرؔ نے کیا خُوب بَرتا ہے:

ہم تو چلتے ہیں، لو خُدا حافظ!
بت کدے کا، بتو، خُدا حافظ!

تاہنوز: ابھی تک کے معنوں میں ''تاہنوز'' لکھنا غلط ہے، صرف ''ہنوز'' کافی ہے۔

دِل کرتا ہے: یہ کہنا غلط ہے۔ یہ کوئی روز مرّہ نہیں۔ اِس کی جگہ دِل چاہتا ہے، ہونا چاہیے۔

نئی جدّت: جدّت کا مطلب ہی نیا پن اور نئی بات ہے لہٰذا اس کے ساتھ نئی کا لفظ اضافی ہے۔

نکتۂ نظر: اَندازِ فکر کے معنیٰ میں نکتۂ نظر لکھنا غلط ہے۔ یہاں نقطۂ نظر ہونا چاہیے۔ اس کے بَرخلاف کسی اعتراض کے بارے میں نقطہ چینی کے بجائے نکتہ چینی استعمال کرنا چاہیے۔

نظریں چار ہونا: نظریں چار ہونا کوئی محاورہ نہیں بلکہ ''آنکھیں چار ہونا'' دُرست محاورہ ہے۔

ممکن ہوسکے تو: ممکن میں سکے اور سکنے کے معنیٰ شامل ہیں۔ صرف ممکن ہو تو لکھنا چاہیے۔ ممکن کے بجائے صرف ''ہوسکے'' کا استعمال بھی کافی ہے۔

کارکردگی: کسی ماتحت سے یہ کہنا کہ تمہاری'' کارکردگی'' دیکھ کر تمہیں مستقل کیا جائے گا، یہ غلط ہے۔ اِس کی جگہ'' کارگزاری'' کہنا صحیح ہوگا۔

نیند کُھل گئی: اچانک بیدار ہو جانے کی نسبت سے نیند کھل گئی ایک غلط ساخت کا جملہ ہے۔ اِس کی جگہ آنکھ کھل گئی فصیح اور بامعنیٰ ہے۔

ہُنر پَرور: ہُنر پَرور اور اَدب نواز جیسی بلند آہنگ تراکیب کی بے دریغ ارزانی سے احتیاط کرنا چاہیے۔ ان کی جگہ ہُنر دوستی یا اَدب آشنائی جیسے مُرکبات کا برتنا احسن ہوگا۔

مَاوا: ہرچند کہ یہ عربی لفظ ہے اور اَلفِ مقصورہ سے ماویٰ ہے لیکن اُردو میں راست اَلف سے جائز ہے۔

گِراوٹ: اخلاقی پستی اور غیر معیاری حالت کے معنوں میں استعمال ہونا چاہیے۔ بعض لکھنے والے اِس لفظ کو اُوپر سے نیچے کی طرف آنے اور تنزّلی کے مفہوم میں بھی لکھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔

کیوں کہ: ''کیوں کر'' اور ''کیوں کہ'' دونوں طرح دُرست ہے۔

میؔر ع اِک حرف اُس دہن کا ہوتا کتاب کیوں کر
مومؔن ع کیوں کہ اُمیدِ وفا سے ہو تسلّی دِل کو

ماتحت: زیرِ اختیار کے معنیٰ میں مُستعمل ہے۔ یہ لفظ عربی اور فارسی میں نہ ہونے کے باوجود سیّد سلیمان ندوی کے مطابق: ''ماتحت عربی کے لحاظ سے بے معنیٰ سہی مگر ہماری زُبان کا نہایت فصیح اور بامعنیٰ لفظ ہے۔''

دَوغلا: اکثر لوگ دَوغلا کے بجائے دَو رَنگا یا دُوہرا لکھتے ہیں، یہ استعمال یکسر غلط ہے۔

ذَرہ: اِس لفظ کے معنیٰ مادّے کا مختصر ریزہ نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بہ معنیٰ ''ذرا سا'' ہے یعنی ذرہ کو ذرا کی ایک جھلک سمجھنا چاہیے:

بہ قولِ میر:

ع خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرّہ ظہور تھا

راشی: یہ لفظ اُردو میں ''رشوت خور'' کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے لیکن بعض عربی دانوں کا تقاضا ہے کہ عربی میں اِسے مُرتشی کہتے ہیں نہ کہ راشی لہٰذا راشی کے لفظ کو متروک سمجھا جائے۔ اِس بابت عرض ہے کہ ہم اُردو کے لوگ ہیں، عربی کے نہیں۔

جُڑا ہُوا: وابستہ اور مُنسلک جیسے فصیح اَلفاظ کے سامنے ''جُڑا ہُوا'' جیسا عامیانہ مُرکّب استعمال کے لیے ہرگز قبول نہیں ہے۔ ہندی میں یہ جائز اور مقبول ہے۔

جس اور جو: یہ دونوں اَلفاظ بہ طور حرفِ اِشارہ ہیں۔ اِن کا استعمال طویل جملوں کے مختلف حصّوں کو پیوست کرنے میں تعاون کرتا ہے لیکن مختصر جملوں کے درمیان اِن کا تصرّف از حد معیوب ہے۔

حیثیّت: عربی میں یہ لفظ ''مفعولن'' یعنی ''حے ثی یت'' ہے لیکن اُردو میں بروزنِ ''فاعلن'' مُستعمل ہوگیا ہے اور اب یہی دُرست بھی ہے۔

خَلوت: یہ عربی مؤنّث ہے اور اِس کے معنیٰ گوشہ نشینی اور تنہائی کے ہیں۔ عربی میں ''خ'' پر زَبر ہوتا ہے۔ اہلِ اُردو خ کے نیچے زیر استعمال کرتے ہیں۔ اُردو میں اِسے

دونوں طرح سے صرف کرنے کی اجازت ہے۔

ہَرجانہ: اہلِ اُردو نے ہَرَج سے فارسی انداز میں ہرجانہ وضع کر لیا ہے۔ یہ لفظ ہرج کی زحمت کے معاوضے اور تاوان کے حصول میں مستعمل ہے۔ یہ عربی اور فارسی دونوں میں نہیں ہے۔ نہ ہو، لیکن اب یہ لفظ اُردو کے سرمائے میں شامل ہے۔

چراغ: فارسی میں ''چ'' پر زبر اور زیر دونوں طرح جائز ہے۔ اُردو میں عموماً ''چ'' کے نیچے زیر کہا جاتا ہے لیکن اَساتذہ کے مطابق اگر اس لفظ کو چ پر زبر کے ساتھ بولا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جائے: اَساتذہ کے درمیان ''جائے'' کا لفظ ''جا'' کے بدلے بڑی جاذبیت رکھتا ہے۔ یہ لفظ اگلے وقتوں میں بہت گونج رہا تھا لیکن اب اِدھر ذرا خاموش ہو گیا ہے۔
بہ قولِ میرؔ:

جس جائے سراپا پہ نظر جاتی ہے اُس کے
آتی ہے مرے جی میں، یہیں عُمر بسر کر

جائزہ: اِس لفظ کے عام معنیٰ جانچ اور پڑتال کے علاوہ معائنہ کے بھی ہیں۔ عربی میں یہ لفظ بالخصوص اِنعام اور صلے کے مفہوم میں مُستعمل ہے۔ بہ قولِ میرؔ:

کیا لطف تھا سُخن کا جب وے بھی صحبتیں تھیں
ہر بات جائزہ ہے، ہر بیت پر صلے ہیں

خاک: خاک کو اہلِ اُردو فارسی لفظ ''ہیچ'' کے معنیٰ میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ غالبؔ نے مرزا قتیلؔ کی خوب بھد اُڑائی کہ وہ ''ہیچ نہ بوَد'' کی جگہ ''خاک نہ بوَد'' لکھ بیٹھے۔ اِس ضمن میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ شمس الرحمٰن فاروقی کا بیان منقول ہے کہ: ''مَیں نے گمان کیا کہ قتیلؔ نے ''خاک نہ بوَد'' بہ معنیٰ ''ہیچ نہ بوَد'' لکھا ہے۔ آخر کوئی تو بُنیاد ہوگی لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے فارسی میں کہیں اِس کی سند نہ مِل سکی۔ معلوم ہُوا تحقیقِ لُغات

میں ممکن ہے غالبؔ کچّے رہے ہوں گے لیکن محاورے میں بڑے پکّے تھے۔''

جانے مانے: مشہور اور معروف کے معنیٰ میں یہ بے ڈھنگا مُرکب عہدِ جدید کی اِبلاغی اِیجاد ہے۔ اہلِ فصاحت کو اِس سے احتراز کرنا چاہیے۔

تب ہی: اُردو میں اِسے تاکید کے لیے استعمال کرنے کی ہدایت ہے لیکن فی زمانہ صرف ''اُس وقت'' کے معنیٰ میں مُستعمل ہے، اور یہ غلط ہے۔

تاریخ شاہد اور گواہ ہے: اِس فقرے کو وہاں استعمال ہونا چاہیے جہاں کسی مشہور بیان یا رائے کو رَد کرنا ہو۔ کسی ثبوت یافتہ مروّج قول کے لیے تاریخ شاہد یا گواہ کہنا بے جواز ہے۔

بہاراں: بہ معنیٰ بَہار۔ بے کے اُوپر زبر ہے۔ بہاراں میں اَلف اور نُون زاید ہیں اور اپنی جگہ یہ کوئی اِضافی معنیٰ بھی مہیا نہیں کرتے۔ یہی صورتِ حال ''شاداں'' کے اَلِف اور نُون کی ہے۔ اِس نقص کے باوجود بہاراں بہ معنیٰ بہار اُردو میں رائج ہے۔

اُمید: یہ لفظ فارسی مؤنّث ہے۔ آسرا اور توقع کے معنوں میں آتا ہے۔ بہ یک وقت دو طرح سے بولا جاسکتا ہے: پہلے ''اُمید'' کے اَلف پر پیش اور مِیم مُخَفَّف، دوسرے پر پیش اور میم مشدّد۔

معلوم پڑا: معلوم ہونے کے معنیٰ میں یہ ایک عامیانہ اور غیر فصیح روزمرّہ ہے۔ اِس کی جگہ لفظ معلوم کے ساتھ اُردو میں صرف تین معروف محاورے ہیں۔
پہلا معلوم دیا یعنی نظر آنا، دِکھائی دینا۔ دوسرے: معلوم کرنا یعنی دریافت کرنا، کھوج لگانا۔ تیسرے: معلوم ہونا یعنی ظاہر ہونا، پہچان میں آنا، قدر کھلنا، تمیز ہونا۔

خلعت: عربی مُذکّر ہے اور اِس کے معنیٰ باعزت پوشاک کے علاوہ تحفہ اور عطیہ بھی ہے۔ عربی میں ''خ'' کے نیچے زیر ہے لیکن اُردو والوں کی اکثریت ''خ'' پر زبر بولتی ہے اور اب یہی فصیح بھی ہے۔

کچھ اِس طرح: حسبِ ذیل یا اِس طرح یا صرف یوں کے بجائے "کچھ اِس طرح لکھنا" اِنتہائی غلط ہے۔ کچھ اِس طرح کا مفہوم تو یہ ہُوا کہ جو بھی تفصیل دی جا رہی ہے وہ پوری طرح مکمل نہیں ہے۔ معلوم ہُوا کہ فقرے میں ساری خرابی "صرف کچھ" کے الفاظ سے اُجاگر ہوتی ہے۔ یہی حال "کچھ یوں" کا بھی ہے۔ جہاں اِس طرح، حسبِ ذیل اور صرف یوں کا مقام ہے وہاں کچھ یوں استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ غلطی لاعلمی کی پیداوار ہے۔

شُمارہ: اہلِ فارس نے شُمار سے شُمارہ وضع کیا ہے۔ یہ لفظ صرف رسائل اور اخبارات کی اِشاعت و ارتعداد کے لیے مختص ہے۔ غالباً یہ لفظ بیسویں صدی کے وسطی عرصے سے رائج ہوا ہے لہٰذا قدیم لُغات میں ناپید ہے۔

شکوہ: عربی میں اَلفِ مقصورہ سے شکویٰ ہے۔ اُردو فارسی میں اَلف کی جگہ ہائے ہوز مُروّج ہے اور یہ دُرست ہے۔ عربی میں "شین" کے نیچے زیر ہے لیکن اُردو میں اکثر "شین" پر زَبر بولا جاتا ہے اور یہ غلط ہے۔

اختراعِ فائقہ: یہ عربی ترکیبِ توصیفی بہ ترکیبِ فارسی ہے۔ ابتدا میں یہ مُرکب فرنگی لفظ "ماسٹر پیس Master piece" کا نعم البدل تھا۔ اُردو میں یہ ترکیب مہدؔی افادی کی تلاش تھی اور یہ تلاش ایک اعلا دریافت کے معنوں میں دیر تک نافذ رہی۔ مدّت ہوئی کہ اب اِس کی جگہ دوسرا مفرس مُرکب "شاہ کار" اِستعمال ہو رہا ہے۔ سَلیس ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب اب ایک بے پناہ مقبولیت سے ہم کنار ہے۔

آپہنچنا: آ جانے اور پہنچ جانے کے معنیٰ میں عمومی طور پر اِستعمال ہو رہا ہے حالانکہ اِس مُرکب کو حیرت، ناخوشی اور تنبیہہ کے اظہار کے لیے اِستعمال ہونا چاہیے یا پھر کچھ مشقّت اور زحمت اُٹھانے کے بعد اگر کہیں پہنچ جانے کا ذکر ہو تب۔ مثلاً غالبؔ:

آ پہنچے ہیں تا سوادِ اقلیمِ عدم
اے عُمرِ گزشتہ، یک قدم اِستقبال

امداد علی بحؔر کہتے ہیں:

وصلِ جاناں نہ ہُوا ، وقتِ وصال آ پہنچا
وائے حسرت کہ رہی دِل کی تمنّا دِل میں

اِس کے بَرعکس اَشیاء کی نسبت سے اِس کا اِستعمال خلافِ محاورہ ہو رہا ہے، مثلاً: ٹرین آ پہنچی، پارسل آ پہنچا، لوگ آ پہنچے۔

دُرستگی: یہ غلط العوام ہے۔ اصل لفظ دُرست فارسی صِفت ہے جس کے معنیٰ ٹھیک، صحیح اور موزوں ہیں۔ دُرست سے "دُرستی" موزونیت کے لیے فصیح اور صحیح ہے۔ درستگی غلط ہے۔

اِرقام: اِس لفظ کے معنیٰ تحریر اور نِگارش کے ہیں۔ بعض معترضین کے نزدیک اِرقام غلط لفظ ہے کیوں کہ یہ عربی قواعد سے بَنا تو ہے لیکن اصلاً عربی نہیں ہے۔ اِسے اہلِ فارس نے عربی مادہ "رقم" سے بروزنِ افعال وضع کیا ہے۔ تارید ہو جانے کے ناتے اب یہ لفظ بہ ہرطور اُردو کی میراث ہو گیا ہے۔

چھوڑنا: ایک شام جوشؔ صاحب معمول کی چہل قدمی کے بعد گھر سے قریب کسی چوک پر کھڑے تھے۔ اُن کے ایک مداح نے اُنہیں دیکھ کر اپنی گاڑی روکی اور کہا: "آیئے جوشؔ صاحب، آپ کو چھوڑ دُوں۔" جوشؔ صاحب نے کہا: "میاں، کُتّے اور کبوتر چھوڑے جاتے ہیں، آدمی کو پہنچایا جاتا ہے۔"

نصیبہ: عربی لفظ نصیب کے ساتھ فارسی کی ہائے مختفی کا اِضافہ اہلِ اُردو نے کیا ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اگر یہ لفظ تارید ہو چکا تو پھر اِس کا آخری حرف اَلف ہونا چاہیے۔ لفظ نصیبہ پر اب چونکہ اُردو کی مہر لگ چکی ہے لہٰذا یہ بغیر اَلف دُرست ہے۔ موج سے موجہ اور خرچ سے خرچہ کی طرح۔

الگ تھلگ: الگ تھلگ اور الگ یہ دونوں الفاظ بہ ظاہر یکساں معنویت کے حامل نظر آتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے، دونوں کے درمیان ایک معنوی خلیج حایل ہے۔ ''الگ تھلگ'' میں لاتعلّقی اور بیگانگی کا مفہوم ہے جب کہ ''الگ'' میں صرف دُوری اور جُدائی کا پہلو نمایاں ہے۔ مزید برآں ''الگ تھلگ'' سے ایک ذہنی کش مکش بھی ظاہر ہوتی ہے۔

مثلاً بہ قولِ داغؔ: ؎ کچھ اُس کو وہم، کچھ اُس کو غرور رہتا ہے
الگ تھلگ، وہ بہت دُور دُور رہتا ہے

ظاہر سی بات: یہ فقرہ ظاہر کی جگہ مُستعمل ہے اور غلط العام ہے۔ اِس فقرے میں کوئی معنوی گنجایش نہیں۔ کوئی بات یا تو ظاہر ہے یا پھر ظاہر نہیں۔ ظاہر سی بات میں ''سی'' کا لفظ اِضافی اور بے محل ہے۔

وِیں: مہینے کی تاریخوں کے ذکر میں فصاحت کے لیے تاریخ کے ساتھ ''وِیں'' کا لاحقہ ضروری ہے۔ آج اگست کی دس تاریخ ہے، یہ فقرہ غلط العام ہے۔ اِس کے برعکس آج اگست کی دسویں تاریخ ہے۔ زیادہ فصیح اور صحیح ہے۔ جوشؔ صاحب تاریخ کے اِس لاحقے کے لیے بڑے سخت گیر تھے۔

ہامی اور حامی: ہائے ہوز سے ''ہامی'' اِقرار کے معنوں میں اور حائے حُطّی کی ''حے'' سے ''حامی'' حمایتی کے مفہوم کے لیے ہونا چاہیے۔ عموماً ''حامی بھرلی ہے'' کا فقرہ اِقرار کے ذیل میں لکھا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔

بھڑک دار: بعض اَسما کے صفت ایسے ہیں جو فارسی اور عربی کے ہیں لیکن ہندی سابقوں کے ساتھ مُرکب کیے جاتے ہیں، مثلاً: بھڑک دار اور سمجھ دار۔ یہ فاش غلطی ہے۔

کتابیں دیں گئیں: بہ اعتبارِ فصاحت کتابیں دی گئی ہیں کہنا دُرست اور فصیح ہے، کتابیں دیں گئیں اِنتہائی معیوب فقرہ ہے۔

لاپروا: بے نیاز اور غافل کے معنوں میں یہ غلط العام ہے۔ صحیح ہے بے پروا۔

جناب اور صاحب: یہ دونوں الفاظ کلمۂ احترام ہیں لہٰذا کسی مکتوب کے لفافے پر مکتوب الیہ کے نام سے پہلے جناب اور آخر میں صاحب لکھنا ایک فاش غلطی ہے۔ شروع میں ''جناب'' یا آخر میں ''صاحب'' لکھنا کافی ہے۔

خواتین و حضرات: صرف حضرات کہنا کافی ہے۔ حضرات یعنی حاضرین، اِس لفظ میں خواتین سے تخاطُب بھی شامل ہے۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ۔

گھر اور مکان: گھر کا لفظ اُردو مُذکر ہے اور یہ رہنے سہنے کی جگہ کے لیے مُستعمل ہے جب کہ مکان عربی مُذکر ہے اور اِس کے معنی بھی رہنے سہنے کا مقام ہے۔ یہ دونوں مختلف زُبانوں سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اِس لسانی اِختلاف کی وجہ سے اِن کے درمیان معنی کو بھی جُدا سمجھ لینا اِنتہائی مہمل ہوگا۔

★★★★★

عورت کی طرح شاعری بھی پورا آدمی مانگتی ہے۔ آپ عورت کو خُوب صُورت اَلفاظ سے خُوش نہیں کر سکتے ہیں۔ صرف زیور، کپڑے اور نان نُفقے سے بھی نہیں۔ یہاں تک کہ اُس کام سے بھی نہیں جسے محبّت کہتے ہیں اور جس کی حمد و تقدیس شاعری کا اَزلی و اَبدی موضوع ہے۔ عورت وہ سب چیزیں چاہتی ہے مگر الگ الگ نہیں۔ اُنہیں ایک وحدت ہونا چاہیے، ناقابلِ تقسیم وحدت۔ عورت کی طرح شاعری بھی اِسی ناقابلِ تقسیم وحدت کی تلاش کرتی ہے۔

سلیم احمد
(نئی نظم اور پورا آدمی)

★★★★★

شعر حاکم ہے اور نثر محکوم۔ حاکم کو قانون وضع کرنے اور اُنہیں توڑ کر نئے قانون وضع کرنے یعنی الفاظ کے نئے اِستعمالات کو مروّج بنانے کا اختیار ہے۔ یہ اختیار وہ اِستعارے کے ذریعے اِستعمال کرتا ہے جو مانوس شے کو نامانوس کرتا ہے اور ہر پُرانے لفظ میں نئے معنیٰ پیدا کرتا ہے۔

شمس الرحمٰن فاروقی
(شعر کا ابلاغ۔ ۱۹۶۹ء)

نافذہ اِصطلاحات

TERMINOLOGY IN VOGUE

اِصطلاح — ماہرین نے اگر کسی فکر کی شرح کے لیے کوئی لفظ مخصوص کیا ہے اور ہم خیال حلقہ اُس لفظ کو باہمی اِفہام و تفہیم کی خاطر اِستعمال کرتا رہے تو ایسے لفظ کو اِصطلاح کہتے ہیں، مثلاً: ''حدیث'' کے لُغوی معنیٰ محض عمومی قول کے ہیں لیکن شریعت کی فرہنگ میں یہ لفظ رسولِ کریمؐ کے ہر قول کی مناسبت سے مختص ہو چکا ہے۔

اِس باب میں وہ الفاظ یک جا ہیں جو مختلف اَدبی سلسلوں میں تواتر سے اِستعمال ہوتے ہیں۔ اِن میں بیشتر الفاظ ہر چند کہ اَصطلاحی حیثیت کے حامل نہیں ہیں لیکن اَدبی حلقوں میں تفہیمی رَسائیوں کے باعث ایک ایسی اِمتیازی نوعیّت اختیار کر چکے ہیں کہ اِنہیں اِصطلاحی اعتبار کے مساوی سمجھا جا سکتا ہے۔

اَدب پارہ: اَدبی قدر و افادہ رکھنے والی نظم یا نثر۔

اَدبیات: نظم و نثر کے ساتھ وہ علوم اور مسائل جو اَدب سے تعلّق رکھتے ہیں۔

اَدبِ عالیہ: مُستند ادبی سرمائے کو اَدبِ عالیہ یا کلاسیکس کہا جاتا ہے۔

اَدب برائے اَدب: اَدب کا مقصد محض محاسنِ لفظی و معنوی سے لطف اندوز ہُوا جائے اور اَدب بجائے خود اپنا مقصود ہو۔

اَدب برائے زندگی: وہ اَدب ہے جس کا منشا زندگی کی عکّاسی کرنا ہو اور جس کے لیے زندگی کے تمام تقاضوں سے آگاہی کا حصول لازم ہو۔

مَعنَون: کسی کے نام سے منسوب کرنا۔

اِنتساب: کسی سے نسبت دینا۔

سُقم: کوئی عیب یا نقص۔

سَقیم: خراب اور ناقص۔

اَدق: مشکل اور پیچیدہ۔

تلفظ: صحیح اِعراب کے ساتھ لفظ کا اَدا کرنا۔

ثَقیل: بوجھل، بھاری اور گراں۔

مُستند: سند یافتہ، مصدّقہ۔

ثِقہ: سنجیدہ اور قابلِ اعتبار۔

سَکتہ: وزن کی نادُرستی سے مصرعے کی روانی میں خلل کا واقع ہونا۔

ذَم: مصرعے کی لفظی ساخت میں اِبتذال کی گنجائش نکل آنا۔

معاصر: ہم زمانہ، ہم عہد یا ہم عصر۔

اِعراب: حروف کی حَرکات یعنی زیر، زَبر، پیش۔

مُعرّب: اِعراب کی فصاحت یا عربی قواعد کا اِستعمال۔

مُفرّس: فارسی قواعد کے مطابق الفاظ کا بَرتنا۔

مُورّد: کسی غیر زُبان کے لفظ کو اُردو بَنا لینا۔

مَشق: تکراری عمل۔

مصرعِ تَر: شگفتہ اور عُمدہ مصرع۔

مُسَجَّع: قافیے دار عِبارت۔

مُرَصَّع: نثر یا نظم کا خُوش بیانی سے آراستہ ہونا۔

مُنصَرِف: اصطلاحِ صرف و نحو میں قابلِ گردان۔

سجع: فقروں کا ہم وزن ہونا یا وہ نظم جس میں کسی کا نام آئے اور وہ نام اپنے لُغوی معنی بھی ظاہر کرتا ہو۔

اِضافت: تعلّق یا نسبت۔ اُردو میں ایک اِسم سے دوسرے اِسم کو ''کا، کی، کے'' تعلّق سے ظاہر کرتے ہیں۔ فارسی میں زیر (کسرہ) اِضافت کے لیے اِستعمال ہوتی ہے۔

فکِ اِضافت: اِضافت کو ساقط کر دینا، مثلاً: شیر دِل۔

مَخرج: منبع، مصدر یا مقامِ اِجرا۔

اِشباع: حَرکات کو کھینچ کر پڑھنا کہ زَبر سے ''اَلف''، زیر سے ''ی'' اور پیش سے ''واوٗ'' کی آواز پیدا ہو جائے۔

مُخفَّف: وہ حرف جس کی تشدید رفع کی جائے، مثلاً: کلّمہ کے بجائے کلمہ، یعنی ایک حرف کم کیا گیا ہے۔

تخلّص: وہ نام جو شاعر اپنی شاعرانہ شناخت کے لیے اختیار کرے۔

تذکرہ: وہ کتاب جس میں اکابر و عظّام کی مختصر سوانح اور کلام کا انتخاب ہو۔

مصرعِ طرح: وہ مصرع جو بحر، رَدیف اور قافیے کی نشان دہی کے لیے بہ طور نمونہ دیا جائے۔

رعایتِ لفظی: شعر کے دونوں مصرعوں میں الفاظ کا ایک دوسرے کی مُناسبت سے یا مُتضاد معنوں میں لکھنا۔

ذُو معنی: وہ لفظ یا مصرع جس کے دوہرے معنی نکلتے ہیں۔

ہیئت: سائنسی اعتبار سے زمین کی گردِش اور کشِش پر گفت گو لیکن اَدب میں کسی صِنف کی ساخت، بَناوٹ اور ترکیبی شکل کو کہا جاتا ہے۔

سخن گُسترانہ: معترضانہ بات۔

ظَنّی: خیالی، قیاسی

مصدر: منبع، سرچشمہ، بُنیاد۔ نحو میں وہ کلمہ جس سے فعل اور صیغے مشتق ہیں۔ اُردو میں مصدر کے آخر میں ''نا'' آتا ہے اور اِس میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا، مثلاً: آنا، جانا، لانا۔

محاسن و معائب: خوبیاں اور عیوب۔

مُشبّہ: وہ چیز جسے کسی دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے۔

مشبّہ بہٖ: وہ شے جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

مشتق: وہ لفظ جو کسی دوسرے لفظ سے نکلا ہو۔ وہ صیغہ جو مصدر سے بنایا جائے۔

تحت اللّفظ: کسی بھی شعری صنف کا لحن کے بغیر پڑھا جانا۔

نظرِ ثانی: تبدیلی اور دُرستی کی غرض سے اَشعار پر دوبارہ غور کرنا۔

تہجّی: ہجّے کرنا، حرفِ مفرد کا پڑھنا۔

عُمق: گہرائی یا تہ داری۔

حذف: عِبارت سے کسی لفظ کو کم کرنا۔

محذوف: وہ لفظ جسے کم کیا جائے۔

مؤنّث: اِس سے مُراد مادہ یعنی نَر کی ضد ہے۔

مُذکّر: اِس کا دوسرا حرف ''زے'' نہیں ''ذال'' ہے اور اِس سے مُراد نَر ہے۔

تذکیر: مُذکّر ہونا۔

تانیث: مؤنّث کی علامت یا کیفیّت ظاہر کرنا۔

لُغوی: بہ اعتبارِ لُغت ہونا۔

مُستحضر: حافظے میں محفوظ رہنا۔

غَرابت: نامانوس اور اَدق الفاظ۔

بھرتی: وہ لفظ یا شعر جو ضرورت سے زاید اور فالتو ہو۔

غلط العام وعوام: ایسا لفظ جو غلط ہونے کے باوجود اہلِ زبان کے استعمال میں ہو غلط العام ہے۔ اِسے اساتذہ نے تسلیم کیا ہے۔ غلط العوام وہ لفظ ہے جسے صرف عوام بولتے ہیں اور فُصحا استعمال نہیں کرتے۔

متروک: قواعد کے اساتذہ نے ہر دَور میں بعض الفاظ کو منسوخ کیا ہے۔ اِس تنسیخ کو متروک کہتے ہیں۔ ویسے متروکہ الفاظ کی کوئی انضباطی فہرست تیار نہیں کی جاسکتی۔ دَکنی الفاظ یعنی ''کوں اور سوں'' جیسے الفاظ کو بہرحال متروک سمجھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں کبھو، تلک، تئیں، واں، یاں، سمیت، ولیکن، پہ اور سدا کو خیال افزائی اور حُسنِ تصرّف کی خاطر جاری رکھنا احسن ہے۔ مثلاً: میر انیس کا مطلع ہے:

سَدا ہے فکرِ ترقی بلند بینوں کو
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو

امیر مینائی لکھتے ہیں: ''یہاں ''سَدا'' کا لفظ بہت فصیح ہے۔ متوسطین نے اسے ناحق متروک کیا ہے۔''

اِس شعر میں ''سدا'' ہمیشہ کے علاوہ آئے دن اور لگاتار کے معنوں میں بھی اِستعمال ہُوا ہے۔ معنی کی اِن جہتوں نے حُسنِ بیان میں اضافہ کیا ہے۔

دولختی: دو مصرعوں کے درمیان بے ربطی یا سکتے کا پایا جانا۔

تعلّی: شاعر کا اپنی بابت کسی برتری کا اظہار کرنا۔

تعقید: لفظوں کے پس وپیش سے معنی فہمی میں دُشواری کا پیدا ہونا۔

تکوین: آفرینش، ابتدائے وجود۔

تشریع: وضعِ قانون۔

شُدہ شُدہ: رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ۔

تعقیدِ لفظی: موزونیت کے لحاظ سے لفظ اپنی اصل جگہ پر نہ ہو اور جس کی وجہ سے مفہوم میں خلل پڑ جائے۔

تعقیدِ معنوی: کسی لفظ سے شاعر کی مُراد کچھ ہو مگر محلِ استعمال سے وہ لفظ کچھ اور معنی دے۔

ساقط: گِرانا یا نکالنا۔

گُنجلک: لفظوں کے اُلجھاؤ سے مَطالب کی شفّافیت کا مجروح ہونا۔

مُغلَق: مصرعے میں دَقیق اور دُور از فہم الفاظ کا استعمال۔

غُلو: مبالغے کے لغوی معنیٰ۔

مُتحرّک: وہ حروف جن پر اعراب ہوتے ہیں۔

حَرکاتِ ثلاثہ: زیر، زَبر اور پیش۔

ساکِن: وہ حروف جن پر اعراب نہیں ہوتے۔

فوقانی: وہ حرف جس کے اُوپر نقطہ ہو۔

تحتانی: وہ حرف جس کے نیچے نقطہ ہو۔

مُوحدہ: ایک نقطے والا حرف۔

مُثنّاہ: دو نقطوں والا حرف۔

مُثلّثہ: تین نقطوں والا حرف۔

مُرادِف: ہم معنی لفظ۔

مترادف: لفظ کا متبادل مطلب۔

کلیشے Cliche: فرسودہ لفظی یا پامال خیالی۔

نکرہ: جس کا اطلاق عمومی ہو۔

معرفہ: جس کا تعلّق معیّنہ ہو۔

مُبتدا: جملے کا آغاز۔

خبر: جملے کے مطلب کی وضاحت۔

صِفت: حُسن وخوبی۔

مَوصوف: جس کی صفت بیان کی گئی ہو۔

مَعطوف: جس پر عطف لگے۔ اُردو میں اِس کے لیے ''و'' کے علاوہ ''اور'' کا لفظ ہے۔

وَصل: ایک جملے کا دوسرے جملے سے عطف۔

فعل: ایک جملے کا دوسرے جملے سے ترکِ عطف۔

سہلِ ممتنع: ایسا شعر جسے نثر کی طرح پڑھا جا سکے، مثلاً ناصر کاظمی کا یہ شعر:

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

فی البدیہہ: بَرجستہ اور فی الفور کہا ہوا شعر یا فقرہ۔

وِجدان: جاننے اور دریافت کرنے کی قوت۔

اِستعارہ: کسی اندھے سے جاہل کو تعبیر کرنا۔

کِنایہ: اِس کے دو معنی ہیں۔ ایک یعنی لازم کا ذکر اور ملزوم مُراد لینا، دوسرے معنیٰ مجاز کے ہیں اور مجاز میں لازم مُراد ہوتا ہے۔

ایہام: ایک لفظ کے دو معنیٰ لینا مگر موقع کی مناسب سے ایک ہی معنی کو تجویز کرنا:

ع اِک پھول کا مضموں ہو تو سَو رنگ سے باندھوں

یہاں رنگ کے دو معنیٰ ہیں ایک پھول کا رنگ اور دوسرے انیسؔ کا طرزِ بیاں۔

اِبہام: عدمِ وضاحت کی صورتِ حال۔

مَجازِ مُرسل: چھوٹی بات کہہ کر بڑی بات مُراد لینا یعنی مینہ کیا برس رہا ہے اناج برس رہا ہے۔

تَصحیف: ایسے الفاظ جو نقطوں کے تغیّر سے بدل جائیں، مثلاً: توشہ، بوسہ، مشکیں، مسکیں۔

تَلمیح: کسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ۔

تَوالیِ اضافت: مصرعے یا شعر میں متعدّد اضافتوں کا جمع کر دینا۔

آمد: کسی مصرعے یا شعر کا بے ساختہ اظہار۔

آوُرد: مصرعے یا شعر سے انتہائی کاوش کا ظاہر ہونا۔

تَضاد: باہم متضاد الفاظ لکھنا۔ شادی وغم، زمین و آسماں، بہار وخزاں۔

حُسنِ تعلیل: کسی چیز کو کسی دوسری چیز کی عِلّت فرض کیا جائے جو دراصل اُس کی علّت نہ ہو۔

روزمرّہ: وہ الفاظ جو زُبان شناس بولتے ہیں۔

محاورہ: وہ کلمہ جسے اہلِ زُبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیرِ مناسبت کے سبب سے کسی خاص معنی کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔

مَعاد: وہ حرف جو ایک مصرعے کے آخر میں آئے اور پھر اُسی حرف سے دوسرا مصرع شروع ہو۔

تَخیّل: وہ قوت جو کسی خیال کو ظاہر کرے۔

محاکات: کسی منظر یا کیفیّت کی لفظی تصویر۔

ذُوقافیتَین: ہر مصرعے میں دو قافیوں کا لکھنا۔

اِقتباس: کلامِ ربانی، حدیثؐ یا قول کو نثر یا نظم میں استعمال کرنا۔

مَنقوط: نقطے والے الفاظ۔

غیرمنقوط: بغیر نقطے والے الفاظ۔

مُبالغہ: ناممکن کو ممکن بنانا یا تصنع آمیز گفتگو۔

حشو: ایسے لفظ کا استعمال جس کے بغیر بھی مفہوم ادا ہو جائے۔

زَواید: خارج از تناسب الفاظ۔

تجاہلِ عارفانہ: باخبری کے باوجود بے خبری کا اظہار۔

مراۃ النّظیر: شعر میں کئی چیزوں کا متناسب اور متصادم ہو جانا۔

حَرف: وہ نشان جو آواز کو ظاہر کرے، مثلاً: حرفِ تہجّی۔

حَرفِ اِستثنا: وہ لفظ جو ایک چیز کو دُوسری سے الگ کرے، مثلاً: سِوا، جُز۔

حَرفِ اِستدراک: وہ لفظ جو پہلے جملے کے شُبہ کو دُور کرے، مثلاً: البتہ، لیکن، مگر۔

حَرفِ اِستفہام: وہ لفظ جو سوالیہ ہو، مثلاً: کیا۔

حَرفِ اضراب: وہ لفظ جو کسی چیز کو اَعلا سے اَدنا اور اَدنا سے اَعلا بنانے کے لیے استعمال ہو، مثلاً: بلکہ۔

حَرفِ تاکید: وہ لفظ جو کلام میں زور ڈالنے کے لیے آئے، مثلاً: ضرور، ہرگز، کبھی۔

حَرفِ تَردید: وہ لفظ جو کسی بات کو رَد کرنے کے لیے استعمال ہو، مثلاً: خواہ، چاہے۔

حَرفِ تشبیہ: وہ لفظ جو کسی چیز کو دوسری چیز کے مانند ظاہر کرے: ایسا، ویسا، جیسا، سا۔

حَرفِ جار یا ربط: وہ لفظ جو کسی فعل کو اِسم سے ملائے، مثلاً: سے، پر، میں، تک۔

حَرفِ شرط: وہ لفظ جو کسی کام کو دوسرے کام پر موقوف کرنے کے لیے استعمال کریں، مثلاً: اگر، جب، ہر چند۔

حَرفِ شمسی: وہ حرف جس سے پہلے ''ال'' آئے مگر ''لام'' کی آواز نہ ہو بلکہ حرف کو مُشدّد کر دے، مثلاً: الشّمس۔

حَرفِ قمری: وہ حرف جس کے پہلے ''ال'' آئے اور ''لام'' اپنی آواز دے، مثلاً: اَلقمر۔

حَرفِ عطف: وہ حرف جو دو جملوں کو باہم ملائے، مثلاً: او، و، پھر۔

حَرفِ عِلّت: وہ حرف جس کی اپنی کوئی آواز نہ ہو بلکہ کسی حرفِ صحیح کو مُتحرّک کرے،

مثلاً: ا، و، ی۔ علاوہ ازیں وہ لفظ جو کسی اَمر کا سبب ظاہر کرے، مثلاً: کہ، تا، تاکہ۔

حَرفِ نِدا: وہ لفظ جو بُلانے کے لیے اِستعمال ہو، مثلاً اے، اُو۔

حَرفِ نُدبہ: وہ لفظ جو افسوس کے موقع پر بولا جائے، مثلاً: ہائے، وائے، آہ۔

بَندِش: لفظوں کا ربط اور عبارت کی ترتیب۔

سَبکِ ہندی: ہندی اُسلوب ورَوِش۔ وہ فارسی غزل جو بّرِصغیر میں پروان چڑھی۔

مآخذ: اصل، بُنیاد، منبع۔

ماخوذ: حاصل کیا گیا۔

قوّتِ آخذہ: دریافت کرنے کی طاقت۔

قوّتِ مدرکہ: کسی بات کو سمجھنے کی قوّت۔

قواعد: ضابطہ، دستور العمل۔

نَحو: وہ علم جس کے تحت اجزائے کلام کو آپس میں جمع اور منہا کرنا اور زاں بعد اُن کے باہمی تعلّق پر گُفت گُو کرنا۔

صَرف: وہ عِلم جس کے ذریعے کلموں کی تقسیم، اصل اور گردان کا حال معلوم کیا جائے۔

عَصری حسیّت: زمانۂ موجود کے تقاضوں کو درک اور محسوس کرنا۔

اَمثلہ: مثالیں، نظائر۔

ضَربُ المثَل: کہاوت کی طرح مشہور۔

کہاوت: وہ قول جو زبان زدِ عام ہو اور نظیراً بولا جائے۔

تصنیف: کتاب لکھنا۔

تالیف: دوسروں کی تخلیقات کو مُرتّب کرنا۔

تدوین: ترتیب وار اِنتخاب۔

اُسلوب: طرزِ بیان۔

طَبعِ موزوں: وہ طبیعت جسے شعر کے وزن کی تمیز ہو۔

طَبع زاد: اپنی ایجاد۔

طَبع رَسا: تیز طبیعت۔

تُک بَندی: وہ کلام جو قواعد سے بے نیاز ہو۔

سابقہ: وہ لفظ جو کسی دوسرے لفظ سے پہلے آ کر اُس میں کوئی اِضافی معنیٰ پیدا کرے، مثلاً: خُوش اخلاق میں خُوش، شہ سوار میں شہ۔

لاحقہ: وہ لفظ جو کسی لفظ کے آخر میں آئے اور اُس کی معنویت میں اِضافہ کرے، مثلاً: نامہ بَر اور دِل بَر میں بَر۔

تَوارُد: دو شاعروں کے کلام میں لاشعوری طور پر ایک جیسے مضامین کے اَشعار کا جمع ہوجانا۔

سَرقہ: سَرقے کی دو قسمیں ہیں: سرقۂ ظاہر اور سرقۂ باطن۔ کسی بھی مصرعے یا شعر کا بہ جنسہٖ استعمال ہوجانا سرقۂ ظاہر ہے۔ کسی مصرعے یا شعر میں الفاظ کے ذرا سے رَدّوبدل کے ساتھ اگر شعر سامنے آئے تو اُسے سرقۂ باطن کہتے ہیں۔

اِعادہ: کسی کے شعر کا پورا خیال اگر لے لیا جائے تو اِسے اعادہ کہتے ہیں۔

کَلِمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ بات، قول، دِین کی صداقت کا عقیدہ

کریہہ الصوت: ناگوار آواز

رِسالہ: مقرّرہ وقت پر شائع ہونے والا نگارشات کا مجموعہ۔

ایپک: رودادِ جنگ، رزمیہ۔

مُتکلّم: جو بات کرے۔

مُخاطب: جس سے بات کی جائے۔

غایب: جس کی نسبت سے بات ہو۔

ٹکسالی زبان: مُستند اور آزمودہ زُبان۔

اُردوئے معلّیٰ: مُغلیہ دربار کی زُباں دانی، ''خطوطِ غالبؔ'' کے مجموعے کا نام۔

اَشرافیہ: طبقۂ اَولیٰ۔

تجدّد: نیاپن، اختراعی نوعیت۔

توقیف نِگاری: عبارت کو اوقافی علامات کی فراہمی۔

اَدب القدما: قدیم اُدب۔

دوبیتی: رُباعی، قطعہ۔

خطّی نُسخہ: غیر مطبوعہ قلمی نمونہ۔

تَرک: وہ نشان جو کتابوں میں نشانی کے لیے رکھتے ہیں یا وہ لفظ جو دوسرے صفحے کے تسلسل کی شناخت کے لیے پہلے صفحے کے نیچے درج کیا جائے۔

تقریظ: کسی کتاب کا تعارف۔

پیش لفظ: کتاب کا آغازیہ۔

دِیباچہ: کتاب کی تمہید، مقدّمہ۔

خطِّ نسخ: معروف ترین عربی خط جو قرآنِ مجید کی کتابت کے لیے گزشتہ کئی صدیوں سے استعمال ہو رہا ہے۔

خطِّ نستعلیق: وہ خط جو نسخ اور تعلیق کے اِمتزاج سے وجود میں آیا، عرفِ عام میں فارسی، اُردو رسم الخط۔

نستعلیق: شائستہ اور مہذّب۔

آفاقیت: ہمہ گیریت، وقیع اور وسیع۔

کُلیہ: مستعمل ضابطہ۔

اِرتقا: بالیدگی، بہ تدریج ترقی۔

جدلیّت: بحث و مناظرہ۔

نامیاتی: نمو کی اہلیت۔

مُستعمل: عملاً رائج۔

اقوا: حرفِ روی سے پہلے حرف کی حَرکت میں اِختلاف کا عیب۔

اِکفا: اختلافِ حرف روی کا نقص۔

کتھارسس/CATHARSIS: ازالۂ اِنتشار، شدّتوں کی چارہ سازی۔

اَشلوک: حمدیہ اَشعار یا نظم۔

گیتا: مقدّس نظم۔

گیان: عرفان، مَعرفت۔

بھجن: دیوتا کی مدح کا گیت۔

فی نکالنا: نکتہ چینی کرنا۔

فیہ نظر: محلِّ نظر۔

قافیہ سنج: موزوں طبع۔

قافیۂ معمولہ: جُزوِ ردیف قافیہ۔

قاموس: لُغت، فرہنگ۔

قدح: مدح کی ضد، ہجو، پیالہ۔

قرطاس: کاغذ، ورق۔

قصص: قصّے کی جمع، داستان، حکایت۔

قدوۃ الشعرا: شاعروں کا نمونہ۔ یہ لقب جامؔی نے حافؔظ کو دیا تھا۔

قضا و قدر: مشیتِ الٰہی، تقدیر۔

قلم بند: درج کرنا، مرقومہ۔

قلم برداشتہ: بے ساختہ، برجستہ اور عُجلتاً لکھنا۔

قلم زد: کسی حرف یا لفظ کو کاٹ دینا۔

قندِ مکرّر: عُمدہ بات دوبارہ کہنا۔

قولِ فیصل: فیصلہ کُن بات۔

کاپی رائٹ: حقِ تالیف و تصنیف۔

کاتب: خوش نویس، کتابت کرنے والا۔

کافِ کُن: حُکمِ خُدا۔

کتابیات: کتابوں کی فہرست۔

حرفِ وَصل: جیسے روانی اور مکانی کی "ی"۔

تجنیسِ محرّف: اگر صرف حرکات و سکنات میں فرق ہو، مثلاً:

ع جب گلے سے مِل گئے سارا گِلہ جاتا رہا

تجنیسِ مُضارع: حرفوں میں تفریق کے باوجود جب دو لفظ ایک ہی تلفظ سے ادا کیے جائیں، مثلاً: لال، لعل، ہمزہ، حمزہ۔

تلخیص: خُلاصہ، جوہر۔

صنعتِ توشیح: ہر مصرعے کے پہلے حرف سے تاریخ یا نام کا برآمد کرنا۔

تجرید: علمِ بیان کی وہ صفت جس میں زوایدسے ماورا صرف ایک ہی معنی تک رَسائی کی جائے۔

اِسم: وہ کلمہ جو کسی جان دار یا کسی چیز کو دوسرے سے ممتاز کرے۔

اِسمِ اِستفہام: وہ اسم جو پوچھنے کے موقع پر بولا جائے۔

اِسمِ اِشارہ: وہ اسم جس سے کسی کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اِسمِ تصغیر: وہ اِسم جس سے ''اختصار'' نمایاں کیا جائے، مثلاً: باغیچہ۔

اِسمِ تکبیر: جس میں ''برتری'' پائی جائے، مثلاً: دستار۔

اِسمِ جامِد: وہ جو نہ خود کسی سے بنا ہو اور نہ اُس سے کچھ بنے۔

اِسمِ جنس: جو کسی نوع یا جنس کے لیے اِستعمال ہو، مثلاً: انسان، گھوڑا۔

اِسمِ صِفت: جس سے کوئی خصوصیت ظاہر ہو، مثلاً: نیک، بد۔

اِسمِ ضمیر: جو نام کے بجائے استعمال کیا جائے۔ مثلاً: ہم، تم، وہ۔

اِسمِ ظرف: اگر زمانہ یا وقت ہو تو ظرفِ زمان کہتے ہیں، اگر جگہ ہو تو ظرفِ مکان کہا جاتا ہے، مثلاً: صبح، شام، گھر، شہر۔

اِسمِ فاعل: جو کسی مصدر سے بنے اور فاعل کے معنی دے، مثلاً: لکھنے والا، جانے والا۔

اِسمِ مفعول: جو مصدر سے بنے اور مفعول کے معنی دے، مثلاً: پڑھا ہُوا، کہا ہُوا۔

اِسمِ معرفہ: کسی خاص شخص، چیز یا مقام کا نام۔

اِختصاریہ: مختصر اور جامع بیان۔

ہائے مختفی: وہ ہائے ہوز جو پڑھی نہیں جاتی محض حرکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہے۔

ہائے مخلوط: دوچشمی ہائے ہوز۔

ہائے مظہر: ہائے ہوز کی واضح صورت۔

کتابچہ: یونیسیف Unicef کے مطابق ۱۲۰ صفحات سے کم اِشاعتی مواد۔

فلیپ: گردپوش کے اندرونی کناروں پر کتاب یا صاحبِ کتاب کی بابت اختصاریہ۔

وَتد: علمِ عروض میں سہ حرفی لفظ۔

وِچار: غور وفکر۔

وَرقہ: کتاب کا ورق۔

وَفیات: وفاتیں۔

وَقوف: آگاہی۔ ٹھہرنا۔ مقامِ عرفات۔

وَیدانت: ہندو فلسفہ جس میں خُدا پر بحث کی جاتی ہے۔

ہَرچہ بادا باد: جو ہو سو ہو۔

ہَزّال: بڑا ہزل گو۔

ہَشت صِفات: آٹھ خوبیاں: تعظیمِ دین، علم، معرفت، راضی بہ رضا، شُکر، صبر، عِفّت، حقوق العباد۔

ہَفت خواں: نہایت مشکل کام۔

ہَفوات: غیر معیاری باتیں۔

ہوش گوش: دانائی، ہوشیاری۔

لوح وقلم: تختی اور خامہ، مجازاً قضا وقدر۔

لوک گیت: عوامی گیت۔

مابعد الطبیعیات: الٰہیات۔

ماترا: علمِ موسیقی میں تال کی پیائش۔

ماہیت: اصل، جوہر۔

مُتصوّف: اہلِ تصوّف۔

مُتغزّل: غزل کہنے والا۔

مَتن: اصل عبارت۔

مجذوب: صاحبِ جذبہ۔

مُجلّد: جِلد شُدہ۔

مُجلّہ: رِسالہ۔

مُحاضرات: معلومات، گزشتہ کا بیان۔

مُحقِّق: تحقیق کرنے والا، تصوّف کی اصطلاح میں وہ جو درجۂ حقیقت کو پہنچ جائے۔

محولہ حاشیہ: حوالے کا حاشیہ۔

مُخیلہ: خیال کی قوّت۔

مُدرِک: اِدراک رکھنے والا۔

کُن فکاں: عالمِ موجودات۔

کُن فیکون: ہو جا اور ہو گیا

عِلمِ کلام: وہ عِلم جس سے عقاید کو دلیلوں سے ثابت کیا جائے۔

لاکلام: وہ بات جس میں مزید کسی بات کی گنجائش نہ ہو۔

قطعِ کلام: بات کو منقطع کرنا۔

کلام الملوک: بادشاہوں کی باتیں۔

کُہنہ مشق: مشّاق۔

گرد پوش: کتاب کا سرپوش جس پر کتاب، مصنّف اور مکتبے کا نام درج ہوتا ہے اور اُس کے داخلی کناروں پر کتاب یا مصنّف کے بارے میں رائے درج ہوتی ہے۔

حاشیہ: ورق کا کنارا، تحریر کردہ یادداشت یا شرح۔

لاہوت: عالمِ غیب۔

ناسُوت: عالمِ شہود۔

لاادری: ''مجھے علم نہیں۔''

لب و لہجہ: اندازِ اظہار و بیان۔

مُتشاعر: شاعر نہ ہو مگر شاعر ہونا ظاہر کرے۔

اِلٰہیات: وہ عِلم جس میں ذات وصفاتِ باری سے بحث کی جائے۔

لِسانُ العصر: وقت کا فصیح الکلام۔

لِسانُ الغیب: غیب کی زبان۔ حافظ شیرازی کا مقبول لقب۔

لِسانیات: زُبان کی اِبتدا و اِرتقا کا عِلم، زُبانوں کا تقابلی مُطالعہ۔

لُغت: الفاظ و معنی کا مجموعہ۔

لَوح: لکھنے کی تختی، کتاب کے نام کا پہلا صفحہ۔

تابعِ موضوع: صوتی آہنگ کے ساتھ دو بامعنی الفاظ، مثلاً: بھلا چنگا۔

مَرقومُ الذّیل: نیچے لکھا ہُوا۔

نیوکلیس/Nucleus: مرکزہ۔

مَرئی: جو دیکھنے میں آئے۔

مَشقِ سخن: شعر کہنے کی ریاضت۔

مِسطر: وہ لکیر دار کاغذ جس پر دوسرا کاغذ رکھ کر کاتب لکھتے ہیں۔

مُسمّط: وہ نظم جس میں تین سے لے کر دس مصرعے ہوتے ہیں۔

مُسند: دوسرے کی سند سے بیان کیا گیا۔

مُسوّدہ: قلمی مضمون۔

مُصحف: آسمانی کتاب۔

معاملہ بندی: نجی معاملات کو نظم کرنا۔

مُعرّا: بے قافیہ نظم۔

معروضیّت: اشیاء کا خارجی عِلم۔

مَعقولات: حکمت اور مَنطق پر مُبنی کلام۔

مُعلّن: اعلان کرنے والا۔

مِقال: کلام۔

مَقالہ: مضمون۔

مکالمہ: باہمی گُفت گو۔

مکھڑا: گیت کا پہلا شعر۔

مُترتِّب: ترتیب دینے والا۔

نُطق: بولنے کی طاقت۔

نظم گُستر: شاعر۔

نظریہ: طے شدہ فکر ونظر۔

نُکتہ رَس: زِیرک، تیز فہم۔

نِگارش: اُسلوبِ تحریر۔

نَوا: آواز۔

نَوِشتہ: لکھا ہُوا

نُونِ مُعلّنہ: جونون صاف اور بلند پڑھا جائے۔

نُونِ قطنی: وہ چھوٹا نون جو ساکن یا مشدّد حروف سے پہلے تنوین والے حرف پر لکھا جاتا ہے۔

نَویسندہ: محرّر۔

نوبیل پرائز: سوئیڈن کے کیمیا دان ڈاکٹر الفریڈ نوبیل کے وصیت کردہ انعامات جو سالانہ کسی

شُعبۂ علم وفن میں اَعلا کارکردگی پر دیے جاتے ہیں۔

والا نامہ: کسی محترم کا خط۔

نیاز نامہ: اپنے خط کی بابت عاجزی۔

مُھویّت: مرتبۂ وحدت۔

مُلکُ الشعرا: بڑا شاعر۔ مہاکوی۔

ممدوح: جس کی تعریف کی جائے۔

مَناظمہ: نظمیۂ مشاعرہ۔

مَناقب: منقبت کی جمع۔

مَنثور: نثری۔

نثّار: نثر لکھنے والا۔

مَنطِق: دلائل سے حق کو حق ثابت کرنا۔

مَنظوم: نظم کیا گیا۔

مَنقصت: عیب جوئی۔

مَنقول: اِبلاغِ لفظ۔

معقول: اِرسالِ مفہوم۔

موضوع: نفسی، خیالی۔ معروضی کی ضد۔

مُہاجات: باہمی ہجو گوئی۔

میرِ مُشاعرہ: صدرِ مشاعرہ۔

ناخواندہ: اَن پڑھ۔

ناگفتنی: جو کہنے کے قابل نہ ہو۔

نابغہ: غیر معمولی ذہین۔

ناسخ: منسوخ کرنے والا۔

ناظم: نظم کہنے والا، منتظم۔

ناقد: تنقید کرنے والا، نقّاد۔

ناقل: روایت نقل کرنے والا۔

نام نہاد: برائے نام۔

نامہ نگار: خبر نویس۔

ناوَل: مکمّل قصّہ۔

ناولٹ: مختصر قصّہ۔

نَبیرہ: بیٹے کا بیٹا، پوتا۔

نُسخہ: وہ چیز جو لکھی ہوئی ہو۔ کتاب، رِسالہ، جِلد، دَوا کا پرچہ۔

نشاۃ الثانیہ/ Renaissance: دوبارہ عروج، نئی زندگی۔

نَشریہ: وہ بات جس کا ریڈیو سے اِجرا ہو۔

نصِ ناطق: ایسا کلام جس میں شک وشُبہ نہ ہو۔

احقر: خاک سار۔

اِرادت مَند: مُعتقد۔

اَربابِ بینش: صاحبانِ عقل وشعور۔

اَلقط: کاٹنا۔

عَناصرِ اَربعہ: آگ، پانی، مٹّی، ہَوا۔

اِرتجالاً: بے ساختہ، فی البدیہہ۔

اَرژنگ: مشہور مصوّر مانی کا نِگار خانہ۔

اَریب: عقل مَند۔

اَساطیر: قصّے، کہانیاں۔

اَسالیب: اُسلوب کی جمع، طریقے۔

اَسانید: حدیث کے سلسلے، سَنَد کی جمع۔

اِستَدلال: دلیل، سند۔

اِستَغراق: فکر میں محویت۔

اِستنباط: نتیجہ اخذ کرنا۔

اِستیعاب: اوّل تا آخر توجہ سے پڑھنا۔

اِشارَت: رَمز، کنایہ۔

اِشاریہ: متعلقات ومندرجات کی تفصیل، اسماء الرّجال وامکنہ۔

اِشکال: دُشواری۔

اَشہر: زیادہ مشہور۔

اِصلاح: دُرستی، نقص دُور کرنا۔

اُصولیات: وہ اُمور جن کا تعلّق اُصول سے ہو۔

اِضافیت: اعتباری یا نسبتی تعلّق۔

اُضحوکہ: مَضحکہ خیز بات۔

اِطلاق: مُنطبق ہونا۔

سَرد جنگ: اعصابی جنگ۔

اَغلط: نہایت غلط۔

افراط وتفریط: غیر معتدل حالت۔

اَفسانہ: خیالی واقعہ۔

اِقتباس: کسی بیان کو تصنیف میں بہ حوالہ شامل کرنا۔

اَقوال: قول کی جمع۔

اَکیڈمی: بیت العلوم، علم و اَدب کے فروغ کی انجمن۔

اِلتباس: دو چیزوں کے درمیان اِشتباہ۔

اِلقا: اِلہام۔

اَلمیہ: دردناک واقعہ، حزنیہ۔

اُلوہیت: معبودیت۔

اَلمعنیٰ فی بطن الشاعر: شعر کے معنی شاعر ہی جانے۔

تلمیذ الرحمٰن: کنایۃً شاعر، شاگردِ رحمٰن۔

سَرگُزشت: آپ بیتی۔

سُوقیت: اِبتذال، گھٹیاپن۔

غِنائیہ: منظوم تمثیل۔

فن پارہ: فنّی نمونہ۔

ہمہ گیر: جامع، حاوی۔

اَبیات: بیت کی جمع، اَشعار۔

سَرمدی: دائمی، خُدائی، دوامی۔

لَدُنی: علمِ خُداداد۔

اُپج: جدّت، اِختراع۔

اَتالیق: معلّم، نگران۔

اِتصاف: تعریف و توصیف۔

اَٹ پَٹ: بے ترتیب۔

اِثبات: نفی کی ضد۔

اِجازہ: اجازت۔

اِجتماعیات: عِلمِ عمرانیات۔

اِجتہاد: کسی مسئلے کے متعلّق شرعی جواز دریافت کرنا۔

اِجمال: اِختصار، اِیجاز۔

اِحتمالات: امکانات۔

احدیت: یکتائی، توحید۔

اِحرار: حُر کی جمع، آزادمنش۔

احساسِ برتری: جذبۂ بالاتری۔

احساسِ کم تری: خوداعتمادی کا فقدان۔

احسنت: کلمۂ تحسین و آفرین۔

مُغیرّہ حُروف: اُردو میں کا، کی، کے، نے، سے، کو، پر، تک حرفِ مغیرّہ ہیں جن کے آنے سے متعلّقہ لفظ کا اَلف یائے مجہول یعنی بڑی ''یے'' سے بدل جاتا ہے۔

تبصرہ: نقد و نظر، توضیح و تفصیل۔

تجربہ: جانچ، پرکھ۔

اِمثال: مثل کی جمع۔

نظائر: نظیر کی جمع۔

اَنانیت: خود پسندی۔

اِنشا: عِبارت لکھنا۔

اُمّ الکتاب: سورۂ فاتحہ۔

اُمّ العُلوم: علمِ صَرف۔

اَناالحق: ''مَیں حق ہُوں۔'' حُسین بِن مَنصور حلّاجؒ کا نعرہ۔

اَنوثت: مؤنّث ہونا۔

اِنتقاد: تنقید۔

اَنتر دھیان: محویت، اِستغراق۔

بِدون: بغیر، سِوا، بجُز۔

بہ صَد: اِظہارِ کثرت۔

باقیات: باقی کی جمع، بچا ہُوا۔

بذلہ سنجی: سُخنِ مرغوب۔

بُرہان: قطعی دلیل۔

بدیہہ: وہ روشن فکر جو دلیل کی محتاج نہ ہو۔

برائے بیت: شعر کا وزن پورا کرنے کے لیے بھرتی کے الفاظ۔

جِبلّت: اصلِ طبیعت۔

جَریدہ: اخبار، رِسالہ۔

تارید: کسی غیر لفظ کو اُردو بنانا۔

تفریس: کسی غیر لفظ کو فارسی بنانا۔

تعریب: کسی غیر لفظ کو عربی بنانا۔

تلازمہ: رعایتِ لفظی۔

ترکیب: مُرکب لفظ۔

تسطیر: سَطر بندی۔

ترکِ اَولیٰ: اُس فعل کو ترک کرنا جو کہ افضل ہے۔

تراشہ: کسی اخبار یا رسالے سے کاٹی ہوئی تحریر۔

تحریف: الفاظ میں ردّوبدل۔

تحلیلِ نفسی: ذہنی محرّکات کے زیرِ اثر اعمال کا جائزہ۔

تحمید: حمد وثنائے الٰہی۔

حمّاد: سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔

تجنیس: ہم جنس، دو لفظوں کا تلفظ میں مشابہ اور معنیٰ میں مختلف ہونا۔

تبحُّر: کمال، مہارت، سمندر کی طرح بے کنار۔

تاویل: توضیح، تشریح۔

بَعثت: اعلانِ رِسالت۔

اِبلاغ: پیغام رسانی، پہنچانا۔

بیت بندی: شعر کہنا۔

بیت بازی: شعر کے آخری حرف سے شروع ہونے والے اَشعار کا گروہی مقابلہ۔

بَین السّطور: در پردہ صراحت۔

پاسِ اَدب: حُرمت کا لحاظ۔

سوئے اَدب: گُستاخی۔

تابع موزوں اور تابع مہمل:

کلام میں کشش کی خاطر بہت سے الفاظ جوڑوں کی شکل میں بولے جاتے ہیں۔ ایسے لفظی جوڑوں میں اگر دونوں لفظ با معنی ہوں تو اِسے تابع موزوں کہتے ہیں۔ اِس کے برخلاف اگر دوسرا لفظ بے معنی ہوتو اِسے تابع مہمل کہا جاتا ہے۔

تابع موزوں: راگ رنگ، آل اولاد، جان پہچان، لڑکے بالے، لُوٹ مار، کام دھندا، گھربار، دوست یار۔

تابع مہمل: پانی وانی، روٹی ووٹی، کھانا وانا، گاڑی واڑی، توڑ تاڑ، شادی وادی، کپڑا وپڑا۔

لَف ونَشر:

لف ونشر مُرتّب اور غیر مُرتّب دو طرح کے ہیں۔ شعر میں چند چیزوں کے بیان کو ''لف'' اور ایسی دیگر چند چیزوں کے ذکر کو جو اُن سے نسبت رکھتی ہیں ''نشر'' کہتے ہیں۔

مثلاً مصحفی:

تیرے رُخسار و قدَ و چشم کے ہیں عاشق زار
گُل جُدا ، سَرو جُدا ، نرگسِ بیمار جُدا

پہلے مصرعے میں ''رُخسار، قد، چشم'' ۔ ''لف'' ہیں اور دوسرے مصرعے میں ''گُل، سَرو اور نرگسِ بیمار'' ۔ ''نشر'' ہیں۔ پہلے مصرعے کی لفظی ترتیب کی مناسبت سے اگر دوسرے مصرعے میں بھی الفاظ کو اِسی ترتیب سے لکھا جائے تو اِسے لف و نشر مُرتّب کہتے ہیں۔ اِس کے برخلاف، نسبتوں کے بیان میں اگر ترتیب نہ ہوتو، اِسے لف ونشر غیر مُرتّب کہا جاتا ہے۔

ناشر: شایع کرنے والا۔

پُرگو: بہت شعر کہنے والا۔

پرولتاریت: معاشی طور پر بدحال طبقہ۔

پریکشا: امتحان، آزمایش۔

پذیرائی: قبولیّت۔

کاغذی پیرہن: ناپائیداری۔

پیرایہ: طرز، رَوِش۔

تاریخ کہنا: قائدہ ابجد سے کسی واقعہ کا سَن برآمد کرنا۔

تاسیس: بنیاد، علمِ عروض میں وہ ساکن ''اَلِف'' جس کے اور روی کے درمیان ایک حرفِ متحرک واسطہ ہو، جیسے: خاور اور باور کا اَلِف۔

جَدیدیت: نیا پن۔

رَطبُ اللّسان: مدّاح۔

طلیق اللّسان: شائستہ گفتار۔

رُقعہ: مختصر خط۔

رَقم طراز: لکھنے والا، محرّر۔

رَمز: اشارہ، کنایہ۔

رِوایت: نقلِ اَلفاظ۔

دَرایت: رِوایت کا فکری تجزیہ۔

روزِ اَلست: جس دن خُدا اور انسان کے درمیان معاہدہ ہُوا۔

روزنامچہ: وہ اوراق جن پر روزانہ کا حال لکھا جائے۔

رُومان: فرنگی لفظ Romance کا مُوّرد۔

رویائے صادقہ: سچّا خواب

رِیاضت: مشق، مہارت۔

زاویۂ نگاہ: سوچنے کا انداز۔

زُباں زَد: مشہور ہونا۔

زَرتُشت: وہ ایرانی مصلح جو پارسی مذہب کا بانی تھا۔

زلّہ رُبا: خوشہ چین۔

زمان و مکان: وقت اور مقام۔

زمزمہ: نغمہ، گیت۔

پامال زمین: ایک ہی رَدِیف و قافیہ میں بہت سی غزلوں کا موجود ہونا۔

سُست زمین: رَدِیف اور قافیے میں مناسبت نہ ہونا۔

شُگفتہ زمین: وہ رَدِیف و قافیہ جس میں اچھے شعر ہونے کا امکان ہو۔

سَنگلاخ زمین: مشکل اور دُشوار ردیف و قافیہ۔

زورِ طبع: نئے مضامین کی طاقت۔

ژولیدہ بیانی: اُلجھی ہوئی تحریر یا تقریر۔

ساہتیا: اَدبیات۔

سَپاٹ: ہم وار، برابر۔

سحر بیانی: فصیح و بلیغ۔

شَش قلم: چھے مشہور خط: کُوفی، نسخ، ثُلث، توقی، رِقہ اور ریحانی۔ (ابنِ مقلّی شیرازی ۹۲۹ء)

سامراج: وہ نظام جو نوآبادیات پر اپنا تسلّط قائم کرے۔

سَپاس گزار: تعریف کرنے والا۔

سَتائش گر: مدّاح۔

سَتودہ: جس کی حمد و ثنا کی جائے۔

سِدرۃ المنتہٰی: قرآنی استعارہ۔ جبرئیل کی حدِّ آخر۔

سَرِ آغاز: عُنوان۔

سُر سُوتر: قواعدِ صوت۔

سُر بِدّیا: عِلمِ مَوسیقی۔

سَراپا: وہ نظم جس میں حُلیے کی تعریف ہو۔

سُرخا: اِنقلاب کا تمنّائی۔

ترقی پسند: رجعت پسند کی ضد، ترقی کا خواہاں۔

سَرگم: سات سُروں کا مجموعہ: سا، رے، گا، ما، پا، دھا اور نی۔

سَرمَد: مئے اَلست سے مخمور۔

سَرود: آلۂ موسیقی۔

سُروش: آوازِ غیب، اِلہام۔

سہوگ: حصّہ۔

یبوست: سوکھا پن، خشکی۔

قنوطیت: تاریک پہلو۔

Frustration: شکست خوردگی، مایوسی، اضطراب۔

حروفِ مُقطّعات: وہ قرآنی حروف جو بعض سُوروں کی ابتدا میں آتے ہیں، مثلاً: اَلِف، لام، میم، حامیم۔ اِن حروف کے معنیٰ ''راسخون فی العلم'' کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔

عَن: بہ موجب، بہ ذریعہ۔ احادیث کا اِبتدائی لفظ۔

عَقلِ اوّل: نُورِ پیغمبرؐ۔

عَصر آفریں: نیا عہد پیدا کرنے والا۔

عَفِی عَنۂ: خُدا معاف کرے۔ نام کے ساتھ انکساراً لکھنا۔ برائے مُذکّر۔

عَفِی عَنْہا: برائے مونّث۔

عَقلِ کُل: وہ مشیر جس کے بغیر کام نہ چلے۔ خود کو بہت عَقل مَند سمجھنے والے کو بھی طنزاً کہا جاتا ہے۔

عَقلیات: معقولات۔

علامت: نشان، پہچان۔

عِلمِ اکتسابی: حاصل شدہ علم۔

عِلمِ مجلس: نشست و برخاست کا سلیقہ۔

عِلمِ مجلسی: آدابِ تحصیل۔

عُلو: رِفعت، بلندی۔

غُلو: عقلاً مُحال۔

عُلومِ رسمیہ: مُروّجہ علم۔

عَلی غول: ملنگی ٹولا۔

غزلیت: تغزّل۔

غَلَط بیاں: جُھوٹا۔

غیر ملفوظ: وہ حرف جو لکھنے میں تو آئے لیکن بولنے میں نہ آئے، مثلاً: بالکل کا ''اَلِف''۔

فنونِ لطیفہ: شاعری، موسیقی، مصوّری، سنگ تراشی، رقص اور فنِّ تعمیر وغیرہ۔

فی: اصل، درمیان، حقیقت۔

فی الجملہ: اَلغرض، حاصلِ کلام۔

مَدارک: جہاں سے درک کیا گیا۔

قط: قلم کی نوک تراشنا۔

فارقلیط: ختمیٔ مَرتبت کا وہ اسمِ گرامی جو ''انجیلِ مقدّس'' میں آیا ہے۔

فاعلیت: فاعل ہونا۔

فبہا: بہت خوب۔

فُروع: غیر اہم جزئیات۔

فرہنگ: لُغت۔

فَریضۂ سحری: کنایۃً فجر کی نماز۔

فَطانت: دانائی، ذہانت۔

فَطِین: دانا، زیرک۔

فِقرہ بندی: تُک بندی۔

فَقید: نایاب۔

فکاہت: خُوش طَبعی۔

فکرِ سخن: شعر کہنے کے لیے سوچنا۔

فنائیت: فنافی اللہ کا درجہ۔

علّت: وجہ، سبب۔ عِلّت کی چار قسمیں ہیں: مادّی، فاعلی، صُوری، غائی۔ عِلّتِ مادّی سے مُراد وہ مادّہ ہے جس سے شے بنے، عِلّتِ صُوری یعنی ظاہری صورت جیسے لکڑی سے میز، عِلّتِ فاعلی میز کا بنانے والا، عِلّتِ غائی ما حصل یعنی میز پر کتاب رکھنا۔

تکیۂ کلام: وہ لفظ جسے بار بار دُہرانے کی عادت ہو۔

جُزدان: کتابوں کا بستہ۔

ضلع جُگت: پہلودار بات۔

ضمیمہ: پرچۂ زاید۔
کرافٹ/Craft: ہُنر کاری۔
طواسین: حُسین بن مَنصور حلّاجؒ کی ایک کتاب کے اَبواب۔
سقوط: شعر میں کسی لفظ کا بے وزن ہونا۔
سَلاست: نرمی، روانی۔
سُلوک: اہلِ تصوّف میں تلاشِ حق۔
سَلیس: عام فہم زُبان۔
عِبارت آرائی: مضمون کی رنگینی۔
طَوعاً و کرہاً: چاروناچار۔
سَماعی: صَرف ونحو کی اِصطلاح میں وہ لفظ جو کسی قاعدے کے مطابق نہیں بنا بلکہ اہلِ زُبان سے سُنا گیا اور رائج ہوگیا۔
سَمع خراشی: سَمعی ناگواری۔
سُنّت: ختمیٔ مرتبت کا طریقۂ کار۔
سَوادِ خط: اندازِ تحریر۔
سوز خوانی: لحن سے مرثیہ اور سلام پڑھنا۔
سوفسطائی: حقائقِ اشیا کا انکاری۔
سوقیانہ: بازاری، مبتذل، عامیانہ۔
سومنات: مجازاً بُت خانہ۔
سہ حَرفی: تین حرفوں کا لفظ۔
سَہل گو: آسان کہنے والا۔

سَہوِ کتابت: کتابت کی غلطی۔
سَیاق وسَباق: مضمون کا ربط وتسلسل۔
سَیرِ حاصل: مفصّل۔
ضاحک: ہجو کرنے والا۔ میر انیسؔ کے دادا میر ضاحکؔ۔
شَدّ: تشدید دینا، ایک حرف کو دوبار پڑھنا۔
شَذرہ: مختصر سا مضمون۔
شاہ بیت: قصیدے یا غزل کا نمایاں شعر۔
شَرح و بَسط: وضاحت وتفصیل۔
شَبِ اَسریٰ: معراج کی رات۔
شَرعاً: ازرُوئے شرع۔
شُستہ: صیقل شدہ۔
شعریت: رُوحِ شعر، حُسنِ شعر، نغمگی۔
شعور: دانائی، عقل مندی۔
شوشہ: انوکھی بات، ہائے ہوز کی علامت۔
شینِ قاف: تلفظ کا صحیح مخرج سے اَدا کرنا۔
شیرازہ: کتاب کی جُز بندی میں اِستعمال ہونے والا فیتہ۔
شیوابیان: خوش بیان۔
صحبتِ شعر: مُشاعرہ۔
صدر نشینی: صدارت۔
صدرہ: مَنطق کی مشہور کتاب۔

صَریر: قلم کے چلنے کی آواز۔

صَلائے عام: عام دعوت۔

صَنایع بَدایع: وہ نکات جو نظم و نثر سے ظاہر ہوتے ہیں۔

صُورت بَند: مُصوّر، نَقّاش۔

صُورت سازی: نَقّاشی، مُصوّری۔

جَمع الجمع: لفظ کی دوہری جمع، مثلاً: رقم کی جمع رقوم کو رقومات کہنا۔

جُملہ: تمام، فقرہ جو مطلب ادا کرے۔

جَمود: تعطّل، بے حَرکتی۔

جہات: جہت کی جمع۔

جہاد بالقلم: حق کی حمایت میں لکھنا۔

چگونہ: کَلمۂ اِستفہام، کس طرح، کیوں کر۔

چُناں چنیں: حرفِ تشبیہ، ایسا ویسا، نکتہ چینی، بحثا/بحثی۔

حاصلِ کلام: خلاصہ، الغرض۔

حَرف گیر: نکتہ چیں۔

حُسنِ بیاں: خُوش بیان۔

حِفظِ مَراتب: مَرتبے کا لحاظ۔

حقِ تصنیف: کتاب کا معاوضہ۔

خاص نویس: ذاتی منشی، پرائیویٹ سیکریٹری۔

کِلک: قلم، خامہ۔

خاکہ: وہ ڈھانچا جو لکھنے سے پہلے ذہن میں بنایا جائے یا وہ مضمون جو کسی شخصیّت کے

بارے میں لکھا جائے۔

حَواسِ خمسہ: محسوس کرنے کی پانچ قوتیں باطنی اور پانچ ظاہری ہیں:
باطنی ...... خیال، وہم، حسِ مشترک، حافظہ، متصرّفہ۔
ظاہری ...... باصرہ، سامعہ، شامّہ، ذائقہ، لامسہ۔

خُتن: وہ علاقہ جہاں کا مشکِ نافہ مشہور ہے۔

خُرافات: بیہودگی۔

خلافیات: اختلافی صورتِ حال۔

دَخیل: غیر زبان کا لفظ جو کسی زبان میں مستعمل ہو۔

درّاک: بات کی تہ تک پہنچنے والا۔

گیرائی: وسعت۔

درسیات: درسی سلسلہ۔

دَواوین: دِیوان کی جمع۔

دیومالا: دیوتاؤں کے قصّے، خیالی کہانیاں۔

دیوناگری: ہندی اور سنسکرت رسم الخط۔

ڈمی/Dummy: مفروضہ حالت، اخبار یا کتاب کا ماقبلِ اشاعت نمونہ۔

ذیلی عنوان: کسی مضمون کی ثانوی سرخی۔

رامائن: رآم چندر جی کی کتھا، وہ رزمیہ نظم جو والمیک جی نے سنسکرت میں لکھی اور تُلسی داس نے اِسے ہندی میں منتقل کیا۔

رجائیت: روشن پہلو۔

رَسم الخَط: لکھنے کا طریقہ۔

رُشحاتِ قلم: تحریر۔

ذُرّیت: نسل۔

جَمالیات/ Aesthetics: حُسن بِینی اور حُسن شناسی۔

تَصوّف: وہ طریقہ جس میں بہ ذریعہ تزکیہ معرفت حاصل ہو۔

تَقیّہ: کسی ظلم کے مقابل اپنے عقیدے کی پردہ پوشی کرنا۔

وحدت الشہود: تَصوّف کی اِصطلاح میں دُنیا کی ہر شے جو ہمارے رُوبہ رُو ہے باری تعالیٰ کا پَرتو ہے یعنی ''ہمہ از اُوست''۔

وحدت الوجود: صوفیاء کی اصطلاح میں تمام موجودات کو باری تعالیٰ کا وجود تسلیم کرنا اور ماسوائے وجود کو اعتباری سمجھنا۔ یعنی ''ہمہ اُوست''۔

عارف: صاحبِ عرفان۔

عارف باللہ: خُدا شناس۔

دِیوان: غزلیات کے اُس مجموعے کو کہا جاتا ہے جس کو بہ لحاظ ردیف ''الف'' سے ''یے'' تک سلسلہ وار مُرتّب کیا جائے لیکن اب یہ پابندی متروک ہوچکی ہے۔

کُلّیات: کسی شاعر کے تمام کلام کو یک جا کر دیا جائے اور جس میں ترتیب کی کوئی پابندی نہ ہو۔

★ ★ ★ ★ ★

ہر شاعری، خواہ وہ متصوّفانہ ہو یا عارفانہ ہی کیوں نہ ہو، جنسی جذبے کی اِرتفاع پائی ہوئی شکل ہوتی ہے۔ لیکن بغیر اِرتفاع کے بھی جنسی اُلجھن اچھی سے اچھی شاعری کا موضوع بنتی رہی ہے۔ شاعری اَندرونی تَصادم اور کش مکش سے پیدا ہوتی ہے اور یہ کش مکش جتنی تیز اور تند ہوگی اُتنا ہی شعریت کا رنگ نکھرے گا۔ ہمارے شاعروں میں احساس اور اعتقاد کا تَصادم ہو رہا ہے، خواہشات اور روایات کا، نئے عِلم اور پُرانی قدروں کا، جنسیات اور اقتصادیات کا۔

محمد حسن عسکری

(جدید شاعری)

اِجازت و مُمانعت

DOS AND DON'TS

اَساتذہ نے اُردو شاعری میں اجازت اور ممانعت کو ''ضرورتِ شعری'' کہا ہے۔ عربی فُصحا کے نزدیک یہ احتیاج ''تدبیر الشعر'' ہے۔ اہلِ فارس اِسے ''اِجازۂ شاعر'' کہتے ہیں اور فرنگی زُبان میں اِس کو ''شاعرانہ مقدور'' Poetic Licence کہا جاتا ہے۔ تمام زُبانوں کے اَساتذہ کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ ''ضرورتِ شعری'' کا اِستحقاق دراصل اُن شعرا کے واسطے ہے جن کو مضامین نظم کرنے کے لیے کچھ اور وسعت درپیش ہوتی ہے۔ بہ قول غالبؔ:

؂ بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل کچھ اور چاہیے وسعت مِرے بیاں کے لیے

★ مطلعے کے قوافی میں اگر کوئی شرط رکھی جائے تو پھر غزل کے باقی ماندہ اَشعار کو بھی اِس رعایت کا پابند رکھنا ضروری ہے۔ آنا، جانا اور زمانہ، فسانہ یعنی ''اَلِف'' اور ''ہ'' والے قافیے اگر لکھنے کا قَصد ہو تو مطلعے میں اِن دونوں اِقسام کے قوافی کو لکھنا لازم ہوگا۔ فارسی شعرا، ''مَزہ'' اور ''دَوا'' کا قافیہ نہیں لکھتے۔ وہ ''ہ'' کو بہ طور ''حرفِ رَوی'' قبول نہیں کرتے۔ حرفِ رَوی سے مُراد وہ حرف ہے جس پر قافیے کا مَدار ہو، مثلاً: شان اور جان کا حرفِ مشترک ''نون'' ...... ناسخؔ نے ''ہ'' کو بہ طور حرفِ رَوی لکھا ہے:

؂ گھر غمِ فرقت میں سُونا ہوگیا کُنجِ مَرقد کا نمونہ ہو گیا

★ قافیوں میں جب ''ہ'' ''اَلِف'' والے قافیے کے مقابل ہو تو اُس ''ہ'' کو ''اَلِف'' سے بدل دینا چاہیے، جیسے:

ع تغافل ہائے بے جا کا گِلا کیا؟

یعنی لفظ ''گِلہ'' کی ''ہ'' کو لکھت میں ''اَلِف'' سے بدل دیا جائے۔

★ کتابِ ربّانی کے اَلفاظ کو مِن وعَن نقل کرنا چاہیے یعنی ''مُزمّل'' اور ''مُدثّر'' کو ضرورتِ شعری کے باوجود بغیر تشدید لکھنا جائز نہیں ہے۔

★ اِلٰہ اور اللہ پر چھوٹا اَلف لکھا جاتا ہے۔ اِسے شُمار نہیں کرتے۔ رحمٰن اور اسمٰعیل کے ہجّوں میں ''اَلف'' شُمار کیا جائے گا۔

★ لفظ طرح کی ''رے'' ساکن رہنی چاہیے لیکن طرح بروزن فعل بھی فُصحا لکھتے رہے ہیں۔

★ ایک مِصرعے میں قافیہ مفرد اور دوسرے میں مُرکب اور رَدیف کا حصّہ بن جائے تو یہ حُسنِ کلام تصوّر ہوتا ہے، مثلاً میرحسؔن:

قط موتیوں کی پڑی پاے زیب — کہ جس کے قدم سے گہر پاے زیب

★ شعر میں مُناسبتِ لفظی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اِس نسبت سے کوئی غیر موزوں لفظ لکھنا معیوب ہے۔ مثلاً حالؔی کا یہ شعر:

اثرِ فیضِ عام سے اُس کے — کعبہ آباد، مے کدہ معمور

کعبے کی رعایت سے ''مے کدہ'' کی جگہ ''بُت کدہ'' مناسب لفظ تھا۔ اِس عیب کو قواعد میں ''اِخلال'' کہتے ہیں۔

★ نظم طبا طبائی لفظ ''اور'' کی فصاحت کے لیے اِسے بروزنِ ''فاع'' نظم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اکثر اَساتذہ کے نزدیک ''اور'' بروزنِ ''غور'' لکھنا اچھا سمجھا گیا ہے۔ بعضوں کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ ''اور'' کی ''واؤ'' کو ساقط کیا جائے، مثلاً:

تاب لاتے ہی بنے گی غالبؔ — واقعہ سخت ہے ''اَر'' جان عزیز

اور کا لفظ عطف کے علاوہ بہ معنی ''دوسرا'' بھی اِستعمال ہوتا ہے، مثلاً:

وہ پوچھتے ہیں مجھ سے ، یہ ہے طرزِ ستم اور — کس کس نے ستایا ہے تمہیں، ایک تو ہم، اور؟
قمر جلالوی

مجبور ترے ذِکر سے ہیں، ذِکر نہیں اور — لیکن ہے اَثر اس کا کہیں اور کہیں اور
علامہ رشید ترابی

★ یاس یگانہ کے مطابق حروفِ عِلّت، جو عربی اور فارسی الفاظ کے آخر میں آتے ہیں، اُن حروف کا مغلوب ہونا قبیح ہے، مثلاً: اَلِف، واؤ، یے۔

★ پیاس، دھیان اور پیار میں ''ی'' کو ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔

★ اَساتذہ کے نزدیک محفل اور دِل والے قافیوں کے ساتھ مائل اور سائل جیسے قافیے لکھنا غیر فصیح ہے، لیکن غالبؔ کا یہ اِستثنائی غلبہ قابلِ دید ہے:

وَا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حُسن — غیر از نِگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

★ جس طرح اَلف کو مغلوب کرنا بعض اَساتذہ جائز سمجھتے ہیں اُسی طرح ''عین، ح اور واؤ'' کا سقوط شدید عیب سمجھا گیا ہے۔

★ ایک ہی مصرعے یا شعر میں صورتِ لفظ کو بدلنا معیوب ہے، مثلاً: فیضؔ کا یہ مصرع

ع — یہ جان تو آنی جانی ہے اِس جاں کی تو کوئی بات نہیں

جان اور جاں یعنی نون بالا علان اور نون غنّہ۔

مثلاً حفیظؔ ہوشیار پوری کا یہ شعر:

جب کبھی ہم نے کیا عشق، پشیمان ہوے — زندگی ہے تو ابھی اور پشیماں ہوں گے

پشیمان اور پشیماں۔

★ کا، کے، کی یہ تینوں حروفِ اِضافت ہیں۔ مصرعے میں اِن لفظوں میں سے کسی ایک لفظ کا دو مرتبہ آجانا ''عیوبِ برہنگی'' میں شُمار ہوتا ہے۔

★ حُسنِ بیان کے لیے اکثر بغیر اِضافت مُرکب ایک کشش رکھتا ہے۔ یہ مُرکب ہم معنیٰ الفاظ سے مُرتّب ہوتا ہے۔ اگر اِس مُرکب کی ترتیب میں تصرفاً پیش و پس کی جاے تو لہجے کے تاثّر میں غیریت آجائے گی، مثلاً: دُور دَراز کی جگہ دَراز دُور، دُنیا جہان کے بدلے جہان دُنیا۔ لیکن جزر و مَد اور نیک و بَد میں مدّ و جزر اور بَد و نیک سے گرانی محسوس نہیں ہوتی ہے۔

★ ''جو، کاش اور گو'' کے ساتھ ''کہ'' لکھنا یعنی جو کہ، کاش کہ اور گو کہ لکھنا اَساتذہ کے تئیں اِنتہائی

معیوب ہے۔

★ بے، نا اور بِلا یہ تینوں فارسی الفاظ نفی کے لیے مُستعمل ہیں۔ اِن کے استعمال میں نمایاں فرق یہ ہے کہ حرف ''بے'' اسمِ ذات کے لیے آتا ہے، مثلاً: بے تاب، بے صبر۔
حرف ''نا'' اسمِ صفات کے ساتھ آتا ہے، مثلاً: نااہل، ناقابل۔ کبھی یہ حرفِ مصدر کے لیے بھی آتا ہے:
نافہم، ناشکر، ناانصاف۔ حرفِ ''بِلا'' محض مصدر کے لیے مناسب ہوتا ہے، جیسے: بِلا ضرورت، بِلا اِکراہ۔

★ مصرعے میں لفظ شمع کی چُستی کی پڑتال ''عین'' کی جگہ ''غین'' پڑھ کر ہوسکتی ہے۔

★ لفظ ''عرصہ'' عربی اور فارسی میں ''میدان'' کے معنوں میں آتا ہے لیکن اُردو میں یہ لفظ ''مدّت'' کے لیے مستعمل ہے۔ بہ قول غالبؔ:

ع عرصہ ہُوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوے

★ ذی رُوح کے لیے ''کون'' اور غیرِ ذی رُوح کے واسطے ''کون سا'' لکھنا فصیح ہے۔

★ ''اگر'' کی جگہ ''اگرچہ'' لکھنا غلط ہے۔

★ کسی لفظ میں ایک حرف اضافہ کیا جاسکتا ہے، مثلاً: فرنگ سے افرنگ۔

★ کسی مشدّد لفظ کو مُخفّف کرسکتے ہیں، مثلاً: نشّہ سے نَشہ۔

★ کسی نام کے پہلے حرف کی تخفیف کی جاسکتی ہے، مثلاً: ابراہیمؑ سے براہیمؑ، ابوطالب سے بوطالب۔

★ کسی متحرک حرف کو ساکن کیا جاسکتا ہے، مثلاً: بَرَکت کو بَرکت، کَلَمہ سے کلمہ۔

★ جمع الجمع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اکابر کی جگہ اکابرین، رسوم کے بجاے رسومات اور وجوہ سے وجوہات غلط ہے۔

★ شعر میں ''شُتر گُربہ'' بھی ایک سنگین نقص ہے۔ اِس کے معنیٰ اُونٹ اور بِلّی کی یک جائی ہے یعنی ایک مصرعے میں ''تُو'' اور دوسرے مصرعے میں ''تم'' نظم کرنا، مثلاً احمد فرازؔ کا مطلع ہے:

سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے ورنہ اِتنے تو مَراسم تھے کہ آتے جاتے

''وہ'' کی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں ''آتا جاتا'' ہونا چاہیے تھا۔ بعض اَساتذہ ضمیرِ مخاطب کی اِس غفلت کو غزل کے دیگر اشعار میں بھی معیوب سمجھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں غزل کی اکائی متاثر ہوتی ہے۔

★ نگاہ، شاہ، ماہ، گناہ وغیرہ کا حرفِ علّت کسی فارسی ترکیب کے ساتھ ساقط رکھنا حُسنِ بیان ہے۔
مثلاً: نگہِ ناز، شہِ خوبی، مہِ دوہفتہ۔

★ فارسی اور عربی میں چونکہ ''ن'' بغیر نقطے کے مستعمل نہیں ہے یعنی ''ن غنّہ'' نہیں ہوتا لہٰذا بعض اساتذہ کے نزدیک اضافت کے ساتھ نون کا اعلان بھی جائز سمجھا گیا ہے۔ مثلاً غالبؔ کا یہ مصرع:

ع نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

میر عشقؔ اِس رعایت کو جائز نہیں گردانتے ہیں۔

★ میر عشقؔ ''میرے اور تیرے'' کے مُخفّف ''مِرے تِرے'' کا استعمال بھی جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن خود اپنے ایک یادگار مرثیے کے مطلع میں جھول کھا گئے:

ع عروج اے ''مِرے'' پروردگار دے مجھ کو

★ ''تک'' کے بعد ''بھی'' لکھنا فصیح نہیں ہے۔ ''وہاں'' کے ساتھ ''پر'' لکھنا یا بولنا معیوب ہے۔

★ ''مستقبل'' دراصل عربی کا لفظ ہے اور ''بے'' بالفتح ہونے کی وجہ سے یہ مُرسل اور اوّل کا ہم قافیہ ہے لیکن اُردو تلفظ میں لفظ مستقبل کا ''بے'' زیر کے ساتھ رائج ہوچکا ہے لہٰذا اِس کو ''دِل اور منزل'' کا ہم قافیہ کیا جاتا ہے۔ بہ قول اِنشاء اللہ خاں اِنشاؔ: ''اُردو تلفّظ کو مُقدّم رکھنا چاہیے۔''

★ کسی بھی نُمو کے ذیل میں ''خودرَو'' نہیں بلکہ ''خودرُو'' لکھنا زیادہ فصیح ہے۔

★ نظم طباطبائی کے نزدیک عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ، جن میں معنوی تغیّر آچکا ہے، اُنھیں اب ہِندی تصوّر کرلینا چاہیے، لیکن اُنھیں ترکیب کے ساتھ برتنے سے گریز ضروری ہوگا، مثلاً: عربی میں ''تردُّد'' کا لفظ آمد و رفت کے معنیٰ میں آتا ہے لیکن اُردو ہندی میں اِسے ''فکر مندی اور تشویش'' کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔

★ اگر مطلع میں قافیے کی لفظی تکرار ہو لیکن معنوی اعادہ نہ ہو تو یہ قافیہ جائز ہے، مثلاً: ایک ''دال'' دلیل کے معنیٰ میں اور دوسری ''دال'' خوراک کے تعلّق سے نظم ہو سکتی ہے۔

★ جن الفاظ کا آخری حرف ''ہائے ہوز'' ہو تو اُن کے ساتھ ''گی'' کا اِضافہ اساتذہ نے جائز کیا ہے۔ مثلاً زندہ سے زندگی، تازہ سے تازگی، روانہ سے روانگی اور افسردہ سے افسردگی، لیکن حیران سے حیرانگی یا صیاد سے صیادگاں صریحاً غلط اور معیوب ہے۔

★ یاس یگانہ کی تاکید ہے کہ انکساری، بہبودی، شتابی، انتظاری، تقرّری، اضطرابی، تنزلی اور یادگاری ایسے تمام الفاظ بغیر ''ی'' لکھنا فصیح ہیں مگر ''جلدی'' جلد کے معنوں میں غلط ہے۔ ''جلدی'' کو عجلت کے معنیٰ میں لینا چاہیے۔

★ لفظ ''بَھلا'' کو مصرعے کی اِبتدا میں آنا چاہیے، ویسے یہ لفظ لہجے کی چمک اور محض حُسنِ کلام کے لیے آتا ہے، بہ قول میؔر:

ع بھلا ہُوا کہ تری سب بُرائیاں دیکھیں

★ ''بات کرنی'' اور ''بات کرنا'' دونوں حالتوں میں دُرست ہے، بہ قول مصحفیؔ:

ع کبھی اِس سے بات کرنا، کبھی اُس سے بات کرنا

بعض اساتذہ اسے مذکر لکھنے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن بہادر شاہ ظفؔر کا یہ مصرع:

ع بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

اکثریت کے نزدیک یہ تانیث زیادہ فصیح ہے۔

★ بعض مقامات پر لفظ ''پاس'' کا استعمال بغیر مُرکب بڑا جاذب ہے، مثلاً: جس پاس، کس پاس، مجھ پاس وغیرہ۔ بہ قول غالؔب:

ع جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو

بہ قول داؔغ:

ع کون آتا ہے بُرے وقت کسی پاس اے داؔغ

★ وقت، قیمت اور وزن سے متعلقہ الفاظ جمع کے موقعے پر اکثر واحد استعمال ہوتے ہیں اور بہت خُوب ہوتے ہیں، مثلاً:

ع ہزار ہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے
آتشؔ

ع تم سَلامت رہو ہزار برس
غالبؔ

ے یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات
اقبالؔ

★ کلیدی لفظ کو عموماً مصرعے کے اِبتدائی حصّے میں آنا چاہیے ورنہ مصرع تعقید کی زد میں آجاتا ہے۔ تعقیدی ساخت کی وجہ سے حالؔی کے اِس مقبول مصرعے کی گرفت کم زور پڑ گئی ہے:

ع اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

مصرعے کے اِبتدائی چھے لفظوں یعنی ''اُمّت پہ تری آ کے عجب'' کی بے ترتیبی سلاست میں مُخل ہوگئی۔ یہ مصرع اگر یوں ہوتا تو مناسب تھا:

ع اُمّت پہ تری وقت، عجب آ کے پڑا ہے

اگر لفظ برمحل نہ ہو تو اُسے تعقید کہتے ہیں، جیسے: ''تم نہ جاو۔'' اگر کہیں کہ ''نہ جاؤ تم'' تو یہ تعقید ہوگی۔ مثلاً: حسرؔت موہانی:

ے اِستقامت نہ ہوئی شرق کو زنہار نصیب　　جب تک اُس بُت کے نہ زیرِ خمِ ابرو آیا

دوسرے مصرعے میں لفظ ''کے'' کو ''زیر'' کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ درمیان میں ''نہ'' کے آجانے سے تعقید پیدا ہوگئی۔ میر انیؔس کا ایک مقبولِ عام مصرع ہے:

ع لفظ مُغلق نہ ہو، گُنجلک نہ ہو، تعقید نہ ہو

مُغلق سے مُراد دُور از فہم ہے۔ گُنجلک کہتے ہیں پیچیدگی کو۔ لفظوں کے دَر و بست میں اگر پیش و پس کا مسئلہ

آجائے تو معنیٰ کی روانی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اِس خلل کو تعقید کہا جاتا ہے۔ میر انیسؔ کا یہ تنہا مصرع کسی بھی اچھی شاعری کے لیے ایک قوّتِ حُسن رکھتا ہے۔

★ عموماً لفظ کی تکرار بہ صورتِ واحد ہوتی ہے، مثلاً میرؔ:

ع　　پتّا پتّا بُوٹا بُوٹا حال ہمارا جانے ہے

یعنی ہر ایک پتّا، ہر ایک بُوٹا۔

لیکن جب کبھی بہ صورتِ جمع یہ تکرار آتی ہے تو مصرعے میں ایک اِضافی حُسن پیدا کر جاتی ہے، مثلاً شادؔ عظیم آبادی:

ع　　ڈھونڈو گے اگر مُلکوں مُلکوں، مِلنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم

ملکوں ملکوں یعنی اِس میں فرداً فرداً کی دلالت کے علاوہ تمام کا مفہوم بھی شامل ہوگیا ہے۔

★ لفظ ''کوئی'' ہمیشہ جان دار کے لیے استعمال ہونا چاہیے اور یہ واحد آتا ہے، کبھی جمع نہیں ہوسکتا۔

★ لفظ ''ہر'' برائے تخصیص ہے اور اِسے ہمیشہ واحد استعمال ہونا چاہیے لیکن ''ایک'' اور ''کوئی'' کے ساتھ یہ مرکب ہوکر بھی آسکتا ہے۔ مثلاً: ''ہر ایک کا یہ کام نہیں''، ''ہر کوئی یہ کام کیسے کرلے۔''

★ بعض فارسی مرکبات کے لیے اضافت نہیں ہوتی۔ یہ مرکبات اُردو میں بھی جائز ہیں، مثلاً: ولی عہد، صاحبِ دل، صنم کدہ، شاہ بیت، سرزمین۔

★ ''نشو و نُما'' اور ''آب و ِگل'' مُذکّر اور مؤنّث دونوں طرح مُستعمل ہیں۔ مثلاً بہ قول ذوقؔ:

ع　　آدمِ خاکی کا جس دَم آب و ِگل پیدا ہُوا

مثلاً بہ قول وزیرؔ لکھنوی:

ع　　چشمِ پُر آب سے ہے نشو و نُما ساون کی

★ ''لیل و نہار'' زمانے کے معنوں میں واحد اور جمع دونوں طرح جائز ہے۔ اَساتذہ کا اتّفاق ہے کہ حُسنِ بیان کے لیے واحد کو ترجیح دینا چاہیے۔

★ نفی کے اِظہار کے لیے ''نہ'' اور ''نہیں'' میں فرق کرنا چاہیے۔ ماضی شرطیہ کے ساتھ ''نہیں'' استعمال

نہیں کرتے بلکہ ''نہ'' استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً بہ قول غالبؔ:

ع　　تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

''نہیں'' کا محلِ استعمال واضح ہونا چاہیے، مثلاً:

؎　　کوئی اُمید بر نہیں آتی　　کوئی صُورت نظر نہیں آتی

نفیِ اَمر یا نفیِ عام کے استعمال میں آنے والے ''نہ، نا، اور مت'' میں تفریق لازم ہے۔ نفی کے لیے ''نا'' اِس طرح استعمال ہوگا: ناروا، نارَسا، ناپید یعنی اِسم یا صِفت سے پہلے۔ تاکید کے لیے بھی آتا ہے مگر کلمے کے آخر میں، جیسے: آؤنا، بتاؤنا، سناؤنا۔ بہ قول غالبؔ:

ع　　آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہِ طُور کی

نفیٔ اَمر کے لیے، مثلاً: نہ جا، نہ کہہ، نہ سُن، نہ دے، نہ بول۔

ع　　نہ کہہ کسی سے کہ غالبؔ نہیں زمانے میں

نفیِ فعل کے لیے، مثلاً اِنشاؔ:

ع　　نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری، راہ لگ اپنی

بعض اَوقات نفی کے لیے ''نہ'' کی جگہ ''مت'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ ''مت'' سے تاکید میں شدّت پیدا کی جاتی ہے، مثلاً:

ع　　ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ

اِنشاؔء نے ''دَریائے لطافت'' میں لفظ ''مت'' کے استعمال پر کڑا اعتراض کیا ہے۔ یاس یگانہؔ نے ''ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ'' کے مرکزی لفظ ''مت'' پر بہت مُنہ بنایا ہے۔ تمنّاؔ عمادی اور دتاتریہ کیفیؔ ''مت'' کے استعمال کو احسن سمجھتے ہیں، مثلاً میرؔ:

؎　　میرے تغیّرِ رنگ پر مت جا　　انقلابات ہیں زمانے کے

★ بعض عربی اور فارسی الفاظ میں ''یے'' بڑھا دی جاتی ہے، مثلاً: طغیانی، غلطی، صفائی۔ یہ اہلِ اُردو کی ایجاد ہے۔ ایسے الفاظ بہ ذاتِ خُود مصدری معنیٰ رکھتے ہیں لہٰذا اُن کو اِضافتی تراکیب کے ساتھ استعمال کرنا

جائز نہیں۔ بعض الفاظ کو جمع کر دیا جاتا ہے، مثلاً: لوازمات اور باغات وغیرہ۔ اِس سے احتیاط برتنا چاہیے۔

★ کلام کو صوتی تنافر سے محفوظ رکھنے کے لیے قریب المخرج حروف یعنی ب، پ اور ت کی یک جائی سے اجتناب کیا جائے۔

★ شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا، جن میں سے ایک لفظ کا آخری حرف مابعد دوسرے لفظ کے پہلے حرف کا ہم آواز ہو جائے، اِس تنافرِ حرفی سے شعر کی سلاست مجروح ہوتی ہے، مثلاً غالبؔ:

ع ہم نے دَشتِ اِمکاں کو ایک نقشِ پا پایا

''پاپا'' کے تنافُرِ لفظی کی گرانی کے سبب خود غالبؔ نے اِس شعر کو اپنے انتخاب میں شامل نہیں کیا تھا لیکن صاحبانِ ذوق کی نظر میں غالبؔ کا یہ شعر:

ے ہے کہاں تمنّا کا دوسرا قدم یارب؟ ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا، پایا

اُردو کے چند بے مثال شعروں کی صف سے ہرگز خارج نہیں کیا جا سکتا۔

★ بڑا شاعر بسا اَوقات حروفِ عَطف کے مذکور سے گریز کرتا ہے لیکن شعر کی ساخت میں حروفِ عطف اپنی محذوف صورت میں بھی ازخود شامل ہو جاتے ہیں اور اِس طرح حُسنِ بیان اپنی اِنتہا کو پہنچ جاتا ہے، مثلاً میر انیسؔ ممدوحؔ کے فرس کا ذکر کرتے ہیں:

ے سمٹا، جما، اُڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا چمکا، پھرا، جمال دکھایا، ٹھہر گیا

اِن دونوں مصرعوں میں جتنے سکتے، (کاما COMMA) آئے ہیں وہ سب حروفِ عطف کا نعم البدل ہیں۔

★ ''کہ'' کا استعمال بہ طور حرفِ بیانیہ عام ہے مگر بعض اوقات یہ حرفِ تردید کا کام بھی کرتا ہے اور ''یا'' کی جگہ بھی آتا ہے، مثلاً بہ قول مومنؔ:

ع مَیں وہی ہُوں مومنِؔ مبتلا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

★ ''ہی'' عموماً حرفِ تخصیص کے طور پر آتا ہے مگر کبھی تفصیل بھی ظاہر کرتا ہے۔ ''بہت اچھا'' پر ''بہت ہی اچھا'' کو تقدّم حاصل ہے۔ مجازؔ کا ایک مشہور شعر ہے:

ے تِرے ماتھے پہ یہ آنچل بہت ہی خُوب ہے لیکن تُو اِس آنچل سے اِک پرچم بنا لیتی تو اچھا تھا

یہاں نحوی اُصول شاعر کی مَنشا کے برعکس مفہوم سے مطلع کر رہا ہے۔ ثانی مصرعے کی کم تر کیفیّت ''اچھا تھا'' کو اُولیٰ مصرعے کی پُرجوش حالت ''بہت ہی خوب'' پر کیوں کر فضیلت دی جا سکتی ہے؟ اچھے شعر کی خُوبی یہ ہے کہ اُس کے ثانی مصرعے کو ہمیشہ اُولیٰ مصرعے کا ترقی یافتہ نتیجہ ہونا چاہیے۔

★ تنافرِ حرفی کی طرح تنافرِ معنوی سے بھی احتیاط لازم ہے یعنی شعر میں ایسے لفظ کا استعمال کرنا کہ اُس کے اصلی معنیٰ کے علاوہ کچھ دیگر رکیک معنیٰ بھی پیدا ہو جائیں۔ اِس نَقص کو قواعد کی زُبان میں ''ذَم'' کہتے ہیں۔

★ حُسنِ بیان کے لیے شعر میں ''تاکہ'' کی جگہ ''تا'' بھی آتا ہے لیکن نثر میں یہ جائز نہیں، مثلاً غالبؔ:

ع طاعت میں تا رہے نہ مئے و اَنگبیں کی لاگ

★ ''اگر اور تو۔'' حرفِ شرطؔ ''اگر'' کی جزا میں لفظ ''تو'' آنا چاہیے۔ مثلاً غالبؔ:

ے رہی نہ طاقتِ گفتار، اور اگر ہو بھی تو کس اُمید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے؟

★ ''جب اور تب۔'' لفظ ''جب'' کی جزا میں ''تب'' کا آنا حُسنِ بیان کی ضرورت ہے۔ مثلاً میرؔ:

ے ہوش جاتا نہیں رہا لیکن جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا

★ ''لو۔'' اِس لفظ کا مخصوص نحوی استعمال استعجاب اور متوجّہ کرنے کے مواقع پر ہوتا ہے۔

مثلاً برائے استعجاب بہ قول غالبؔ:

ع لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے

برائے توجّہ بہ قول میر انیسؔ:

ع لو اب سوار ہوتے ہیں عباسؑ نام وَر

★ ''یا تو۔'' یہ کلمہ جملے کی اِبتدا میں یا اِسم و ضمیر کے بعد آتا ہے، اور اِس کے جواب میں صرف کلمہ ''یا'' لاتے ہیں۔ بہ قول داغؔ:

ے اُس گلی میں صبا کو بھیجا ہے یا تو آتی ہے، یا نہیں آتی

★ ''جوکہ'' کا استعمال دُرست نہیں کیونکہ ''جو'' اور ''کہ'' ایک ہی معنیٰ رکھتے ہیں۔ یا تو صرف ''جو'' ہو یا پھر ''کہ''۔ دونوں کی یک جائی اَساتذہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

★ ہندی اور فارسی لفظ کے مُرکب کو اساتذہ قبیح سمجھتے ہیں، مثلاً: موسمِ بَرسات، دِن بہ دِن۔

★ ''واؤ'' یہ حرف بھی عطف کی علامت ہے۔ اُردو میں کثرت سے مستعمل ہے لیکن ''واؤ'' چونکہ فارسی علامت ہے لہٰذا ہندی اور فارسی کے درمیان اِسے لانا فصاحت کے خلاف ہے، مثلاً: شوروغل، چیخ وپکار۔

★ شعر کو چار سے زاید اضافتوں سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ اِس سے شعر کی روانی متاثر ہوتی ہے۔

★ تکرارِ ردیفین سے گریز کرنا چاہیے یعنی شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں ردیف کا آنا معیوب سمجھا گیا ہے، مثلاً فیضؔ کا شعر:

ے نہ گُل کِھلے ہیں، نہ اُن سے ملے، نہ مئے پی ہے ۔۔۔ عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے

★ بعض الفاظ بہ اعتبارِ تلفظ تبدیل ہو چکے ہیں، مثلاً: ''تلک سے تک''، ''کدھر کو'' سے ''کدھر''، ''آن کر'' سے ''آ کر''۔ مُخفّف کی ترجیح لازمی ہے مگر اِس میں اِستثنائی صورت یہ ہے کہ مُخفّف کہیں غیر فصیح بھی ہو جاتا ہے، مثلاً: میرا، تیرا کے بجائے مِرا، ترا۔

★ قافیۂ معمولہ کو بعض اَساتذہ آوردکاری کے باوجود احسن سمجھتے ہیں، مثلاً: زندگی نے، آگہی نے والی زمین میں اگر ''آئینے'' لکھا جائے۔

★ اگر قافیے پر شعر کا مفہوم ختم ہو جائے اور مفہوم کا رَدیف سے کوئی رشتہ قائم نہ رہے تو اِسے ''رَدِیفِ زاید'' کا نقص کہتے ہیں۔ اساتذہ کے نزدیک رَدِیف کا بامعنی استعمال ہی دراصل اچھے شعر کی بنیادی پہچان ہے۔

★ شعر کو تناقص سے محفوظ رکھنا چاہیے یعنی شعر میں ایک چیز کی دو صِفتوں کا ایسا بیان نہ ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہو جاے۔

★ ''یعنی'' اُردو میں حرفِ تفسیر کے طور پر آتا ہے۔ یہ لفظ ماقبل کلمے کی تشریح کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

مثلاً میرؔ:

ے موت اِک ماندگی کا وقفہ ہے ۔۔۔ یعنی آگے چلیں گے دَم لے کر

★ ''شاید'' کی جگہ ''مگر'' بہ طور حرفِ شک وظن آتا ہے۔

مثلاً بہ قولِ آتشؔ:

ے مگر اُس کو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے ۔۔۔ اُلٹتی ہیں صفیں، گردش میں جب پیمانہ آتا ہے

مثلاً اصغرؔ گونڈوی:

ے مگر اِک مُشتِ پَر کی خاک سے کچھ ربط باقی ہے ۔۔۔ ابھی تک شاخِ گُل کی شعلہ افشانی نہیں جاتی

اِن دونوں شعروں میں ''مگر'' کا لفظ بہ معنیٰ ''شاید'' آیا ہے۔

★ ''کون'' یہ ضمیرِ استفہامیہ اکثر ذوی العقول کے لیے آتی ہے۔ مثلاً غالبؔ:

ع کون ہوتا ہے حریفِ مئے مردِ افگنِ عشق

اور کبھی دوسرے لفظ کے ساتھ مِل کر غیرِ ذوی العقول کے واسطے بھی لفظ ''کون'' آتا ہے۔

مثلاً ناسخؔ:

ع وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیرِ کاہ نہیں

★ قواعد میں ''کوئی'' کی ضمیر اشخاص اور کچھ کی ضمیر اشیا کے لیے مخصوص کی گئی ہے، جیسے:

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حروفِ ربط کی وجہ سے ''کوئی'' کی صورت ''کسی'' میں بدل جاتی ہے، جیسے:

ع کسی کی جان گئی آپ کی اَدا ٹھہری

جب ''کوئی کوئی'' اور ''کچھ کچھ'' تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو اُن میں ایک زور پیدا ہو جاتا ہے، جیسے: ''کوئی کوئی نظر آیا''، ''کچھ کچھ درد باقی ہے''۔ یہ تکرار نفی کے ساتھ بھی آتی ہے، مثلاً غالبؔ:

ع ہو رہے گا کچھ نہ کچھ، گھبرائیں کیا؟

یہ اَلفاظ مُرکب بھی آتے ہیں، جیسے: ''جو کچھ''۔

ع جو کچھ خُدا دِکھاے سو، ناچار دیکھنا

★ پڑھت میں ہر مصرعے کے دو حصّے بہ آسانی ہُوا کرتے ہیں۔ اگر مصرعے کے یہ حصّے صفائی سے علاحدہ نہ ہوسکیں تو اِسے معیوب سمجھا گیا ہے۔ اِس عیب کو ''شکستِ ناروا'' کہتے ہیں، مثلاً اقبالؔ:

ے کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں ۔۔۔ کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

"ترپ رہے" کا ٹکڑا مصرعے کے پہلے حصّے میں آیا ہے جب کہ "ہیں" دوسرے حصّے میں واقع ہے۔

★ نقلِ قول سے بھی شعر کی خوبی اور حُسن میں اِضافہ ہو جاتا ہے، مثلاً شیفتہ:

بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر — یہ اہلِ مُروّت ہیں، تقاضا نہ کریں گے

مصرعۂ ثانی میں محبوب کے قول کو مِن و عَن نظم کر دیا ہے اور خُوب کیا ہے، ورنہ اگر اسے یوں لکھتے:

"مَیں اہلِ مُروّت ہُوں، تقاضا نہ کروں گا" تو شعر بے کیف ہو جاتا۔

مثلاً شادؔ عظیم آبادی:

مَیں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہُوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے: "آ کچھ بھی نہیں، پایاب ہیں ہم"

"دریائے محبّت" کا قول بڑی خُوبی اور برجستگی سے نظم ہُوا ہے۔

★ لفظ "یہ" حرفِ اِشارہ کے علاوہ "اِس قدر" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہ قول حسرتؔ موہانی:

"راقم کے نزدیک یہ قابلِ ترک ہے۔" "قابلِ ترک" ہونے کے باوجود خود حسرتؔ اِس لفظ کی لپک سے محفوظ نہ رہ سکے:

سَر اُٹھائے بزمِ جاناں میں، بھلا کس کی مجال! — رُعب غالب ہے "یہ" اُس کے جلوۂ مغرور کا

★ رعایتِ لفظی شعر کی خُوب صُورتی کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے، مثلاً میر دردؔ:

کبھی خُوش بھی کیا ہے دِل کسی رندِ شرابی کا — بھِڑا دے مُنہ سے مُنہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

رندِ شرابی کی رعایت سے مصرعۂ ثانی میں "لگا دے" کی جگہ "بھِڑا دے" لکھا ہے اور خُوب لکھا ہے۔

★ مصرعوں میں اَلفاظ کے اُلٹ پھیر سے بھی ایک حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً

مضطرؔ خیر آبادی کا یہ شعر:

کچھ سُنا اُس نے حال، کچھ نہ سُنا — کچھ کیا اعتبار، کچھ نہ کیا

مثلاً دِلؔ شاہ جہاں پوری کا یہ شعر:

اِدھر یہ ہے کہ مَیں کہتا ہُوں: "میری آرزو سُن لو۔" — اُدھر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: "سُن لیں گے، سُنا دینا۔"

★ اساتذہ کے نزدیک مصرعے کی بے ڈھنگی چال معیوب سمجھی گئی ہے۔ مثلاً جگرؔ مراد آبادی کا شعر ہے:

غم تمہارا وہ کہ سب کچھ اور پھر کچھ بھی نہیں — دِل ہمارا یہ کہ ہے برباد بھی آباد بھی

مصرعۂ اُولیٰ میں "اور" کی جگہ "ہو کے" لکھ دیا جائے تو یہ مصرع رواں ہو جائے گا۔

★ روانی کا نقص اگر مصرعے کے آخر میں واقع ہو تو یہ شدید ناگواری کا موجب ہے اور اِس نقص کو "ضُعفِ خاتمہ" کہتے ہیں، جیسے:

مَیں بھی حیران ہُوں اے داغؔ کہ کیا بات ہے یہ — وعظ وہ کہتے ہیں، آتا ہے تبسّم مجھ کو

مصرعۂ اُولیٰ میں اگر "کیا باعث ہے یہ" کی جگہ "یہ بات ہے کیا" ہو تو ضُعفِ خاتمہ جاتا رہے گا۔

★ اُردو مصرعوں میں فارسی محاوروں کے ترجمے سے بھی لہجہ اور حُسنِ بیان دوبالا ہو جاتا ہے، مثلاً ولیؔ دکنی:

یک بار مری بات اگر گوش کرے تُو — ملنے کو رقیبوں کے فراموش کرے تُو

سماعت کے معنیٰ میں "گوش کردن" فارسی محاورہ ہے۔

مثلاً میرؔ:

نمود کر کے وہیں بحرِ غم میں بیٹھ گیا — کہے تُو: میرؔ بھی اِک بلبلا تھا پانی کا

اولیٰ مصرعے میں "نمود کردن" اور ثانی مصرعے میں "کہے تُو" ترجمہ ہے "تو گوئی" کا۔

مثلاً سوداؔ:

ع بہ خاموشی ہی گزری ہے تو باقی بھی بسر لے جا

"بسر لے جانا" فارسی "بسر بُردن" سے ماخوذ ہے۔

مثلاً مصحفیؔ:

حُسنِ یوسفؑ سے یاد دیتا تھا — دِل فریبی کی داد دیتا تھا

مصحفیؔ نے "یاد دلاتا تھا" کے بجائے "یاد میدہد" کا ترجمہ لکھا ہے۔

مثلاً غالبؔ:

ع کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پُوچھ

''نہ پُوچھ'' کی جگہ اگر ''مپُرس'' پڑھا جائے تو بھی مصرع بحر میں رہے گا۔

مثلاً فیضؔ:

ع یہ ندیم یک دو ساغر مرے حال تک نہ پہنچے

فیضؔ نے ''ندیم یک دو ساغر'' کی مفرّس ترکیب کے ساتھ ''بہ حالم نہ رَسد'' کے ترجمے یعنی ''مِرے حال تک نہ پہنچے'' لکھ کر مصرعے کو دلآویزی مُہیّا کی ہے۔

★ کہاں اور کدھر ...... یہ دونوں تعیّنِ مکان کے واسطے آتے ہیں۔ لفظ ''کدھر'' میں سمت کا مفہوم بھی آتا ہے، مثلاً غالبؔ:

ع وہ ولولے، کہاں وہ جوانی کدھر گئی؟

اِضافی حالت میں ''کا، کی اور کے'' سے مِل کر بھی یہ لفظ آتے ہیں، مثلاً غالبؔ:

ع کھاؤں کِدھر کی چوٹ، بچاؤں کِدھر کی چوٹ؟

ضمیرِ اِستفہامیہ کے ذیل میں یہ اَلفاظ بھی آتے ہیں: ''کہاں تک۔'' مثلاً غالبؔ:

ع کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

''کہاں سے۔'' مثلاً غالبؔ:

ع سَبزہ و گُل کہاں سے آئے ہیں

''کِدھر کو۔'' مثلاً غالبؔ:

ع ہر اِک سے پُوچھتا ہُوں کہ جاؤں کِدھر کو مَیں

''کیسے ہیں۔'' مثلاً غالبؔ:

ع یہ پَری چہرہ لوگ کیسے ہیں

''کتنا، کتنے، کتنی۔'' مثلاً آرزوؔ لکھنوَی:

ع اُتھلی ندّی میں نہ ہونے پہ ہے کتنا پانی

''کاہے کو۔'' مثلاً فانیؔ بدایونی:

ع زندگی کاہے کو ہے، خواب ہے دِیوانے کا

کبھی حرفِ استفہام مذکور نہیں کیا جاتا بلکہ صرف قرینے سے جملے کا استفہامیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے، مثلاً غالبؔ:

ے پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

کبھی استفہام کا پیرایہ خبر کے علاوہ مندرجہ ذیل معنیٰ بھی رکھتا ہے۔ ''تحسین کے لیے۔'' مثلاً میر انیسؔ:

ے کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمّتِ عالی دَم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی

''تاسُف کے لیے۔'' میر دردؔ:

ع کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

''طنز کے لیے۔'' غالبؔ:

ے عشق و مزدوری عشرتِ گہہِ خسرو، کیا خوب ہم کو تسلیم نِکو نامیِ فرہاد نہیں

''حقارت کے لیے۔'' غالبؔ:

ے ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تُو کیا ہے؟ تمھی کہو کہ یہ اندازِ گُفت گُو کیا ہے؟

★ کبھی یہ صیغہ لکھیے، دیجے، کہیے صیغۂ متکلّم کا بھی کام دیتا ہے، مثلاً غالبؔ:

ع زیب دیتا ہے اُسے جس قدر اچھا کہیے

''کہیے''، یعنی مَیں اچھا کہوں۔

★ نظمؔ طباطبائی کے نزدیک لفظ کی تازگی کلام میں نگینہ جڑتی ہے لیکن کسی ثقیل اور اجنبی لفظ کو تازہ سمجھ کر صَرف کرنا ایک نمایاں عیب ہے۔

★ آرزوؔ لکھنوَی مُسدس میں تسلسلِ فکر کی خاطر ''کافر'' کا قافیہ ''مسافر'' کے ساتھ جائز سمجھتے تھے لیکن اُن کے نزدیک غزل میں یہ سہولت ہرگز نہیں تھی۔ ''کافر'' کو ''خاور'' کا ہم قافیہ ہونا لازمی تھا کیونکہ سقمِ قافیہ کی بنیاد پر غزل کے ایک شعر کو تلف کر دینا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ...... اِرمؔ لکھنوَی اِس کے ناقل تھے۔

★ سیّد آلِ رضاؔ کہتے تھے کہ حمد، نعت، منقبت اور سلام میں گیت کی لفظیات اور غزل میں حمد یا نعت کی تراکیب سے حتماً گریز کرنا چاہیے۔ یہ عقایدی تہذیب کا بنیادی تقاضا ہے۔

★ نسیمؔ امروہوی مُسدس کے بند کی جاذبیت کے اِضافے کے لیے پانچویں اور چھٹے مصرعے یعنی ''بیت''

کو مُردّف رکھنے کی نزاکت پر زور دیتے تھے۔ ڈاکٹر ہلال نقوی اِس ہدایت کے مَروی ہیں۔

★ فراق گورکھپوری کے نزدیک اساتذہ کی مقبول زمینوں میں غزل آزمائی ایک لازمی ضرورت ہے کیونکہ مذکورہ کاوش سے شاعر کی صلاحیت اور کَس بَل کا احوال صرف مطلع اور ایک شعر سے بے ساختہ کُھل جاتا ہے۔ مصطفیٰ زیدی اِس روایت کے رَاوی تھے۔

★ غزل کے اکثر شعروں کا اُولیٰ مصرع کسی بھی دوسرے شعر کے ثانی مصرعے کے ساتھ بہ آسانی چسپاں ہو جاتا ہے۔ سیّد ذوالفقار علی بخاری اِسے ''آوارہ گوئی'' کہتے تھے۔ اُن کے مطابق اِس نوعیت کی ''اَرزاں نویسی'' سے پرہیز چاہیے۔ بخاری صاحب کی یہ بھی تجویز تھی کہ شعر کے مصرعوں میں دولختی کی گرفت کے لیے پہلے اور دوسرے مصرعے کی ترتیب کو اوپر تلے بدل کر بلند آواز سے پڑھا جائے، دولختی از خود ظاہر ہو جائے گی۔

★ شان الحق حقی کی رائے میں شعر کی تاثیر کا سارا دار و مدار مضمون سے زیادہ الفاظ پر ہوتا ہے۔ وہ چیز، جو شعر کو شعر بناتی ہے، یہی اَلفاظ کا جادُو ہے جس کا بھید نہیں کُھلتا۔

★ عزیز حامد مدنی کا قول تھا کہ کسی بھی عمدہ اور چوکس نظم کے لیے مصرعوں کے مابین ایک ''بصیرانہ تحتِ نغمہ (Visionary Undertone) کی کارفرمائی ضرور ہونی چاہیے۔ اِس کے علاوہ مدنی صاحب کسی بھی نو وارد شاعر کا شعر سُننے سے پہلے اُس کی لکھی ہوئی نثر حتیٰ کہ کوئی ''دِل برنامہ'' سُننے یا پڑھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ اُن کے نزدیک نثر پارہ شاعر کی تخلیقی اِستطاعت کے تعیّن کا ایک برجستہ پیمانہ تھا۔

★ ناصر کاظمی کا اصرار تھا کہ غزل کی لفظیات کو نظمیہ نہیں غزلیہ ہونا چاہیے۔ نظمیہ الفاظ سے غزل میں ایک ''بیانیہ پن'' آجاتا ہے اور اِس طرح ''غزل رَس'' میں مِٹھاس کی کسر رہ جاتی ہے۔ مزید برآں اُن کی نصیحت تھی کہ شعر کو دماغ کے بجائے دِل سے لکھنا چاہیے تاکہ لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان کی سفید جگہ بھی شعریت سے معمور ہو جائے۔

★ مجتبیٰ حُسین کا فیصلہ تھا کہ غزل کا اصل حُسن ''ہم کلامی'' سے زیادہ ''خُود کلامی'' سے آشکار ہوتا ہے اور یہ حُسن اپنی نمائش کے لیے الفاظ کے دَر و بست کا لُغوی استعمال نہیں چاہتا بلکہ ایک تخلیقی برتاؤ کا مطالبہ کرتا ہے۔

★ سلیم احمد کا مقدمہ تھا کہ اچھی غزل ایک داخلی کیفیّت سے رونُما ہوتی ہے لہٰذا اِس کیفیّت کو ''ڈائری'' نہیں بلکہ ''شاعری'' پر مبنی ہونا چاہیے۔

★ محبوب خزاں کا تقاضا ہے:

میں تمہیں کیسے بتاؤں، کیا کہو!   کم کہو، اپنا کہو، اچھا کہو

★ شعر میں لفظ کے برتنے کا سلیقہ ذوق اور وِجدان پر منحصر ہے۔ اِس کے لیے کوئی مشدّد اُصول وضع نہیں لیکن عارفین کے مطابق ذوق اور وِجدان کی تربیت کے لیے باضابطہ مطالعے کے علاوہ باخبروں کی صحبت لازم ہے کیونکہ یہ صحبت ایک تدریس کا رتبہ رکھتی ہے۔

دُنیائے اُردو میں سب سے پہلے میر انیس نے بہ زُبانِ شعر اپنے معروف مرثیے: ''نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری'' کے چہرے میں رِثائی صِنف کے محاسن کی طرف مختصراً اِشارہ کیا ہے۔

ایک بیت میں اپنے خاندانی تعلّق سے لکھتے ہیں:

جدّ و آبا کے سِوا اور کی تقلید نہ ہو   لفظ مغلق نہ ہو، گنجلک نہ ہو، تعقید نہ ہو

ایک بند ہے:

روز مرّہ شُرفا کا ہو، سلاسَت ہو وہی   لب و لہجہ وہی سارا ہو، متانت ہو وہی
سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صَنعت ہو وہی   یعنی موقع ہو جہاں جس کا، عبارت ہو وہی
لفظ بھی چُست ہو، مضمون بھی عالی ہووے
مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہووے

ایک مُقدّس بیت میں ارشاد ہوتا ہے:

داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامے دارد   ہر سُخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

داغ دہلوی کے شاگردوں میں احسن مارہروی ایک خاص نسبت پر فائز تھے۔ اُنھوں نے داغ سے فرمائش گزاری کہ معائب و محاسنِ شعری کے تعلّق سے آپ ایک فرمان کا اجرا کیجے۔ داغ نے احسن کی اِس فرمائش کو سُرخ رُو کیا اور ایک منظوم فرمان جولائی ۱۸۹۴ء میں اِرشاد فرمایا اور مقطعے میں داغ نے اِسے ''پَند نامہ'' کہا ہے۔

اپنے شاگردوں کی مجھ کو ہے ہدایت منظور / کہ سمجھ لیں وہ بہ تہِ دل سے بجا و بے جا

چُست بندش ہو، نہ ہو سُست، یہی خوبی ہے / وہ فصاحت سے گرا شعر میں جو حرف دَبا

عربی، فارسی الفاظ جو اُردو میں کہیں / حرفِ علّت کا بُرا اِن میں ہے گرنا، دَبنا

اَلِف وصل اگر آئے تو کچھ عیب نہیں / پھر بھی الفاظ میں اُردو کے یہ گرنا ہے رَوا

جس میں تکلف نہ ہو تھوڑی بھی صراحت ہے وہی / وہ کنایہ ہے جو تصریح سے بھی ہو اَولیٰ

ہے یہ تعقید بُری بھی مگر اچھی ہے کہیں / ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عیب ذرا

شعر میں حشو و زواید بھی بُرے ہوتے ہیں / ایسی بھرتی کو سمجھتے نہیں شاعر اچھا

جو کسی شعر میں ایطائے جلی آتی ہے / وہ بڑا عیب ہے، کہتے ہیں اُسے بے معنیٰ

اِستعارہ جو مزے کا ہو، مزے کی تشبیہ / اِس میں اِک لطف ہے، اِس کہنے کا بھی کیا کہنا

اِصطلاح اچھی، مثَل اچھی ہو، بندش اچھی / روزمرّہ بھی بہت صاف، فصاحت سے بھرا

ہے اِضافت بھی ضروری، مگر ایسی تو نہ ہو / ایک مصرعے میں جو ہو چار جگہ سے بھی سِوا

عطف کا بھی ہے یہی حال، یہی صورت ہے / وہ بھی آئے متواتر تو نہایت ہے بُرا

لَفّ و نشر آئے مُرتّب تو بہت اچھا ہے / اور ہو غیر مُرتّب تو نہیں ہے بے جا

شعر میں آئے جو ابہام کسی موقعے پر / کیفیّت اُس میں ہے، وہ بھی ہے نہایت اچھا

جو نہ مرغوبِ طبیعت ہو بُری ہے وہ رَدیف / شعر بے لُطف اگر قافیہ ہو بے ڈھنگا

ایک مصرعے میں ہو تم، دوسرے مصرعے میں ہو تُو / یہ شُتر گربہ ہے، مَیں نے بھی اِسے ترک کیا

چند بحریں متعارف ہیں فقط اُردو میں / فارسی میں عربی میں ہیں مگر اور سِوا

پَندنامہ جو کہا داغؔ نے، بے کار نہیں / کام کا قطعہ ہے یہ، وقت پہ کام آئے گا

★ ★ ★ ★ ★

مُرادِفات

SYNONYM

لُغت میں دیے ہوئے لفظ کے معنیٰ یا تشریح کو مترادف کہتے ہیں یعنی مُتبرک سے مُراد برکت والا۔ لفظ کی یہ شرح مُترادف کے ذیل میں آتی ہے۔ اِس لحاظ سے لُغت کو مُترادفات کا مجموعہ سمجھنا چاہیے۔ برخلاف اس کے مُرادفات محض ہم معنیٰ الفاظ کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً: طوفان اور تلاطُم، گردوں اور فلک۔ الفاظ آپس میں مُرادفہ ہونے کے باوجود داخلاً اپنا ایک جُدا مفہوم بھی رکھتے ہیں۔ اِس باب میں مرادفات کے مابین معنوی تفرقات یعنی معنی در معنیٰ (Meaning within Meaning) کی اطلاع بہم کی گئی ہے۔

عِلم اور مَعرفت: علم جُزو ہے جبکہ معرفت کُل۔ علم تفصیلِ ظَن ہے، معرفت اجمالِ مُحکم۔

اِدراک اور عِلم: اِدراک کا تعلّق حسّیات سے ہے اور علم کا رشتہ موجودات سے۔

وِجدان اور اِدراک: وِجدان دریافت ہے جب کہ اِدراک بازیافت۔

اِدراک اور احساس: شے کا اِدراک بصارت سے بھی ممکن ہے۔ لازم نہیں کہ اس دَرک میں احساس بھی شریک ہو جائے۔ ہر وہ شے، جس کا شعور ہو، اُس کے بارے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ شعور نے شے کا اِدراک احساس کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ گویا احساس میں شعور کی شرکت حتمی ہوگی۔

وحی، اِلہام اور اِلقا: وحی ایک اُلوہی ہدایت ہے جب کہ اِلہام اور اِلقا وہ غیبی پیغام جو بہ راہِ راست اشارتاً محسوس کیا جائے۔

اِدراک، عِلم، شَعور اور مَعرفت: اِدراک بالفکر علم ہے اور ادراک بالحواس شعور۔ معرفت وہ مرحلہ ہے جس میں عارف کو اپنے سابقہ جہل کا عرفان ہو جائے۔

نَص اور صراحت: آیۂ محکم اور بیانِ قطعی کو نَص کہتے ہیں جب کہ صاف اور ظاہر کو صراحت کہا جاتا ہے۔

عالِم اور عارف: عالِم اہلِ حرف ہوتے ہیں اور عارف صاحبِ معنیٰ۔

مَشورَت اور مَشاورت: مشورت سے مُراد ایک فرد کا دوسرے فرد سے صلاح طلب ہونا ہے جب کہ مشاورت کئی افراد کے درمیان بہ صورتِ اجلاس مشوروں کو کہا جاتا ہے۔

اِفادہ اور اِستفادہ: اِفادہ سے مُراد فایدہ پہنچانا اور اِستفادے کا مطلب فایدہ حاصل کرنا ہے۔

اِفراط اور تفریط: نفع اور کمال کے تجاوز پر افراط جب کہ تفریط نقصان اور تقصیر کی زیادتی پر مشتمل ہے۔

تَدبُّر اور تفکُّر: اُمور کے عواقب پر غور و فکر تدبّر ہے جب کہ تفکّر وہ ہے جس میں دلائل کے ساتھ نظر بھی شامل ہو جائے۔

دہر اور زمانہ: دہر متعدد زمانوں کا حصّہ دار ہوتا ہے۔ اِس کا اپنا کوئی معیّن دَورانیہ نہیں۔ زمانہ شب و روز کی گردش سے مُرکب ہے۔ زمانے کا اطلاق کبھی کسی موسم، کہیں کسی مدّت یا پھر کسی وقفے پر بھی ہو سکتا ہے۔

شَرح و تفصیل: مواد کی ثقالت بیانی کا دُور ہو جانا شرح ہے۔ تفصیل سے مُراد بیان کی جزیاتی وضاحت ہے۔ اِس اعتبار سے تفصیل بھی شرح کی پابند ہو جاتی ہے۔

شَرح اور حاشیہ: مَتن کے ہر لفظ کی صراحت اور ماتن کی مُراد بیان کرنے کو شرح کہتے ہیں۔ شرح کرنے والا شارح کہلاتا ہے۔ اِس کے بَرعکس مَتن کے بعض حصّوں کی وضاحت ہو اور بعض کو ترک کر دیا جائے، اِسے حاشیہ کہتے ہیں۔ صاحبِ حاشیہ کو محشّی کہا جاتا ہے۔

مُقدّر اور قِسمت: مقدّر سے مُراد اندازہ کردہ ہے جب کہ قسمت نصیب اور بخت کو کہتے ہیں۔

گِراں اور ناگوار: گراں بیش قیمت اور قابلِ قدر کے معنوں میں آتا ہے۔ بہ قولِ غالبؔ:

شعریات

ع تُو نے وہ گنج ہائے گِراں مایہ کیا کیے؟

جب کہ ناگوار، بوجھل اور دُرشت کا مفہوم رکھتا ہے۔

شہوت اور لذّت: شہوت نفس کی شدید اور مخصوص احتیاج کو کہتے ہیں جب کہ لذّت کسی بھی کیف انگیز کیفیّت کو کہا جاتا ہے۔ دونوں میں عموم اور خصوص کا فرق ہے۔

دُشوار اور مُشکل: دشوار ایک پیچیدہ نوعیت ہے جب کہ مشکل ایک کٹھن اور دوبھر صورتِ حال۔

رُتبہ اور مَنزلت: رُتبہ منصب اور عہدہ ہے جب کہ منزلت سے عزت اور حُرمت مُراد لی جاتی ہے۔

حاکمیت اور آمریت: حاکمیت فرماں روائی ہے جب کہ آمریت مطلق العنانی۔

سُنّت اور سیرت: قول اور فعل کو سُنت کہتے ہیں جب کہ طینت اور فطرت کے مطابق رَدّ و قبول کو سیرت کہا جاتا ہے۔

ذَریعہ اور وسیلہ: توسّط اور وساطت کے لیے ذریعے کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور وسیلہ توسّل اور شِفاعت کے معنیٰ میں مُستعمل ہے۔

قَرار اور سُکون: وعدہ و پیمان کو قرار کہتے ہیں جب کہ سکون، قیام اور ثبات کو کہا جاتا ہے۔

ع وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
مومؔن

ے سُکوں مُحال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثَبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں
اقبالؔ

رِشتے اور قَرابت: رشتے کے معنیٰ تعلّق اور واسطہ ہے جب کہ قرابت کا مطلب عزیز داری اور کُنبہ داری ہے۔

قَیامت اور آفت: یہ دونوں لفظ ہر چند کہ شعر کی زبان میں ہم معنیٰ ہو گئے ہیں، مثلاً فانیؔ:

ے ذِکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تِری جوانی تک

لیکن قیامت صرف روزِ جزا اور یوم الدّین کو کہا جاتا ہے جب کہ آفت کا اِصطلاحاً مطلب مصیبت کے علاوہ شوخ، چنچل اور طرّار بھی ہے۔ فانی نے قیامت بہ معنیٰ آفت استعمال کیا ہے۔

آرایش اور زیبایش: آرایش سجاوٹ اور آراستگی ہے جب کہ زیبایش خُوب صُورتی اور کروفر۔

شاداب اور سیراب: شاداب کا مطلب تروتازگی اور سرسبزی ہے جب کہ سیراب، مطمئن اور بامُراد ہونا ہے۔

محتاج اور نادار: خواہاں اور طلب گار محتاج ہے جب کہ قلّاش اور تہی دست نادار۔

خِفّت اور سُبکی: خفّت میں ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے جب کہ سُبکی بے وزنی اور ہلکے پن کو ظاہر کرتی ہے۔

رَسم اور دَستور: رواج کو رسم کہتے ہیں جب کہ دستور کسی قاعدے اور ضابطے کو کہا جاتا ہے۔

قومیّت اور وَطنیّت: قومیّت آدمی کی اصل، نسل اور ذات سے تعلّق رکھتی ہے جب کہ وطنیت کا دوسرا رُخ شہریت ہے۔

پتا اور معلوم: عام بول چال میں یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہو چکے ہیں جب کہ اِن الفاظ میں لسانی اِختلاف کے علاوہ معنوی بُعد بھی پایا جاتا ہے۔ پتا کا لفظ ہندی ہے اور یہ محض کسی سمت یا مقام کی نشان دہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، معلوم عربی لفظ ہے اور یہ علم سے مشتق ہے۔ بعدازعلم کسی بات کے اظہار کو ''معلوم'' کہتے ہیں۔

تَشفّی اور تَسلّی: تشفّی سے اطمینان اور تسکین کا پہلو نکلتا ہے جب کہ تسلّی میں دلاسا اور ڈھارس شامل ہے۔

آسایش اور آسودگی: آسایش، سہولت اور آسانی کی نسبتوں میں استعمال ہوتا ہے جب کہ آسودگی کو فراغت، بےفکری اور خوش معاشی کے مفہوم سے نسبت ہوتی ہے۔

مالیّت اور قیمت: مالیت کا تعلّق اشیا کے نرخ اور بھاؤ سے ہوتا ہے جب کہ قیمت کا مرتبے کے علاوہ منزلت کے تعیّن سے بھی تعلّق ہے۔

مشہور اور معروف: نام وَر اور شہرت یافتہ کو مشہور کہتے ہیں جب کہ معروف، زُبان زَدِ خلق ہونے کے لیے ایک ممتاز فضیلت رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔

ظاہری اور سطحی: بہ ظاہر نظر آنے والی صورتِ حال یعنی اُوپری اور بالائی حصّے کو ''ظاہری'' کہتے ہیں جب کہ ''سطحی'' کا لفظ بے وزنی اور کم وقعتی کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

سَعادت اور اِطاعت: ہر نیکی اور خوبی کو سعادت مندی میں شمار کرتے ہیں جب کہ اطاعت محض خدمت گزاری اور فرماں برداری کے زُمرے میں آتی ہے۔

رَجا اور طَمع: قریب الحصول شے کی اُمید طمع ہے جب کہ بعید الحصول شے کی خواہش رَجا۔ طمع مادّی اشیا کی ہوتی ہے جب کہ رَجا مادّی اور غیر مادّی دونوں حالتوں میں ممکن ہے۔

برابری اور ہم سَری: برابری مطابقت اور موافقت ہے جب کہ ہم سَری سے مُسابقت کا پہلو نکلتا ہے۔

داعی اور مُدّعی: داعی دعوت دہندہ ہے جب کہ مُدّعی مُستغیث اور دادخواہ کو کہا جاتا ہے۔

دائرہ اور حلقہ: دائرہ ہالا اور محیط ہے جب کہ حلقہ بزم اور محفل کو کہتے ہیں۔

دائم اور مُدام: دائم میں ہمیشگی اور ابدیت ہے جب کہ مُدام میں مسلسل اور متواتر ہونا شامل ہے۔

اِمام اور مُقتدا: اِمام پیشوا اور ہادی ہے غیاباً بھی جب کہ مُقتدا وہ جس کی موجوداً پیروی پنج وقتہ کی جاے۔

کشف اور علمِ غیب: عِلمِ غیب وہ علم ہے جو بلا واسطہ ہوتا ہے، اِس کے برخلاف جو عِلم بہ ذریعہ کشف ہو اُس میں چونکہ کشف ایک واسطہ ہے لہٰذا وہ علمِ غیب نہیں ہوسکتا۔

کشف اور عقل: عقل کی رسائی بھی کشف کی ہم وزن ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ کشف کی مثال وہ ٹیلی فون ہے جس کے ذریعے تمام الفاظ صریحاً سنائی دیتے ہیں اور عقل وہ ٹیلی گراف ہے جس کے توسط سے الفاظ سمجھنے کے لیے کچھ تامّل کرنا پڑتا ہے۔

باعث اور بنیاد: باعث کے معنیٰ ہیں سبب اور علّت جب کہ بنیاد اصل اور حقیقت کو کہتے ہیں۔

باطن اور اَندرون: باطن کو ضمیر کہتے ہیں جب کہ اندرون ''نوعِ مخفیہ'' ہے۔

بدعت اور ایجاد: بدعت وہ رسمِ نَو ہے جو راستی میں مُخل ہو اور ایجاد محض اختراع کو کہا جاتا ہے۔

برمحل ور برجستہ: برمحل حسبِ موقع ہے جبکہ برجستہ سے مُراد بر وقت موزوں ہونا ہے۔

عِ... اور سودا: عشق فریفتگی اور شیفتگی کا عالم ہے جب کہ سودا جُنون اور خبط کی صورتِ حال۔

...ت اور نجات: مغفرت بخشش اور غُفران ہے جب کہ نجات میں رہائی اور خلاصی۔

...ن اور تبیان: بیان کا مطلب کسی غیر کو معنیٰ سمجھانے کے ہیں جب کہ تبیان سے مُراد وہ معنیٰ جو خود اپنے آپ سمجھ لینے کے ہیں اس لیے کہ تبیان، بیان سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

اِکتساب اور کسب: اِکتساب وہ نوعیّت ہے جو صرف اپنی ذات سے مختص ہے، یعنی اکتساب مخصوص ہے جب کہ کسب سے حاصل شدہ صورتِ حال عام ہے، یعنی یہ اپنے علاوہ دوسروں کے لیے بھی فیض رَساں ہوتی ہے۔

سَبب اور عِلّت: علّت بلا واسطہ اپنے معلول کی طرف رجوع کرتی ہے، اِس کے برعکس سبب کسی عِلّت کے رشتے سے اپنے مُسبّب کی جانب رَسائی کرتا ہے۔ وجودِ علّت قیامِ معلول کا لازمہ ہے، اِن کے درمیان کوئی خلیج ممکن نہیں۔

صِدق اور وَفا: وفا کا تعلّق عمل سے وابستہ ہے جب کہ صدق کا دار و مدار قول و فعل کے اِشتراک سے ظاہر ہونے والی وفاداری پر ہوتا ہے۔

عقیدہ اور مذہب: عقیدہ اعتقادی شیوہ ہے جب کہ مذہب بہ حُکمِ قطعی دین کا مَسلک۔

مَشیّت اور مُقسوم: مشیّت اِرادہ اور منشا ہے جب کہ مقسوم قسمت۔

قابلیّت اور لیاقت: اِستعداد اور ظرف قابلیت ہے جب کہ لیاقت دانائی اور فرزانگی سے نمود کرتی ہے۔

آ گہی اور واقفیت: آ گہی عرفان اور معرفت کی اِبتدا ہے جب کہ واقفیت کسی بھی اطلاع کی تفصیل۔

گردِش اور مُصیبت: وہ حرکت جس میں تغیّر ہو گردش ہے جب کہ مصیبت محض آفت اور سختی کو کہا جاتا ہے۔

ذِکر اور تذکرہ: ذکر، حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل ہے جب کہ تذکرہ یاد آوری۔

لاچار اور ناچار: لاچار اُردو صفت ہے یعنی لاعلاج اور بے بس جب کہ ناچار فارسی صفت ہے یعنی نا اُمید اور مایوس۔

ذَوق اور ذائقہ: ذوق سے مُراد میلان اور رُجحان ہے جب کہ ذائقہ مزے اور چاشنی کو کہا جاتا ہے۔

مُنافق اور موقع پرست: رِیا کار اور مکّار کو منافق کہتے ہیں جب کہ موقع پرست، اِبن الوقت اور دُنیادار ہوتا ہے۔

مُناسب اور موزوں: واجب اور جائز کے لیے مناسب کا لفظ لکھتے ہیں جب کہ موزوں کو ٹھیک اور بہتر کا متبادل سمجھا جاتا ہے۔

شہرت اور تشہیر: شہرت وہ صفت ہے جس کے ذریعے نام اور مقام حاصل کیا جائے۔ گویا شہرت میں نیک نامی کا عمل دخل ہوتا ہے۔ تشہیر وہ فعل ہے جس کے باعث شہرت میں ایک غلط رُخی کا شائبہ بھی شامل رہتا ہے۔ جس بات کی شہرت منفی طور پر ہو، یا وہ بات جو غیر ضروری اشتہاری سرگرمی کی حامل ہو، اُسے تشہیر کہا جاتا ہے۔

تشہیر: بہ قولِ سودا:

قاتل ہماری نعش کی تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

شہرت: بہ قولِ غالب:

عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

شُبہ اور شک: شبہ یعنی گمان کسی چیز کی حالت کے بارے میں ہوتا ہے جب کہ شک کیفیت کی بابت رُونُمائی کرتا ہے۔ شک میں شدّت ہوتی ہے یعنی بے اعتباری کا حصّہ شُبہے کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

وَہم، شک اور ظن: وہم سے مُراد ذہن کی وہ قوّت ہے جو مُتفرق خیالوں کو جمع کرتی ہے۔ شک سے مُراد ذہن کا دو چیزوں کے درمیان تردّد میں پڑ جانا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی

حاصل نہ ہونا ہے۔ ذہن اگر ترجیح کی جانب راغب ہوتو پھر اُسے ظن کہا جاے گا۔

شدّ اور زیادت: شدّت، کیفیّت کے ساتھ مختص ہے جب کہ زیادت کا تعلّق کمیّت سے وابستہ ہوتا ہے۔

شا نادر: جو شے قیاس کے موافق نہ ہوتو اُسے نادر کہتے ہیں اور جو شے قیاس کے خلاف ہوتو اُسے شاذ کہا جاتا ہے۔

ن اور اجازت: کسی کام کے وقوع سے قبل اجازت طلب کرنے کو اذن کہتے ہیں جب کہ اجازت کام کی تکمیل کے بعد رُخصت لینے کو کہا جاتا ہے۔

اِستطاعت اور قدرت: کسی کام کے لیے حسبِ ارادہ تیاری کو اِستطاعت کہیں گے جب کہ قدرت انجام دہی پر قادر ہونے کو کہا جاے گا۔

اِلہام اور خواب: خواب میں خیال کی رسائی ممکن ہے لیکن اِلہام میں خیال دخیل نہیں ہوسکتا۔ خواب کے بعد طبیعت بوجھل بھی ہوسکتی ہے لیکن اِلہام کے بعد صاحبِ اِلہام کو بشاشت اور ایک انشراحی کیفیّت محسوس ہوتی ہے۔

سَہو اور نِسیان: کسی چیز کے قوّتِ حافظہ سے محو ہو جانے کو سہو کہا جاتا ہے لیکن کسی چیز کے قوّتِ مدرکہ سے بھی زائل ہو جانے کو نسیان کہتے ہیں۔

سَہو اور خطا: سہو میں خود اِنتباہی ہوتی ہے لیکن خطا میں ازخود نشان دہی نہیں ہوتی تا وقتے کہ نقصان ہو یا پھر کوئی دوسرا متوجہ کرے۔

خالق اور صانع: خالق کا لفظ تخلیق سے مُشتق ہے یعنی کسی بھی چیز کو بغیر کسی موجود مادّے کے پیدا کرنا۔ صانع کا لفظ صنعت سے مُشتق ہے۔ اِس سے مُراد ہے پہلے سے حاضر عناصر کے مُرکب سے کوئی نئی چیز ڈھالی جاے۔

کِذب اور بُہتان: کذب وہ خبر ہے جو اصل واقعے سے مطابقت نہ رکھے یعنی عدمِ صداقت کا باعث ہو جب کہ بہتان ایسا کِذب ہے جو کسی کے بارے میں بہ طور عناد وضع کیا جاے۔

اِقرار اور اعتراف: اِقرار کا منشا اِس بات کی گرہ کھولنا ہے جو نفس کے لیے اُلجھن بَن جائے۔ اعتراف میں نفس کی آمادگی شرط نہیں۔ اعتراف وہ ہے جس کا اظہار صرف زبان سے ہو جب کہ اقرار زبان کے علاوہ قرائن سے بھی ممکن ہے۔

اِکمال اور اِتمام: اکمال سے مراد وہ تکمیل ہے کہ آدمی کو صرف یہ غرض لاحق ہو کہ سرِ دست کام پورا ہو جاے۔ اتمام کے معنیٰ یہ ہیں کہ اِس کام کی تکمیل کے بعد کسی متبادل کام کی ضرورت اور حاجت باقی نہ رہے۔

اُمید، آرزو اور تمنّا: اگر کسی چیز کی اُمید رکھی جاے تو اُسے تمنّا کے علاوہ آرزو بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اُمید وہ رویّہ ہے کہ آدمی کسی چیز کی نہ صرف توقع رکھے بلکہ اُس کے حصول میں کوشاں بھی رہے۔ تمنّا اور آرزو میں طلب کی متعلّقہ کاوش ناپید ہوتی ہے۔

اِشارہ اور دَلالت: اشارے کے لیے کسی حاضر کا ہونا ایک لازمی اَمر ہے جب کہ دلالت میں مدلول کا موجود ہونا واجب نہیں۔

اِرادہ اور نیّت: ارادہ دِل کی اُس کیفیّت کا عالَم ہے جس میں غرض کا کوئی دخل نہیں ہوتا جب کہ نیّت میں غرض مندی ظاہر ہو جاتی ہے۔

اِختلاف اور خِلاف: اختلاف کے لیے جانبین کا ہونا ضروری ہے جب کہ خلاف ہونے کی صورتِ حال کسی بھی واحد اور مفرد کے یک طرفہ غائبانہ فکر وعمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اجماع اور اِتّفاق: اجماع اُسے کہتے ہیں جس میں تمام لوگ یکساں طور پر شامل ہوتے ہیں۔ اِتّفاق سے مُراد تمام لوگوں کا متفق ہونا شرط نہیں بلکہ اکثریت کے درمیان اتفاق ہونا کافی ہے۔ اِس لحاظ سے اجماع اور اتفاق کے مابین عمومیت اور خصوصیت کی نسبت قائم ہے۔

اِنکار اور منع: انکار کے معنیٰ خود کسی بات کی قبولیت پر رضا مند نہ ہونا ہے۔ اِس کے برعکس منع کرنے سے مُراد کسی کام سے دوسرے کو باز رکھنا اور روکنا ہے۔

بالجملہ اور فی الجملہ: بالجملہ کثرت میں مستعمل ہے جب کہ فی الجملہ قلّت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بُرہان اور دلیل: بُرہان کہتے ہیں اُس حُجّتِ قاطعہ کو جو علم کے لیے مفید ہو اور وہ حُجّت، جو قیاس کے لیے باعثِ تقویت ہو، اُسے دلیل کہا جاتا ہے۔ بُرہان علم کو واجب کرتی ہے جب کہ دلیل علم کو ممکن بناتی ہے۔

بَیعت اور تقلید: تقلید کہتے ہیں اِتباع کو اور معاہدۂ اِتباع کو بیعت کہا جاتا ہے۔

بَصیرت اور بَصارت: بصیرت باطنی فعلیت ہے جب کہ حاسّہ کے رَدِّعمل سے دِید کی فعالیت کو بصارت کہا جاتا ہے۔

شوق اور اُنسیت: شوق ایک ایسی کیفیّتِ راغبہ ہے جو کسی مطلوب کے حصول میں ہمہ وقت مشغول رہتی ہے۔ اِس کے برعکس حاصل شدہ مطلوب سے لگاؤ کو اُنسیت کہتے ہیں۔ شوق میں یک گونہ کلفت کا امکان ہے جب کہ اُنسیت میں راحت اور تسکین کے علاوہ کوئی دوسرا پہلو نہیں ہوتا۔

اَمر، اِلتماس، سُوال: اَمر کہتے ہیں کسی کا قول بہ درجۂ حکم ایک ایسے شخص کے لیے جو اُس سے کم تر ہے۔ اِلتماس کہتے ہیں طلب گار ہونے کو، اِس طور پر کہ دونوں فریق رُتبے میں مساوی ہوں۔ کوئی کم تر کسی برتر سے کچھ طلب کرے تو اُسے سوال کہتے ہیں۔

حُسن اور جمال: حُسن کو تحیّر کہتے ہیں جب کہ جمال کو کشش کہا جاتا ہے۔

ظُلم اور جَور: حق تلفی کو ظلم کہتے ہیں جب کہ جور بے رحمی کے علاوہ کسی کی محبّت میں اِستقامت کے فُقدان کو بھی کہا جاتا ہے۔

بَلاغت اور فَصاحت: بلاغت معنیٰ سے شروع ہو کر لفظ پر ختم ہوتی ہے۔ فصاحت لفظ سے آغاز کرتی ہے اور معنیٰ پر اُس کی انتہا ہو جاتی ہے۔

مَصروف اور مَشغول: کسی کام کے تعلّق سے اگر اپنا وقت اور اپنی اِخلاقی و مادّی توانائی بھی صرف کی جائے تو ایسی حالت کو مصروف کہا جاتا ہے۔ مشغول سے مُراد کسی شَغل سے فقط وابستہ رہنا ہے۔

مصروف میں اِستقلال اور مشغول میں عارضیت کا پَرتو نمایاں رہتا ہے۔

اِیجاز، اِختصار، تلخیص: ایجاز کہتے ہیں کہ کلام قلتِ الفاظ اور کثرتِ معنیٰ پر مشتمل ہو۔ اختصار اُسے کہتے ہیں جس میں کلام سے اضافی کلام نکال دیا جائے لیکن اُس کے اصل معنیٰ میں کوئی خلل نہ آئے۔ اختصار عموماً ایسے کلام کا ہوسکتا ہے جس کی تالیف ہو چکی ہے۔ تلخیص کا مطلب ہے کہ قلیل الفاظ کے ساتھ کلام کے اصل مقصد کو واضح کر دیا جائے۔

ہَدیہ اور عَطیہ: اَدنا سے اعلا کی طرف تحفے کو ہدیہ کہا جاتا ہے جب کہ اعلا سے ادنا کی جانب انعام کو عطیہ کہتے ہیں۔

حاصِل اور محصول: حاصل وہ کلام ہے جو بلا زحمت سمجھ میں آجائے اور محصول وہ کلام ہے جو زحمتوں کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔

عہد اور میثاق: عہد اُس حالتِ معاملہ کو کہتے ہیں جو دو افراد کے مابین زبانی کلامی طے ہو۔ میثاق ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جو حلف کے ساتھ تحریراً مستحکم ہو۔ عہد عام ہے جب کہ میثاق ایک نسبتِ خاص رکھتا ہے۔

ضرورت اور حاجت: ضرورت میں ایک اضطرابی حالت پنہاں ہوتی ہے لہٰذا کام کا نہ کرنا نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔ حاجت کے معنیٰ طلب کے لیے مشقّت اور تکلیف اُٹھانا ہے لیکن اِضطراب کے بجائے اطمینان کے ساتھ۔

فَضل اور عدل: فضل اُس رعایت کو کہتے ہیں جو بغیر کسی سبب اور علّت کے وقوع کرے اور جس کا حق دار آدمی بہ ذاتِ خُود نہیں ہوتا۔ اِس کے برعکس عدل کا تعلّق جزا و سزا سے ہے اور عدل اُسے کہا جاتا ہے جس کا اِستحقاق آدمی کو اُس کے عمل سے میسّر ہوتا ہے۔

اَلم اور عذاب: عذاب وہ درد ہے جو مستقل جاری رہے جب کہ اَلم عام ہے جاری اور غیر جاری دونوں حالتوں کے لیے۔ ہر عذاب اَلم ہے لیکن ہر اَلم عذاب نہیں۔

حُدود اور قُیود: حدود وہ ہے جو کسی شے کی اِنتہا ہو اور قیود وہ ہے کہ اِن حدود میں رہ کر اُس شے کو تخصیص حاصل ہو جاے۔

تواضع،خشوع اورخضوع: تواضع کا حُسن اَفعالِ ظاہرہ سے ہے۔خشوع کا جمال،آواز،نگاہ اور دل سے وابستگی رکھتا ہے اورخضوع کا اعتبار بدن کی اکائی سے ظاہر ہوتا ہے۔

خاصیّت اور خاصّہ: شے کا جو اثر اُس شے پر مُرتّب ہوتا ہے اُسے خاصیت کہا جاتا ہے اِس کے برعکس شے کا خاصّہ ایسا مختص ہو کہ یہ کسی دوسرے میں نہ پایا جاے۔

جہلِ مُرکب اور جہلِ بَسیط: جہلِ مُرکب وہ ہے کہ نہ جاننے کے باوجود جاننے کا اِظہار کیا جاے اور جس میں اعتقاد پختہ ہو اور خلافِ واقع ہو۔جہلِ بسیط کسی ایسی چیز کا نہ جاننا ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

حق اور صِدق: حق کہتے ہیں خارج کے مطابق ہونا اُس چیز کا جو ذہن میں ہے اور صدق کہتے ہیں جو اِس کے برخلاف ہو۔حق کا اِطلاق اعتقاد پر ہوتا ہے جب کہ صدق کا اِنطباق صرف قول پر۔

حِیلہ اور مکر: حیلہ وہ ہے جس میں ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو جب کہ مکر اُس رویّے کو کہتے ہیں جس سے کسی کو ضرر پہنچایا جاے۔

شریعت اور طریقت: شریعت نام ہے اعمالِ ظاہری کا جب کہ تلاشِ حق میں احوالِ باطنی کو طریقت کہتے ہیں۔

طاہر اور طیّب: طیّب سے مُراد باطنی طہارت ہے اور طاہر کا مطلب ہے اعضا اور جوارح کی پاکیزگی۔

غِبطہ اور حَسد: غبطہ کہتے ہیں کسی کی نعمت کو دیکھ کر اُس جیسی نعمت کی تمنا تو کرنا لیکن صاحبِ نعمت کے لیے زوالِ نعمت کی خواہش نہ رکھنا۔حَسد کرنے والا المحسود کے لیے زوالِ نعمت کی تمنا کرتا ہے خواہ وہ نعمت اُسے ملے نہ ملے۔

سالک اور عارف: سالک کا لفظ سلوک سے کشید ہُوا ہے جس کے معنیٰ چلنے کے ہیں خواہ یہ چلنا بہ ظاہر ہو یا

بہ باطن۔ اللہ کی طرف ہمہ تن مائل رہنا بھی سلوک ہے۔ عارف تصوّف کی آخری حدود میں داخل ہونے والے کو کہا جاتا ہے۔سالک اور عارف دونوں کو راہِ باطن کا مسافر تو کہہ سکتے ہیں لیکن سالک کے سفر میں جو اِنتہا ہوتی ہے وہی عارف کے لیے مقامِ اِبتدا ہے۔

صَلاح اور فلاح: صلاح اُسے کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی خوشی حاصل ہو یا کسی مصیبت سے نجات مل جاے۔ فلاح کا مطلب ایسے نفع کا حصول ہے جس کا اثر تادیر ہو اور وہ بہتر حالت پر قائم رہے۔

شاکر اور شکُور: شاکر وہ ہے جو نعمتوں پر شُکر مند رہے اور شکور وہ ہے جو مصیبتوں پر بھی تشکّر سے نہال ہو جاے۔

تفسیر اور تاوِیل: تفسیر کا علاقہ روایت سے اور تاویل کا ناتا درایت سے ہوتا ہے۔تفسیر کا تعلّق الفاظ سے ظاہر ہے جب کہ تاویل کا رشتہ صرف معنیٰ کی نسبت سے منسلک ہے۔

تِلاوت اور قِرأت: اِن دونوں میں عمومیّت اور خصوصیّت کا ربط ہے۔قرأت عمومی ہے چاہے عام کتاب پڑھے یا قرآن۔ سب پر قرأت کا اطلاق ہوتا ہے۔تلاوت صرف قرآنِ حکیم پڑھنے کا عمل ہے۔

تقدِیر اور قضا: احکامِ اَزلیہ کو تقدیر کہتے ہیں جب کہ اِس تقدیر سے متعلّق تفصیلات کو قضا کہا جاتا ہے۔

جاسوس اور ناموس: شر کے راز آشنا کو جاسوس کہتے ہیں۔ خیر کے رازدار کو ناموس کہا جاتا ہے۔

بشارت اور مُژدہ: یہ دونوں الفاظ خُوش خبری کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ اِن میں فرق یہ ہے کہ مژدہ ایسی مطلق خُوش خبری کو کہا جاتا ہے جس سے خُوش خبری کے اَثرات کھل کر نمایاں نہیں ہوتے۔ بشارت ایسی خُوش خبری کو کہتے ہیں جس کو سُن کر آدمی کے ردّ و قبول سے خوشی کے آثار رونُما ہو جاتے ہیں۔

حُدود اور تعزیرات: حُدود حَد کی جمع ہے۔ اِس کے معنیٰ روکنا اور منع کرنا ہے۔شریعت کی لُغت میں حد عقوبتِ مُقدّرہ کو کہتے ہیں لہٰذا حدود کے باب میں کسی حاکم کو اِس میں کمی بیشی کی مجال نہیں۔ بہ خلاف تعزیرات میں کسی مصلحت کی بنا پر قابلِ تعزیر جُرم تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔

تحقیر اور تقلیل: تحقیر بہ اعتبارِ کیفیّت ہوتی ہے چنانچہ انحطاطِ شان اور تنزّلِ حیثیت کو تحقیر کہتے ہیں جب کہ تقلیل بہ لحاظِ کمیت ہوتی ہے۔اجزا کی قلّت کو تقلیل کہا جاتا ہے۔

غُفران اور عفو: غُفران کو سزا کا سقوط درکار ہے اور سزا کا ساقط ہونا گویا رحمت کا واجب ہو جانا ہے۔ اِس کے برعکس عفو صرف ملامت اور مذمّت کے اسقاط کی خواہش رکھتا ہے،ثواب کے استحقاق کا گمان بھی نہیں کرتا۔

حمد، مدح اور شُکر: حمد احسان کے بعد کی جاتی ہے جب کہ مدح احسان سے قبل ہوتی ہے۔حمد یقین کے ساتھ ہوتی ہے جب کہ مدح ظن سے بھی ہوسکتی ہے۔حمد نعمتِ باطنہ پر ہوتی ہے اور شُکر نعمتِ ظاہرہ پر ہوتا ہے۔حمد دَفعِ شر کا ذریعہ ہے جب کہ شکر حصولِ خیر کا وسیلہ۔

ندا اور دُعا: ندا کا مدعو بعید ہوتا ہے جب کہ دُعا کے مدعو کا قریب ہونا ضروری ہے۔ندا کا تعلّق صرف زبان سے ہے جب کہ دُعا زُبان کی بہ نسبت باطنی مکالمے سے تعلّق رکھتی ہے۔

خُلّت اور مَودّت: خُلّت بے غرض محبّت کو کہتے ہیں جب کہ مودّت سے مُراد ہے غرض کے تحت محبّت کی جاے یا بے غرضی کے ساتھ۔ اِس لحاظ سے خُلّت خصوص سے منسوب ہے جب کہ مودّت عموم سے اِلحاق رکھتی ہے۔

پرہیزگاری اور تقویٰ: پرہیزگاری محض دُنیاداری سے گُریز کرنے کو کہتے ہیں جب کہ تقویٰ اُمورِ ممنوعہ سے اِجتناب کو کہا جاتا ہے۔

سُکوت، سنّاٹا اور خاموشی: ترکِ کلام کو سکوت کہتے ہیں۔ سکتے اور ہُو کی سائیں سائیں کو سنّاٹا کہا جاتا ہے۔ خاموشی میں خاصی دیر تک ایک بے آواز سکون قائم رہنے کا امکان ہوتا ہے جب کہ

سکوت میں کسی وقفے کا تعیّن نہیں ہو پاتا۔لیکن سنّاٹے کے دَورانیے میں طوالت کی گنجائش ہوتی ہے۔

عمل اور فعل: عمل میں طوالت اور درازی ہوتی ہے جب کہ فعل میں اختصار ہوتا ہے۔عمل کا تعلّق اختیاری افعال سے ہوتا ہے جب کہ فعل کی کیفیّت بے اختیار ہوتی ہے۔ ذوی العقول کے افعال کو اعمال کہا جاتا ہے جبکہ ذَوی اور غیرذَوی میں افعال عمومیت رکھتے ہیں۔عمل اُس فعل کو کہتے ہیں جس میں دَوام کا پہلو بھی شامل ہو جب کہ فعل پر اتفاقیہ سَرزد ہو جانے کا عنصر غالب رہتا ہے۔

ہجری اور عیسوی: اِن دونوں الفاظ کا تعلّق تقویم سے ہے۔ان میں فرق یہ ہے کہ مکّے تا مدینہ ہجرت سے آج تک کے ایّام کو اِصطلاحاً ہجری کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو جس دن آسمان کی طرف اُٹھا لیا گیا اُس وقت سے آج تک کے شب و روز کو عُرف میں عیسوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اِن دونوں تقویمی حوالوں میں ہجرت کا زاویہ مشترک ہے: اُفقی اور عمودی۔

عزم، قصد اور نیّت: یہ تینوں اَلفاظ نفسِ ارادہ کے خاندان سے ہیں۔ عزم فعل سے قبل اور قصد فعل کے ہم راہ ظاہر ہوتا ہے جب کہ فعل سے اِتصال کے بعد ہی مطلوبہ شے کی جھلک یعنی نیّت بھی سامنے آجاتی ہے۔

اَجر اور ثواب: اِن دونوں الفاظ کا تعلّق عمل کے صلے سے ہے۔ ثواب میں اعمالِ عملیہ اور فکریہ دونوں کا صلہ ہے اور یہ نعمتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اَجر کا تعلّق طاعات میں صرف اعمالِ بدنیہ سے ہے۔

آل، ذُرّیت، عترت: آل میں قرابت دار یعنی برادر و ہمشیرزادے بھی شامل ہوتے ہیں۔ ذُرّیت محض نسل ہوتی ہے۔ پس ذُرّیت آل میں شامل ہے لیکن تمام آل ذُرّیت نہیں۔ عترت سے مُراد اصل ہے، یعنی درخت کٹ جانے کے بعد بھی درخت کا وہ اصل حصّہ جو زیرِ زمین رہ

جائے یعنی جڑ۔ لہٰذا درخت کی اصل سے مشابہ رشتے کو عترت کہتے ہیں۔

چشم اور نظر: چشم دیکھنے کا عضویاتی ذریعہ ہے جب کہ نظر کو دیکھنے کے علاوہ سمجھنے کا حوالہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے اظہارِ خیال کو نقطۂ نظر بھی کہتے ہیں۔

قُبول اور اِیجاب: قبول کا لفظ اعمال سے پیوستہ ہے جب کہ ایجاب کا لفظ محض دعا کی قبولیت سے وابستہ۔

اِمتحان اور آزمایش: یہ دونوں الفاظ مختلف اللّسان ہیں، یعنی عربی اور فارسی۔ اہلیت کی جانچ پڑتال اور جائزے کو امتحان کہا جاتا ہے اِس امتحان کے لیے کسی دوسری مقتدر حیثیت کا ممتحن ہونا لازم ہے جب کہ اہلیت حاصل کرنے سے ماقبل کی معروضی دشواریوں کو آزمایش کہتے ہیں۔

اَعلا اور فوق: جو شے بھی اَسفل سے بہتر ہو اُسے اَعلا کہا جاتا ہے، لہٰذا اَسفل ہی میں سے بہتر کو اَعلا کہیں گے جب کہ فوق وہ فوقیت ہے جو بعض اشیا کو اپنے تحت رکھتی ہے۔ تحت فوق میں سے نہیں ہوتا، مثلاً آسمان فوق ہے اور زمین تحت لیکن یہ تحت فوق میں سے نہیں ہے۔

وعدہ اور وعید: مستقبل میں خیر پہنچانے کی اطلاع کو وعدہ کہتے ہیں جب کہ لمحۂ آیندہ میں اذیت سے گزرنے کی خبر کو وعید کہا جاتا ہے۔

اِیمان اور یَقین: ایمان تین مراحل سے گزرتا ہے: (۱) دِل سے تصدیق۔ (۲) زُبان سے اِقرار۔ (۳) عمل بالارکان۔
یقین کہتے ہیں تصدیق کی اُس پختگی کو جس میں شک کی گنجائش باقی نہ ہے۔ ایمانِ کُل ہے اور یقین اُس کے جزوِ اوّل کا تکملہ اور تتمہ ہے۔

فَوز اور فلاح: فَوز مُراد کی حُصولی یعنی مطلق کامیابی کو کہا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ ''عظیم'' کے ساتھ مُرکب آیا ہے یعنی ''فوزِ عظیم''۔ فلاح کا مطلب یہ ہے ہر مُراد حاصل ہونے کے علاوہ ہر زحمت سے بھی محفوظ رہا جائے۔

فَصل اور فَرق: دونوں الفاظ میں ایک نازک سی غیریت ہے یعنی فصل سے مُراد ایک باب بھی ہے اور

جُدائی بھی جب کہ فرق کا مطلب بیگانگی اور اِختلاف ہے۔

قادِر اور مُقتدر: قادر کسی بھی صاحبِ قدرت کو کہا جاتا ہے جب کہ مقتدر صرف وہ ہوسکتا ہے جو قدرتِ تامّہ رکھتا ہو۔

عاجز اور مجبور: خاک سار اور نیاز مند کو عاجز کہتے ہیں جب کہ مجبور، بے بس اور ناچار کو کہا جاتا ہے۔

غائب اور غیب: غائب میں دونوں جانب کا ہونا واجب ہے اور جانبین میں سے کسی ایک کا دوسرے کو نہ دیکھنا بھی لازم ہے۔ جب کہ غیب میں دونوں جانب کا موجود ہونا شرط نہیں ہے۔

کُل اور کُلّی: کُل کہتے ہیں جس کے ماتحت جُز ہو۔ کلّی کا وجود خارج میں نہیں پایا جاتا جب کہ کُل کا وجود خارج میں مستقلاً پایا جاتا ہے۔ کلّی کا اطلاق معدوم اشیا پر بھی ہوتا ہے لیکن کُل کا اطلاق معدوم شے پر نہیں ہوسکتا۔

معنیٰ اور مفہوم: لفظ کے ذریعے جو ابلاغ فی الفور ذہن کو میسّر آتا ہے اُسے معنیٰ کہتے ہیں جب کہ لفظ کے وسیلے سے جو کیفیّت عقل کو مہیا ہوتی ہے اُسے مفہوم کہا جاتا ہے۔

واحد اور منفرد: ذات اور صفات میں نمایاں ہونے کو واحد کہتے ہیں جب کہ منفرد سے مُراد دوسروں کے درمیان اپنے قول و فعل سے خاص ہونا ہے۔

نظائر اور وجوہ: نظائر الفاظ میں ہوتے ہیں جب کہ وجوہ معانی میں پائے جاتے ہیں۔ نظائر کا تعلّق خارج سے ہے جب کہ وجوہ کی نسبت داخلی ہوتی ہے۔

مِثال اور مَثَل: مَثَل اُس حالت کو کہتے ہیں جو تمام حقیقت میں شریک ہو جب کہ مِثال اُسے کہا جاتا ہے جو بعض اَغراض میں شِرکتی اہلیت رکھے۔

ضَرر اور نقصان: ضرر سے مُراد ہے کسی بات یا کام میں اگر سہولت نہ ہو تو اُسے ضرر یعنی خرابی سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر جب مال یا نفع ضائع ہو جائے تب اِسے نقصان کہا جاتا ہے۔

کَثیر اور وَافر: کثیر کا تعلّق عدد سے ہوتا ہے جب کہ وَافر کی نسبت حجم اور وزن سے ہوتی ہے۔

مُماثلت، مُشابہت اور مُناسبت: نوعی اِشتراک کو مماثلت اور کیفی اِشتراک کو مشابہت کہتے ہیں اور مُناسبت اشیا کے درمیان ایک نسبتی تعلّق کو کہا جاتا ہے۔

کلمہ اور کلام: کلمہ وہ ہے جو حروف سے مُرکب ہو۔ اِس کے برعکس کلام وہ ہے جو الفاظ سے مُرتّب کیا جائے۔ کلمہ وہ ہے جو مختصر معنیٰ پر دلالت کرے جب کہ کلام وہ ہے جس پر مخاطب کو مطالب بیانی سے فائدہ حاصل ہو جائے۔

اِرشاد اور رُشد: ارشاد وہ استقامت جو بالحق ہدایت کرے جب کہ رشد وہ عمل جو موجبِ عقل رہ نُمائی کا اہل ہو۔

تسلیم اور بندگی: تسلیم کُلّی اِطاعت کا نام ہے جب کہ تسلیم و رضا عموماً بہ خُوشی اِطاعت کے معنوں میں آتا ہے جب کہ بندگی سے مُراد آداب اور کورنش ہے۔

بہ قول مومن

ع لو بندگی کہ چُھوٹ گئے بندگی سے ہم

بہ قول اقبال

ع مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

وِلایت اور خلافت: ولایت وہ خیرِ مطلق ہے جو حق کی نگہ داشت کرے اور خلافت سے مُراد وہ رُتبہ اور مرتبہ ہے جو حق آگاہ ہو۔

ظَن اور گمان: ظَن، قیاس اور تخمینہ ہے جب کہ گمان، شک اور شُبہے کا آغاز۔

عِزت اور شرف: عزت، آب رُو اور حرمت کو کہتے ہیں جب کہ شرف، برتری اور فوقیت کو کہا جاتا ہے۔

اِستغفار اور توبہ: استغفار سے مُراد گزشتہ گناہوں سے بخشش طلبی ہے جب کہ توبہ سے مُراد آیندہ گناہ نہ کرنے کی عہد مندی۔

تعلیم، تربیت اور صُحبت: تعلیم فقط درسی اور مکتبی آموزش کو کہتے ہیں۔ تادیب اور تہذیب دونوں تربیت کا حصّہ ہیں۔ جب کہ صحبت کا عمل دخل فکر و عمل کی آراستگی سے وابستہ ہے۔

اَزلی، اَبدی اور قدیمی: ازلی اُسے کہتے ہیں جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔ اَبدی وہ ہے جس کی کہیں اِنتہا نہ ہو۔ قدیمی اُسے کہا جاتا ہے جس کی نہ ابتدا ہو اور نہ انتہا۔

فضل اور احسان: احسان کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ جب کہ فضل کسی پر بھی واجب نہیں ہے۔ فضل تو کہتے ہی اُس لطف و کرم کو ہیں جو بغیر کسی سبب اور جواز کے وقوع کرے۔

غَم و ھَم: غم وہ صورتِ حال ہے آدمی جس کو زایل کرنے پر قادر نہیں ہے۔ جیسے محبوب کی جدائی۔ ھَم وہ غم کی صورت ہے جس کا ازالہ ممکن ہے، جس کو رفع کرنے پر آدمی قدرت رکھتا ہے مثلاً مالی بحران۔ غم میں دیرپائی ہے جب کہ ھَم میں ایک عبوری نوعیت شامل ہے۔

غَرض و غایت: کسی بھی کام سے جب تک فایدہ حاصل نہ ہو اُس وقت تک یہ غرض ہے، جب اُس سے فایدہ برآمد ہو جائے تو پھر یہ غایت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اثر کی نسبت فاعل کی جانب ہونا غرض ہے اور اگر فعل کی طرف ہو جائے تو یہ غایت کہلائے گی۔

غیظ و غضب: غیظ میں شدید برہمی غالب رہتی ہے جب کہ غضب میں غیظ کے ساتھ اِنتقام کا اِرادہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔

★ ★ ★ ★ ★

شاعر کا پہلا کام شاعری ہے۔ وعظ کرنا یا اِشتراکیت اور اِنقلاب سمجھانا نہیں، یہ سمجھنے کے لیے کتابیں موجود ہیں۔ اِس کے لیے ہمیں نظمیں نہیں درکار۔ شاعر کا تعلّق جذبات کی دُنیا سے ہے۔ اگر وہ اپنے تمام رنگ و بُو اور تمام ترنّم و موسیقی کو پوری طرح کام میں نہیں لائے گا، اگر فن کے اعتبار سے اِس میں بھونڈا پن ہوگا، اگر وہ ہمارے احساسات کو لطافت کے ساتھ بیدار کرنے سے قاصر رہے گا تو اچھے سے اچھے خیال کا وہی حشر ہوگا جو دانے کا بنجر زمین میں ہوتا ہے۔

سجّاد ظہیر

(''انگارے'' سے ''پگھلا نیلم'' تک۔ مظہر جمیل)

اُردو لُغات

URDU LEXICONS

اُردو نے برِّصغیر میں آنکھ کھولی لیکن یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ اِس زُبان کی اِبتدائی نگہ داشت کے لیے لُغت نویسی کا آغاز غیروں کی پیش قدمی سے ہوا یعنی اِس کارگزاری میں پُرتگیزی، ولندیزی اور فرنگی پیش رَو تھے۔

اوّل اوّل ایسٹ انڈیا کمپنی اُردو کی پرورش کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی۔ کمپنی کو برِّصغیر میں اپنی تجارتی رَسائیوں کے علاوہ تاجِ برطانیہ کے فردا کا مرحلہ بھی دَرپیش تھا۔ اِس مرحلے کو سَر کرنے کے لیے ایک ایسی زُبان کی ضرورت لاحق ہوئی جو مقاصد کے دیرپا اثرات میں زیادہ معاون ہوسکے۔ اُردو اُس وقت برِّصغیر کی ایک اہم بولی تھی۔ برِّصغیر کے وسیع علاقے میں اُردو بہ آسانی بولی اور سمجھی جاتی تھی، چنانچہ اُردو الفاظ اور محاوروں کی جمع آوری پر ایسٹ انڈیا کمپنی منصوبہ بند ہوگئی۔

اُردو کی پہلی لُغت کا ذِکر کوِرچ (Quaritch) نے اپنے اورینٹل کٹیلاگ (Oriental Catalogue) میں کیا ہے۔ یہ لُغت ۱۶۳۰ء کے وسط میں نمودار ہوئی تھی۔ اِس لُغت میں فارسی، ہندی، فرنگی اور پُرتگالی الفاظ تھے۔ یہ لُغت سُورت کے ایک فرنگی کارخانے کے کارندوں کی تفہیمی سہولت کے لیے تیار کی گئی تھی۔

کچھ عرصے بعد، جان جیشوا کیٹلر (JESHUA KETELAER) نے ۱۶۹۰ء میں ایک لُغت آمیز مقالہ LINGVA HINDUSTANICA تحریر کیا۔ یہ مقالہ لاطینی زُبان میں ہے لیکن ہندی اُردو الفاظ اور محاورات رومن حروف میں درج ہیں اور اِملا ڈَچ طریقے پر کیا گیا ہے۔ ازاں بعد ڈیوڈ مِل (DAVID MILL) نے ۱۷۴۳ء میں اپنی فرہنگ ORIENTALIA میں جان جیشوا کے مقالے کو بھی شامل کرلیا۔

جارج ہیڈلے (GEORGE HADLAY) کی فرہنگ ۱۷۷۲ء اور جے فرگُسن (J.FURGUSSON) کی فرنگی اُردو لُغت ۱۷۷۳ء میں لندن سے شایع ہوئی۔ ۱۷۹۰ء میں ہینری ہیریس (HENRY HARRIS) کی لُغت مدراس سے منظرِ عام پر آئی۔ اِس لُغت میں دکنی الفاظ کثرت سے شامل ہیں۔ ڈاکٹر جان گِل کرسٹ (Dr.JOHN GILCHRIST) کا نام برِّصغیر کی لسانی تاریخ میں بڑا نمایاں ہے۔ وہ فورٹ ولیم کالج میں اُردو کی تدریس پر مامور تھے۔ گِل کرسٹ نے اُردو لُغت کے علاوہ لسانیات، صَرف ونحو اور بول چال پر خود بہت کام کیا اور اپنے ہم عصروں کو بھی متحرک کیا۔ اِس رجحان سے برِّصغیر میں اُردو زُبان کا بول بالا ہُوا۔ گِل کرسٹ کی لُغت نو جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۷۹۰ء میں کلکتے سے شایع ہوئی۔ اِس لُغت میں فرنگی لفظوں کے معنیٰ رومن حروف اور اُردو خُوش خطِ نستعلیق ٹائپ میں ہے۔ گِل کرسٹ نے ہر لفظ کی اصل اور ماخذ کو بھی نقل کیا ہے۔

جان شیکسپیئر (JOHN SHAKESPEARE) کی لُغت ۱۸۱۷ء میں لندن سے طبع ہوئی۔ یہ لُغت ضخیم ہے اور اپنے وقت کی ایک کارآمد لُغت ہے۔

۱۸۴۸ء میں ڈنکن فوربس (DUNKIN FORBESS) کی لُغت لندن سے رُو پذیر ہوئی۔ اِس کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصّے میں اصل لفظ اُردو رسم الخط یعنی نسخ ٹائپ میں ہے۔ ہر اُردو لفظ کا مترادف فرنگی لفظ بھی دیا گیا ہے۔ دوسرا حصّہ پہلے کا جواب ہے یعنی اِس میں فرنگی لفظ کے اُردو معنیٰ رومن حروف میں دیے ہیں۔ فوربس نے دوسری لُغات کے مقابل اپنی لُغت میں نئے الفاظ کا خاصا اِضافہ کیا ہے۔

۱۸۷۹ء میں ڈاکٹر فیلن (Dr.FALLON) کی مشہورِ زمانہ لُغت کی باری آگئی۔ یہ لُغت بہت مؤثر تھی۔ اُس دَور میں فرنگی زُبان سے اُردو میں جو تراجم ہوئے وہ اِسی لُغت کی اِمداد سے ہوئے تھے۔

۱۸۸۴ء کا سال پلیٹس (PLATTS) کی مقبولِ عام لُغت کا سال تھا۔ یہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شایع ہوئی تھی۔ اُس زمانے کی تمام لُغات کے درمیان فیلن اور پلیٹس کی لُغات اپنی معتبری کی وجہ سے خاصی بااثر نظر آتی ہیں۔ فیلن نے الفاظ اور محاورات کی سَند کے لیے اساتذہ کے اَشعار بھی جمع کیے ہیں۔ پلیٹس کی

لُغت زیادہ ضخیم ہے۔ اُس نے اُردو کے ساتھ ٹھیٹ ہندی الفاظ بھی دیے ہیں اور معنیٰ بیان کرنے میں قدرے تفصیل سے کام لیا ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل تک اُردو زُبان واضح ترقی کر چکی تھی۔ مختلف علوم وفنون کے تعلّق سے موضوعات کا بھی اِجرا ہو چکا تھا۔ رُوسو (ROUSEOU) نے ''محمڈن لا'' یعنی ''شرعِ اِسلام'' کی اِصطلاحات ۱۸۰۵ء میں لُغت تیار کر لی تھی۔ مشہور مؤرّخ سَر ہنیری ایلیٹ (SIR HENRY ELIOT) نے شمال مغربی اضلاع کی ہندو ذاتوں، رسم ورواج، مال گزاری، دفتری اِصطلاحات اور دیہاتی زندگی کے روز مرّہ کی لفظیاتی شرح کے ساتھ ۱۸۴۴ء میں ایک مبسوط لُغت مُرتّب کی۔ پیٹرک کارنیگی (P.CARNEGY) نے ایک ایسی لُغت پر کام کیا جس میں عدالت اور صنعت وحرفت سے متعلّق الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ یہ لُغت ۱۸۵۳ء میں طبع ہوئی۔

لُغت کے ذیل میں اہلِ زمین کی جانب سے اُردو کی جس باضابطہ لُغت کو پہل کا شرف حاصل ہے وہ عبدالواسع ہانسوی کی ''غرائب اللغات'' ہے۔ یہ لُغت سترھویں صدی عیسوی کے اواخر یعنی ۱۶۹۰ء میں شایع ہوئی تھی۔ اِس لُغت کے فوراً بعد اُردو کی دوسری لُغت ۱۷۴۳ء میں سراج الدین علی خاں آرزو کی ''نوادرالالفاظ'' آئی ہے۔ یہ لُغت دراصل ''غرائب اللغات'' کا ادارتی نسخہ ہے۔ صاحبِ غرائب چونکہ ہریانہ کے تھے لہٰذا اُن کی لُغت میں علاقائی لفظ کثرت سے آ گئے تھے۔ آرزو نے اُن الفاظ کی ادارت کی اور بہت سے نئے الفاظ کو شامل کیا۔ یہ لُغت نایاب تھی۔ چند سال ہوے انجمن ترقیِ اُردو پاکستان نے اِسے بالاہتمام شایع کیا ہے۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ نے بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے اِس لُغت کی تجدید پر کام کیا اور ایک جامع مقدّمہ تحریر کیا ہے۔ میر محمّدی عِترت کی لُغت ''کمالِ عِترت'' ۱۷۷۵ء میں رُوشناس ہُوئی۔ اِس کے بعد مرزا جان طپش دہلوی کی لُغت ''شمس البیان'' ۱۷۹۲ء میں منظرِ عام پر آئی۔ مولوی محمد واصف کی فرہنگ ''دلیلِ ساطع'' ۱۸۳۳ء میں نمودار ہوئی۔ اوحدالدین بلگرامی کی لُغت ''نفائس اللغات'' ۱۸۵۷ء میں سامنے آئی۔ یہ ضخیم لُغت ہے جس میں الفاظ کے تلفظ کی بھی صراحت ملتی ہے۔ ۱۸۴۵ء میں محبوب علی رام پوری

کی لُغت ''منتخب النفائس'' شایع ہوئی۔ یہ اُردو، فارسی اور عربی کے مترادفات پر مشتمل ہے۔ پھر کچھ عرصے بعد ۱۸۸۱ء میں جلاؔل لکھنوی کی پہلی لُغت ''گنجینۂ زُبانِ اُردو'' اور ۱۸۸۶ء میں دوسری ذرا بہتر لُغت ''سرمایۂ زُبانِ اُردو'' آئی تھی۔

۱۸۸۸ء کا سال اُردو کی سب سے اہم اور مقتدر لُغت، مولوی سیّد احمد دہلوی کی ''فرہنگِ آصفیہ'' کا سال ہے۔ یہ لُغت چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولوی سیّد احمد دہلوی ہر چند کہ ڈاکٹر فیلن کی لُغت میں معتمدِ کار تھے لیکن ''فرہنگِ آصفیہ'' فیلن کی لُغت سے کہیں زیادہ مُستند لُغت کا درجہ رکھتی ہے۔ اِس لُغت کی تیاری میں تنہا فرد نے ایک ادارے کا فرض ادا کیا ہے۔ اِس فرہنگ سے مابعد اُردو لُغت نویسوں نے بڑا فیض اُٹھایا، یہی نہیں بلکہ ہندی لُغت کاروں نے بھی بہت سَلیقہ کسب کیا ہے۔ الغرض ''فرہنگِ آصفیہ'' اُردو کی وہ بے مثال لُغت ہے جو اُسنادی معیار پر تقدّم کی حامل ہے۔

''فرہنگِ آصفیہ'' کے فوری بعد ۱۸۹۱ء میں چرن جی لاؔل کی ''مخزن المحاورات'' اور امیؔر مینائی کی ''امیر اللغات'' اہلِ اُردو کے حصّے میں آئی۔ ''امیراللغات'' کی پہلی جلد ''اَلِف ممدودہ'' اور دوسری جلد ''اَلِف مقصورہ'' پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد ''قلمی نسخوں'' کی اعانت سے ماضی قریب میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے مدوّن کی ہے۔

مولوی عبدالمجید خاں رام پوری کی ''فرہنگِ حامدیہ'' اُردو کی ایک نہایت مفصّل اور مکمّل لُغت ہے۔ یہ لُغت ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء کے درمیان تیار ہوئی۔ اِس فرہنگ میں اُردو کے تیس ہزار مصادر، مرکبات، اصطلاحات مع اشعار اور الفاظِ مستعملہ کا کثیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ فرہنگ اُنیس جِلدوں پر مشتمل ہے۔

مولوی نُورالحسن نیّر کاکوروی کی ''نُور اللغات'' ۱۹۲۴ء نے ''امیراللغات'' کی کمی کو کسی حد تک پوری کیا۔ یہ چہار جِلدی لُغت ہے۔ ہر لفظ کی تقویت کے لیے اشعار جمع ہوے ہیں۔ محاوروں کو کثرت سے یک جا کیا ہے۔ پہلی جِلد میں متروکات کی ایک طویل فہرست ہے۔ لُغات میں مصدّقہ نوعیت کے متروک الفاظ کو شامل ضرور کرنا چاہیے تاکہ اِس سے کلاسیکی نظم ونثر کی تفہیم میں مدد مل سکے۔ میر حسؔن کی مثنوی ''سحرالبیان'' اور میرامّن کی

''باغ و بہار'' کچھ زیادہ قدیم نہیں مگر اِن میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں جو اُردو کی اکثر لُغات میں نہیں ملتے۔ اِن الفاظ کے لیے فرنگی لُغات سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ جوشؔ ملیح آبادی اَواخرِ عُمر میں ''نُور اللغات'' کی تصحیح میں مصروف تھے۔

''نُور اللغات'' کے بعد ۱۹۲۵ء میں مولوی سیّد تصدّق حسین کی ''لُغاتِ کشوری'' اور لالتا پرشاد شفقؔ لکھنوی کی ''فرہنگِ شفق'' سے ایک اچھا اِضافہ ہُوا ہے۔ پرشادؔ نے اپنی لُغت میں صرف وہی محاورے منتخب کیے ہیں جو ناسخؔ، آتشؔ، غالبؔ اور ذوقؔ کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

اہمیت کے لحاظ سے خواجہ عبدالحمید کی ''جامع اللغات'' بھی اُسی زمانے کی ایک قابلِ ذکر لُغت ہے۔ یہ لُغت دو جِلدی ہے۔ اِس میں مشہور شخصیتوں، دریاؤں اور پہاڑوں کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ لُغت کو صرف لُغت ہونا چاہیے، معلوماتِ عامہ کا مجموعہ نہیں۔

۱۹۲۵ء میں انجمن ترقیٔ اُردو (ہِند) نے ''فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ'' مُرتّب کی۔ اِسے ایک مُستند فرہنگ کا اعتبار حاصل ہے۔ ''فرہنگِ آصفیہ'' کے بعد یہ فرہنگ بھی نظامِ حیدرآباد کی ذاتی توجہ سے اشاعت پذیر ہوئی۔

اِسی دَور میں انجمن کی طرف سے دوسرا بڑا کام ''فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں'' سامنے آیا۔ یہ فرہنگ دس جِلدوں میں ہے اور مولوی ظفر الرحمٰن عبّاسی کی مُرتّب کردہ ہے۔ ۱۹۳۷ء میں محمد عبداللہ خاں خویشگی کی ''فرہنگِ عامرہ'' طبع ہوئی۔ یہ فرہنگ اُردو میں مستعمل عربی، فارسی اور ترکی الفاظ پر مشتمل ہے۔ اِس فرہنگ کے آخری باب میں سنسکرت الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں۔

تقسیمِ بَرِّصغیر کے بعد پاکستان کی سرزمین پر ۱۹۵۱ء میں نسیمؔ امروہوی کی ''نسیم اللغات''، ۱۹۵۳ء میں مولوی فیروز الدین کی ''فیروز اللغات'' (نظر ثانی شدہ) اور ۱۹۷۶ء میں وارثؔ سرہندی کی ''اُردو علمی لُغت'' منظرِ عام پر آئی ہیں۔ اِن تینوں لُغات کو، بالخصوص روزمرّہ ضرورتوں اور عوامی حوالوں کے لحاظ سے، جامعاتی طُلبہ اور صحافتی حلقوں میں بڑی اعتباری پذیرائی مہیا ہوئی ہے۔ تقسیم کے بعد ہندوستان میں، سب سے پہلے مہذّبؔ لکھنوی نے ''مہذّب اللغات'' ۱۹۵۸ء میں ۱۴ جِلدوں میں مُرتّب کی۔ یہ لُغت بھی ایک انفرادی کاوش کا قابلِ فخر نتیجہ ہے۔ ہر چند کہ اِس لُغت کی تدوین وسیع پیمانے پر ہوئی لیکن مہذّبؔ نے لُغت نویسی کی تہذیب کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اَسناد کے لیے خود اپنی زُبان کو مُستند تسلیم کیا ہے۔

''مہذّب اللغات'' کے بعد ۱۹۶۱ء میں نواب جعفر علی خاں اثرؔ نے ''فرہنگِ اثر'' کے نام سے ایک لُغت تیار کی۔ پہلا حصّہ دراصل جلالؔ لکھنوی کی لُغت ''سرمایۂ زُبانِ اُردو'' کی شرح ہے اور دوسرا حصّہ ''نُور اللغات'' کے ناقدانہ جائزے پر مشتمل ہے۔

اُردو کی عظیم اور آخر الآخر لُغت اُردو ڈکشنری بورڈ (پاکستان) کی لُغت ہے۔

۱۹۵۸ء میں اِس لُغت کی تدوین کے لیے ایک بورڈ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جوشؔ ملیح آبادی اِس کے مشیرِ اوّل تھے۔ اُن کے ہم راہ مولوی عبدالحق، نسیمؔ امروہوی، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور شان الحق حقّیؔ بھی شریکِ کار تھے۔ نصف صدی کی ریاضتوں کے بعد ۲۰۱۰ء میں بائیس جِلدوں پر مشتمل یہ مایہ ناز لُغت اُردو کے خزانے میں آئی۔ یہ لُغت آکسفورڈ ڈکشنری کی نہج پر، یعنی تاریخی اصول کے مدِّ نظر، مُرتّب ہُوئی ہے۔ اِس لُغت میں اَسناد کے لیے اُردو نثر و نظم کی کثیر کتابوں سے الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ لُغت کے تدوینی مراحل سے اہلِ اُردو کو باخبر رکھنے کے لیے ایک سہ ماہی رسالے ''اُردو نامہ'' کا بھی باضابطہ اجرا کیا گیا۔

★ ★ ★ ★ ★

فارسی اَدب سے بے خبر رہ کر، محض انگریزی لٹریچر پر اِکتفا کر کے، فنِ غزل گوئی پر تبصرہ کرنا ''سنسنی خیز'' تو ہوسکتا ہے مگر پایۂ اعتبار کو نہیں پہنچتا۔

مائی ڈیر فراقؔ ...... مَیں وہ شخص ہُوں کہ شعر و سخن کے معاملے میں اِختلافِ رائے کا موقع آئے تو نہ دوست کا لحاظ کرتا ہُوں نہ دشمن کی پَروا...... یہاں دوست دشمن ایک گھاٹ اُتر جاتے ہیں...... تلوار کی آنچ گِیلا سُوکھا نہیں دیکھتی......

یاس یگانہؔ

(مکتوب بہ نام فراقؔ گورکھپوری، ۳۱ مئی ۱۹۳۸ء)

الفاظ اور شاعر

صِرف ادیبوں اور شاعروں کے دو ایسے طبقے ہیں جن سے الفاظ کی رسم وراہ ہے۔ ادیبوں سے ہر چند اُن کی ملاقات دوستانہ ہوتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے گھر آیا جایا کرتے ہیں لیکن بعض نازک مزاج، اَسرار پسند اور نغمہ پرور اُونچے گھرانوں کے الفاظ اِن سے کُھل کھیلنا پسند نہیں کرتے۔ وہ اگر ادیبوں کے سامنے آتے بھی ہیں تو اُن شوخ لڑکیوں کی طرح جو دُور سے تو لگاوٹ دِکھاتی ہیں لیکن جب اُن کا دامن پکڑنے لپکو تو قہقہے مارتی ہوئی اُلٹے پاؤں بھاگ جاتی ہیں۔ البتہ شاعروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ دوستوں ہی کا سا نہیں، قرابت داروں کا سا ہوتا ہے۔ وہ شاعروں سے اِس طرح ملتے جلتے ہیں جیسے ایک ہی گھر کے مختلف افراد یا ساتھ کے کھیلے ہوئے لنگوٹیا یار۔ شاعروں کو یہاں تک اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جب چاہیں اُن کے لباس تبدیل کردیں۔ اُن کی لَے اور رنگ بدل دیں، اُن کا رُخ موڑ دیں۔ اُن کے معنوں میں تنگی یا وسعت پیدا کردیں۔ اُن کے خطّ و خال میں کمی بیشی فرمادیں۔ شاعر کا مکان الفاظ کی عبادت گاہ ہے۔ جہاں اَدنا و اَعلا ہر قسم کے الفاظ ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں اور صفوں میں ایسی شایستگی ہوتی ہے جیسی راگنی کے بولوں میں ہم آہنگی۔

ع ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہوں گے

مومن خاں مومؔن

لفظ ''بس'' میں شاعر نے اِس قدر شدّت پیدا کردی کہ لُغت حیران ہوکر رہ گئی ہے۔

لفظ کافر کو لیجیے۔

ع سخت کافر ہے جس نے پہلے میؔر مذہبِ عشق اختیار کیا

ایک شرعی لفظ کو لُغت سے اِس طرح ہٹا کر استعمال کیا ہے کہ لُغت کا سَر چکرا کر رہ گیا اور اُس کے مُنہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔

جوؔش ملیح آبادی

خواص اور عوام کی زُبان

دہلی میں سقّا، جو نَل پر مَشک بھرتے ہوئے دوسرے سقّے سے جس زُبان میں گُفت گُو کر رہا ہے، اُسی زُبان کو آپ لال قلعے تک سُنتے چلے جایئے، ایک سی ہوگی۔ اِسی لیے دہلی کی زُبان میں بے تکلّفی ہے۔ لکھنؤ میں خواص کی زُبان اور ہے، اور عوام کی زُبان اور۔

میر ناصر علی دہلوی

ع کہتے ہیں غزل قافیہ پیمائی ہے ناصؔر یہ قافیہ پیمائی ذرا کر کے تو دیکھو

ناصؔر کاظمی

ع لفظ تاثیر سے زندہ ہیں تلفظ سے نہیں اہلِ دل آج بھی ہیں اہلِ زُباں سے آگے

فارؔغ بخاری

★ ★ ★ ★ ★

مدارک

بابُ الاَدب

دریائے لطافت	اِنشا اللہ خاں اِنشا
قواعدِ المنتخب	ضامن علی جلال لکھنوی
اُردوئے معلّٰی	مرزا غالبؔ
قواعدِ اُردو	ڈاکٹر جان گِل کرسٹ
جامع القواعد	محمّد حُسین آزاد
عِلم اللّسان	مولوی سیّد احمد دہلوی
رَشحات	سیّد فرزند احمد صفیر بلگرامی
مقدمۂ شعر و شاعری	الطاف حسین حالؔی
احسن القواعد	نجف علی خاں بریلوی
قواعدِ اُردو	اسمٰعیل میرٹھی
دفترِ فصاحت	خواجہ وزیر لکھنوی
مقدمۂ خطوطِ غالبؔ	منشی مہیش پرشاد
موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ	شبلی نعمانی
تلخیصِ عروض وقوافی	نظمؔ طباطبائی
چراغِ سخن	یاس یگانہ

نظامِ اُردو	آرزوؔ لکھنوی
نکاتِ سخن	حسرتؔ موہانی
تذکیر وتانیث	جلیل مانک پوری
وضعِ اِصطلاحات	وحیدالدین سلیم پانی پتی
منشورات	پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی
اُردو صَرف و نحو	مولوی عبدالحق
مقالات	تمنّا عمادی
خزائن	سیّد سلیمان ندوی
انتخابِ مضامین	نیاز فتح پوری
شعرالہند	عبدالسلام ندوی
شعر وقافیہ	صوفی وارثی میرٹھی
صوتیاتی اُردو قاعدہ	مرزا ہادی علی بیگ
البدیع	سیّد عابد علی عابد
اُردو زُبان کا اِرتقا	ڈاکٹر شوکت سبزواری
زُبان اور علمِ زُبان	عبدالقادر سَروری
تنقید اور عملی تنقید	سیّد احتشام حسین
اُردو قواعد	نسیم امروہوی
اُردو مترادفات	احسان دانش
ادب اور ادبی قدریں	ڈاکٹر عبادت بریلوی
جامع القواعد	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ادب اور شعور	ممتاز حسین
مجموعۂ حسن عسکری	محمّد حسن عسکری
اُردو اِملا	رشید حسن خاں
اِصلاحِ تلفظ و اِملا	طالب الہاشمی
ادبی تنقید اور اسلوبیات	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ
رموزِ شاعری	ڈاکٹر تقی عابدی
اُردو لُغت نویسی	ڈاکٹر رؤف پاریکھ

بابُ المعرفت

کشف المحجوب	سیّد علی ہجویری گنج بخشؒ
فُصوص الحکم	شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ
اَنفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ
شرحِ در اَسرار	شاہ نعمت اللہؒ
عرفان العُشّاق	امین الدین اعلاؒ
کاشف القلب	شہنشاہ جی مہاراج
مذاق العارفین	احسن نانوتویؒ
مرآۃ السالکین	سیّد محمّد حُسینی گیسو درازؒ
مکاشفات الاَسرار	سیّد علی دہلوی غمگینؒ
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

بابُ اللُّغات

لُغات القرآن	مولوی عبدالرشید نعمانی
مترادفات القرآن	مولوی عبدالرحمٰن کیلانی
المُنجد (اُردو)	مولوی عبدالحفیظ بلیاوی
فروق اللغات	نورالدین نعمت اللہ جزائری
البروق فی انواعِ الفروق (اُردو)	مولوی نُور محمّد عبدالشکور
نوادرالالفاظ	سراج الدین علی خاں آرزوؔ
فرہنگِ آصفیہ	مولوی سیّد محمّد دہلوی
امیر اللغات	امیؔر مینائی
نُور اللغات	مولوی نُورالحسن نیّرؔ کاکوروی
لُغاتِ کِشوری	مولوی سیّد تصدّق حسین
فرہنگِ عامرہ	عبداللہ خاں خویشگی
مہذّب اللغات	مہذّب لکھنوی
فرہنگِ تلفظ	شان الحق حقّی
ارشاد الاریب	ڈاکٹر اسد اریب
لُغاتِ روزمرّہ	شمس الرحمٰن فاروقی
اُردو لُغت (تاریخی اصول پر)	اُردو ڈکشنری بورڈ (پاکستان)

★★★★★

حلقۂ مشورت

مُرشدی مُشتاق احمد یوسفی۔
مشفقی محبوب خزاںؔ۔
علامہ طالبؔ جوہری۔
مولانا احترام الحق تھانوی۔
پروفیسر سحرؔ انصاری۔
آغائی موسیٰ خراسانی۔
پروفیسر محبوب صادق۔
مولانا انیس رضوی۔
مخلصی احمد جاویدؔ۔
مولانا شبیہہ الرضا واسطی۔
ڈاکٹر ہلالؔ نقوی۔
سنگتی داس عمرؔ۔
ندیمی عابد رضوی۔
سیّد جاوید حسن۔
ڈاکٹر شادابؔ احسانی۔
مولانا طارق بن آزاد۔
عزیزی شکیل حیدر۔
ڈاکٹر خورشید عبداللہ۔

تعارفیہ

اِسمِ مَعرفہ ———— نصیر ترابی
تاریخِ وُرود ———— ۱۵ جون ۱۹۴۵، ریاست حیدرآباد، دکن
آموزش ———— ماسٹرز، اِبلاغِ عامہ، جامعہ کراچی
روزگاری نوعیت ———— مشیرانہ آزُوقہ
ماسبق تخلیق ———— عکس فریادی (غزل کتاب)
رابطہ ———— ۰۳۰۰-۲۱۲۱۵۵۶,۰۲۱-۳۶۳۶۱۱۸۴
سکونت ———— سی ۱۹۔ بلاک ۲۰۔ گلبرگ ٹاؤن، کراچی: ۷۵۹۵۰

دورِ حاضر میں خصوصاً پاکستانی معاشرے اور ذرائع ابلاغ نے اُردو کی جو دُرگت بنا رکھی ہے اس کو رُو بہ
جانب بہت کم توجہ دی گئی ہے۔

علمی ادبی دل چسپیاں گھروں اور خاندانوں سے دور ہوتی جا رہی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اولاً متعدّد وال
پھر طالب علم اُس لسانی تربیت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جو کسی بھی شایستہ معاشرے کی بنیادی ضر
تاہم ایسا نہیں کہ اس تشویش ناک صورتِ حال سے سبھی بے خبر یا بے نیاز ہیں۔ کسی نہ کسی سطح پر اصلاحِ ا
ہے لیکن ان کی حیثیت شبِ تاریک میں چمکنے والے جگنوؤں کی سی ہے۔ نصیر ترابی نے یہ جو کاوش کی
کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ اس میں جو مباحث اور نکات درج کیے گئے ہیں انہیں اساتذہ، طلبہ
دونوں کو افادی نقطۂ نظر سے دیکھنا اور برتنا چاہیے۔

نصیر ترابی نے بات کا آغاز شعر کی تعریف سے ہی کیا ہے اس کے بعد جتنی وضاحتیں اصطلاحات کے
نے کی ہیں ان میں اسلوبِ بیان ادبی اور منفرد ہے۔ یہ بیان قواعد کی عام کتابوں جیسا نہیں ہے۔ اس
کے علاوہ غیر اصطلاحی زبان میں بھی عروض، اوزان و بحور، قافیہ، ردیف، تقطیع، املا، تلفّظ وغیرہ کی م
اور مستند شعرا کے کلام سے پیش کی گئی ہیں جن سے ہمارے ادب کے عام قاری بھی واقف ہیں۔ علم
نکات و مباحث بھی اسی انداز سے پیش کیے گئے ہیں۔ ناقدین اور مبصرین کے مختصر اور برمحل اقتباسات
استناد کی کیفیت قایم رہتی ہے۔ اس سے یہ بھی ہو گا کہ قارئین ان کے اصل آخذ تک رسائی حاصل کر
سے مباحث کا مطالعہ کر سکیں گے۔

(پروفیسر
سابق ص

پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹرپرائز
O/152 بلاک 2، پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس، کراچی، فون: 34310030
فیکس: 34553772، ای میل: paramount@cyber.net.pk
ویب سائٹ: www.paramountbooks.com